

رحیق مخنوم مخمّانه شوق

دیوان فوق
نمجه

طبع لطیف استاد دوران حشاقانی زمان

ملک اشعرا شیخ ابراهیم فوق

باضافه غزلیات مزید

باہتمام کیسری داس پیچہ پرنٹنگ

مطبع شی نوکیش و واقع لکھنؤ طبع ہوا



ردیف الالف

<p>الف احمد کا سا بن گیا گو یا قلم میرا لٹ جائے بوقت نزع جب سینہ میں دم میرا کہ روشن ہو گیا دل مثل قندیل حرم میرا چراغ راہ ہے اکرام اصحاب کرم میرا کہ ہے دُور بخت ہو کر چلتا دُور یم میرا غم الٰہی سے دانہ ہر اشک غم میرا</p>	<p>ہو احمد خدا میں دل جو مصروف رقم میرا رہے نام محمد اب پہ پار با قول و آخر محبت الہیت مصطفیٰ کی نور برحق ہے دکھائی بھگو راہ شرع اصحاب ہیرے کہیں شاہ بخت کے عشق میں دل میرا دو بختا رہیگا دانہ انسان فریغ امید بخشش میں</p>
--	--

شہ بغداد کا خط غلامی ذوق رکھتا ہوں

نہ کیوں دل اس خط بغداد سے ہو جام جم میرا

<p>کہ آیا پا بخون آغشته ہو کر لب پہ دم میرا دم شمشیر قاتل پر بھی خون جاتا ہے جم میرا کہ ہے چرخ زحل بھی سا یہ بخت و دم میرا</p>	<p>ہو ایہ سینہ کیسے خار زار و دشت غم میرا صراط عشق پر از سبک ہے ثابت دم میرا مری خواری کے رتبہ کا کمال اوج تو دیکھو</p>
--	---

تیرے کوچہ میں تن لاغر ترے رنجور کا
 بازو نہیں مضمون جو اپنی شور بختی کا کوئی
 میں ہوں وہ پھر جسکو دیکھتا ہے وقتِ بچ
 اس نزاکت سے نظر کرتا ہے وہ رشک کی
 دل کا یہ احوال ہے غم سے ترے اے ست
 تفسہ دل وہ ہوں کہ میرے دل غم سوزان کیلئے
 کرتے فریاد یوں کو نام نہ پچیدہ دون
 حق تو یوں ہے یہ انانیت عجب غماز ہے
 عشق کے مکتب میں ہو فریاد سب تیز دہن
 زخمِ سراپا وہ ایذا دستِ خون رونے لگے
 جھانکتے تھے وہ بہن جس روزن دیوار سے
 دفن ہے جس جا پہ لشتہ سرو مہری کا تری
 تو ہو بعد از مرگ بھی گراے محبت و شکر
 عشق نے ڈالی تھی تپ قصہ محبت کی بنا
 لے بے وحشت ابتلاک بھی شاخ ابویطرح
 دیکھنا زہر آب پیکان محبت کا اثر
 کھینچے مانی اُس پری کی کیونکہ قصہ کفر
 تیرے کامرنگ جو ہو بریا قیامت سرور

اک غبارِ ناتوان ہے کارِ دانِ مور کا
 ہوز میں شعر میں عالمِ زمینِ شور کا
 دیدہ حسرت سے حلقہ چہرہ سا طور کا
 بال بھی باز ہے جوتہ پر تو زلفِ حور کا
 جیسے مرجھا یا ہوا دانہ کوئی انگور کا
 گرمی مرہم سے اڑ جائے اثر کا نور کا
 لب پہ رکھ کر پھونکے پیدا ہونا صورت کا
 قصہ پہونچا یا زبانِ دار پر منظور کا
 تین دن جاٹے اگر قہوید میری گور کا
 منہ سے گر خراج کے سُن پالے نام انگور کا
 دے قسمت ہو اسی روزن میں گھرِ بنور کا
 بیشتر ہوتا ہے پیدا دانِ شجر کا نور کا
 استخوان سے ہو مے دستہ ترے سا طور کا
 لکھ دیا تھا کو کین بھی نام اک مزدور کا
 بیج لکھا ہے دھواں میرے چراغ گور کا
 چشمِ افمی بن گیا روزن ہر اک ناسور کا
 جمع ہو جب تک نہ رنگِ مرغِ روئے حور کا
 کام لے منقار سے فریادِ قمری صورت کا

ذوقِ راہِ عشق وہ کوچہ ہے جسکی خاک میں

ہے در تاجِ سلیمان بھینہ بھینہ مور کا

پر ضعف سے ہاتھ نہیں قلم اٹھ نہیں سکتا

لکھے اُسے خط میں تہما ٹھہ نہیں سکتا

وہ ہوں میں آتشیں محمل تازہ نخل شمع اُلفت کا
 نشان ہے نشانی گرد کھانے زور مٹ جانے
 روان ریگہ روان ہے جانب آب شک شرک
 وہ ہوں میں آہوں حشی رسیدہ دام پستی سے
 جھپکتی آنکھ شب جون تعلقہ زنجیر کیا میری
 کہوں میں سو دین سے حرف قطع آرزو سے دل
 مرنی افسردہ حالی گر بھٹس آرزو سے دل بھری
 پھول کا مہر مہی میں ہے ہاں اب تک جہاں ٹپکا
 ہوا روشن چراغ کعبہ ز ابد جس کے شعلہ سے
 خواب و قر ترک سجدہ اطمین سے آدم
 وہ ہوں میں کیسے موج محیط اعظم وحشت
 مری صورت کے معنی میں لغت فیہ میں روحی
 وہ ہوں میں رہ روز و شوق میرے ساتھ جانتا

یہ سب کچھ ہے
 کہ ہوں میں
 کہ ہوں میں
 کہ ہوں میں

نہیں ہے کوئی گلچیں غیر مقرر من ستم میرا
 جھپک سے دیدہ صراف کے نقش دم میرا
 اور دت بار سے دیکھو صاب رنج و غم میرا
 کہ ہے ایک کوچہ رم جاوہ دشت عدم میرا
 طلسم خواب بندی تھا نر لعل الم میرا
 سب ہر زخم پر ہے چون لب شمشیر دم میرا
 عجب کیا شیر یزین ہوا کر شمشیر غم میرا
 قصا کے جام سے یک قطرہ زہر آب غم میرا
 اسی آتش کار کھتا ہے شر رنگ صنم میرا
 بدو کی سرکشی سے رتبہ کب ہوتا ہے کم میرا
 کہ ہے گھیرے ہوئے روئے زمین کج و غم میرا
 حد و ثبے ثبات اثبات کرتا ہے قدم میرا
 رنگ سایہ مرع ہو نقش قدم میرا

تخیل نے مرے بازو حاطلم تازہ کیفیت

نہ کیوں ہو کاسے سر ذوق رشک جام جم میرا

شوق لظاہر ہے جبے اس بیخ پر نور کا
 اے صنم کیا پوچھتا ہے حال اس رخسار کا
 اگر کھوں مضمون اپنے نالہ پر شور کا
 لطف جاتا ہے سر و نالہ پر شور کا
 قریح میں بھی دھیان تھا اس گیس مخمور کا
 اودنی ظلمت میں اپنی دخل کب ہے نور کا

ہے مراغہ لظہر پر دانہ شمع طور کا
 دل نہ اٹکائے نگہیں اندھے مقدور کا
 لون صریح خاصہ سے میں کام رنگ بصور کا
 خون دل جیبا ہے یہ کھانا مجھے سینہ دور کا
 نچھ کو شربت میں مزا آئی اسے انگور کا
 مہر اک شعلہ سما ہے سو بھی چراغ دور کا

<p>اُپنا آئینہ مراویدہ پُر آب بنا چرخ پر جا کے وہ خورشید جانتا بنا</p>	<p>تو اگر اپنے کو دیکھے تو مری آنکھ سے دیکھ آہ کے ساتھ ہلکا شر آتش دل</p>
<p>جب کیا عشق کے دریائے تلام اسے دوق تو کہیں موج بنی اور کہیں گرد آب بنا</p>	
<p>اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا فرشتہ اُسکا ہسپا یا نہ پایا تو پہنے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا فلک تو نے کیا اپنا نہ پایا کہیں جبکا نشان پایا نہ پایا کہ اس بازار میں سودا نہ پایا عبار راہ بھی عفتا نہ پایا کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا دراقا بو ترپنے کا نہ پایا نکل جانے مگر سنا نہ پایا کبھی پہنے تجھے تنہا نہ پایا نشان پر صبر و طاقت کا نہ پایا خدائی میں اگر ڈھونڈھا نہ پایا گولے کے سوسا یا نہ پایا کہ اپنا حوصلہ اتنا نہ پایا دہن پایا لب گویا نہ پایا</p>	<p>اُسے پہنے بہت ڈھونڈھا نہ پایا جس انسان کو سگ دنیا نہ پایا مقدری پر گرسود و زیان ہے لحہ میں بھی ترے مضطر نے آرام کیا تھا یا نہ تھا سب ہمہ گدرا سراغ عمر رفتہ ہاتھ کیا آئے کہ کیا سیر دل ملک فنا کی رہ گم گشتگی میں ہم نے اپنا ربا بیڑھا مثال شیش کر دہم نہ خبر ترے بسمل نے ہے ہے احاطہ سے فلک کے ہم تو کب کے جہاں دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا چراغ داغ لیکر دل میں ڈھونڈھا وہ از خود رفتہ ہوں جبکو خودی نے مرے مجنون کی تربت پر جنون نے کیا پہنے سلام اسے عشق تجھ کو کے کیا ہاے رجم دل ہسالا</p>

کیا اُنھے سربستِ غم اُنٹھ نہیں سکتا صد حیف کہ مجنون کا قدم اُنٹھ نہیں سکتا سر زیرِ گران بارِ الم اُنٹھ نہیں سکتا جون حرفِ سیر کا غم اُنٹھ نہیں سکتا سر میرا ترے سر کی قسم اُنٹھ نہیں سکتا پر پردہ رخسارِ صنم اُنٹھ نہیں سکتا اے راہِ رو ملکِ عدم اُنٹھ نہیں سکتا	بیمارِ ترا صورتِ نقس ویرِ نسالی آتی ہے صدائے جرسِ ناقہ لیلیٰ جون دانہ روئیدہ تیر سنگِ ہمارا ہر داغِ سحاحی مرا اس دامنِ تر سے اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندہ احسان پردہ در کعبہ سے اٹھانا تو ہے آسان کیون اتنا گرا سارے جو رختِ سفر سے آ
--	---

دنیا کا ذرو مال کیا جمع تو کیا ذوق
کچھ فائدہ ہے ستِ کرم اُنٹھ نہیں سکتا

آب سے بیشتر تیز کے تیز آب بنا پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا آرچہ دے شعلہ حوالہ کو گرا آب بنا شعلہ خود دیکھتے ہی تجھ کو وہ سیلاب بنا کہوں جس دن سے غلک کا تہ ہر آب بنا کہ مری خاک سے بھی جلمے تے ناب بنا وہاں سوقت اڑا کر ملکِ شبِ تاب بنا کہ جواب پھر نہ ہوں اس طرح سے بیتاب بنا کیا بنا خاک عیارِ دل احباب بنا ہے غم تیغِ فقط کیا خشمِ محراب بنا تیرے مجنون کے لیے ذبح کو قصاب بنا میں ہوں اک شمع بے محفلِ احباب بنا	واہ کیا مریمِ شہمِ دل بیتاب بنا نامِ منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا بچھے اشک کے دریا سے مری سوزِ دل بنا دل بیتاب کو ہم سے میں ٹھہرانہ کے پوچھیں گے تجھے عیشِ بولی کب سے تلخ بنا چشمِ محمور کا ہوں کس کی میں کشتہ یارب بنا تیرہ روزی تے مری مہر جانا تاب کا لون بنا تاکے پکھانا ہوں کیوں اُس سے کیا میں بگا بنا سرِ مہمِ چشمِ عزیزان نہ بنائیں اے چرخ بنا آیتِ وحدہ ہے حق میں اے ہر جوہر تیغ بنا حالِ غارِ من جو ہے ہندو سے خدا ترس تو کیا بنا اپنے جلسوں میں بلاتے ہیں مجھے میرے حبیب بنا
--	--

<p> تم دلت پہ آہونچے نہیں ہوئی چکا تھا اک بار تو غارت دل دین ہوئی چکا تھا اسے دل وہ بھی پس کجین ہوئی چکا تھا آسودہ یہ دل زیر زمین ہوئی چکا تھا جانے کا ارادہ تو کہیں ہوئی چکا تھا مکتوب میر لوح حسین ہوئی چکا تھا غم سفر جان حسین ہوئی چکا تھا دشمن کا سخن ذہن نشین ہوئی چکا تھا منظور نظر ایک حسین ہوئی چکا تھا میں سرد نہ خنجر کہیں ہوئی چکا تھا کیا جل کے جگر خاک کہیں ہوئی چکا تھا </p>	<p> بن بحرین مرنے کے قرین ہوئی چکا تھا اب جان پہ آفت ہے جو آئے ہو دو بارہ یہ ہم اُسے کیوں تو نے کیا پھڑکے پھول ہوتا جو نہ ہو بد زمین تیری مگی بین آنے سے مرے ٹھہر گئے آپ و گر نہ جو خط میں لکھا اُس سے وہ اُس لکھے پہلے بے برقعہ مرگ توقف رہا ورنہ کیا ہوتا جو سمجھاتے اُسے جا کے مرے دست کیا دیکھتے ہم یوسف کفان کو کہ اپنا کیا گرم تپش ہوتا ٹپ کرتے آگے سینہ جو کیا چاک تو دان کچھ بھی نہ پایا </p>
---	---

جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کس طرح نہ ہوتا
حکیم ازلی ذوق یو این ہوئی چکا تھا

<p> کام جنت میں ہے کیا ہے گنہگار و نکا دیکھے اک جام تو ہے یار بھی یار و نکا خرم گل کی جگہ ڈھیر ہو انگار و نکا ہو سکا جب نہ مراد اترے بیار و نکا کرتا سشہ کچھ منظور ہو نوآر و نکا سنہ کھلا رہتا ہے اس واسطے سو فار و نکا جیانا ہے محبت کے گرفتار و نکا جان نزاری ہے اگر شیوہ نکلوار و نکا </p>	<p> ہم دین اور سایہ ترے کوچہ کی دیوار و نکا محتب گرچہ دل آزار ہے میخوار و نکا اتنا تو سورِ فغان ہو کہ چین میں بسمل چرخ پر بیٹھ رہا جان بچا کر عینے ہوں رگین حلق پر بدہ کی ہمارے خونبار ہن کماندار ترے تیر مرزہ تشنہ خون کیوں زہر تار میں سودل ہوں گرفتار و نکا دینکے جان بوسہ لعل نکین پرسم بھی </p>
--	---

<p>کبھی تو اور کبھی تسبیح بار باغم سوا تیرے خط مشکین کے کوئی وہ بولے دیکھ کر تصویر یوسف نہ مارا وقتے پورا ہاتھ قاتل مرے طالع کی وہ گردش ہے جس سے</p>	<p>غرض خالی دل شیدا نہ پایا مغرب نسخہ سودا نہ پایا سنا جیسا اُسے ویسا نہ پایا ستم من بھی مجھے پورا نہ پایا فلک نے بھی قرار اصلا نہ پایا</p>
<p>نظر اس کا کمان عالم میں آذوق کہیں ایسا نہ پائے گا نہ پایا</p>	
<p>نام یون پستی میں بالا تر ہوا ہو گیا میرے نالوں سے جو پانی سنگ خار ہو گیا ذکر دنیا نفس مردہ کو ہوا آب حیات وانت یون مجھے ہستی میں ات انس پارہ کے ہر حباب بھر کی کھلی جانے گی تار سی آنکھ شیخ نے افکار یون کے تر نوالے کھائے خود ایک دم بھی ہلکے جیسا ہجر میں تھا ناگوار ہے مقام زندگی زیر دم شمشیر مرگ رشتہ سے اس لف کے کیا شک ہے یکسر غفلت دل پر زخموں کی ترقی سے ہوئی اور اک بہار ظلمت عصیان سے میرے بنگیا شبے جھڑپ دی شہادت نشہ کی سرخی سے چشم بارسنے</p>	<p>بسطر ح پانی کنوین کی تہ میں تار ہو گیا کوہ کے چشمو نکا آنسو ہر شرار ہو گیا مر کے یہ سیلاب پھر زندہ دوبار ہو گیا میں نے جانا ماہ تابان پارہ پار ہو گیا عکس افکن گریخ روشن تھا را ہو گیا ہے مگر رزون کی گرمی سے چور ہو گیا ہر انسید وصل میں برسوں گوار ہو گیا ہو گیا بسطرح کوئی دم گزار ہو گیا بلکہ جلکے سختہ عنبر بھی سارا ہو گیا آگے تھا قصد برگ یہ گل اب ہزار ہو گیا آفتاب اک نیزے پر دم دار تارا ہو گیا خون رہا ایسا نہ نہاں آشکارا ہو گیا</p>
<p>ذوق اس بھر جہا نہیں شتی عمر روان جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کسارا ہو گیا</p>	

اے اہل تخفیت مت کر کیا کرے گی آنکر ہو کے آلودہ دامن پاکد دامن کس طرح نفس بے مقدر کو قدرت ہو کر تھوڑی سی بھی	ہو چکا پہلے ہی میں کشتہ کسی کی آن کا اے زلیخا چھوڑ دامن یوسف کنگان کا دیکھ پھر سلمان اس فرعون بے سامان کا
---	---

دیکھنا اے ذوق ہونگے آج پھر لاکھوں کے خون

پھر جایا اُس نے لعل لب پہ لاکھا پان کا

کسی سبکدوش کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا طرے موذی کو مارا نفس امارا کو گر مارا نہ مارا آکھو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا خطا تو دل کی تھی قاتل بہت سی مار کھائی ہنہن وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دیکر تنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے ہنسی کے ساتھ یان رونابے مثل قتل مینا مرے آنسو ہمیشہ میں برنگ لعل غرق خون جگر زخمی ہے اور دل لوٹتا ہے تمنے کیا جانے دل سنگین خسرو پر بھی ضرب کو کہن ہو چکی گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں	جو آپ ہی مر رہا ہوا سگو گر مارا تو کیا مارا سنگ داؤد ہاؤ شہر مارا تو کیا مارا اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا تری زلفوں نے مشکین باندھ کر مارا تو کیا مارا جوانے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا انہی پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا کسی نے قہقہے سے تجھ پر مارا تو کیا مارا جو غوطہ آب میں تونے گھر مارا تو کیا مارا ادھر مارا تو کیا مارا اُدھر مارا تو کیا مارا اگر تیشہ سر کسار پر مارا تو کیا مارا اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا
---	---

دل بدخواہ میں تھا مارنا یا چشم بدبین میں

فلک پر ذوق تیرا گر مارا تو کیا مارا

چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا
کیا کیا چراغ ہنستا ہے پرے مزار کا
پردہ جو در میان نہو دل کے غبار کا

ہنگامہ گرم ہستی ناپائدار کا
میں جو شہید ہوں لب خندان یار کا
ہو مازِ دل نہ یار سے پوشیدہ یار کا

بے سیاهی نہ چلا کام ظلم کا اے ذوق	سا
روسیا ہی سر و سامان ہے یہ کار و نکلا	

نالہ اس زور سے کیوں میرا دہائی دیتا
دیکھ چھوٹوں کو بے اللہ بڑائی دیتا
لاکھ دیتا فلک آزار گوارہ سے مگر
وے دعا وادی پر خار جنوں کے ہر کام
پنجہ مہر کو خون شفقتی میں مہر مسج
موش لشک گر ادین گے نظر سے اکلا
میں وہ ہوں صید کہ پھر دام میں پھنستا جا
کون گھر آئینہ کے آنا اگر وہ دل میں
خوگرماز ہوں کس کا کہ مجھے ساغر سے
منہ سے پس کرتے نہ ہر گز یہ خدا کے نبیہ

دیکھ کر دیکھنا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشین
دیدہ روزن دل سے ہے دکھائی دیتا

ہونا عاشق سوچ کر اس دشمن ایمان کا
جھوٹ ہی جائزوں کلام اُس بہن ایمان کا
تو ہماری زندگی پر زندگی کی کیا امید
جو دل پر آرزو سے نکلا نالہ عشق میں
بن گیا جوش محبت سے ہمارے سینہ میں
جو فرشتے کرتے ہیں کر سکتا ہے انسان بھی
یہ تپ غم کی ہے شدت اس تپ سے بیمار کو
دل نہ کر جلدی کہ جلدی کام ہے شیطان کا
پس کر جامہ بھی وہ آئے اگر سران کا
تو ہماری جان بسکین کیا بھر دے جان کا
ایک پٹلا تھا سراپا حسرت و حرمان کا
ماہی دریا سے خون جو ہر ترے پیکان کا
پر فرشتوں سے نہو جو کام ہے انسان کا
یوم راحت بھی ہے حقین کے دن بھران کا

دل پہ کتاب ہے کہ تا چرخ زحل جاؤنگا
 تن اگر راہ نہ پاؤنگا تو کل سب اؤنگا
 کتنا وحشت سے ہے یہ جانہ پیری سیر
 عقل سے کمد و کلائے نہ بیان اپنی کرتا
 سے صنم در پہ نہیں دیرین جا بیٹھوں گا
 کتنا پیر اس گل سے یہ نزاکت سے نسیم
 سنتے ہو زابد و واضح جوہن بھجائے مجھے
 دل یہ کتاب ہے کہ تو ساتھ نہ چھیل مجھ کو
 دوسرے میں بھی اگر جاؤنگا تو جاسے کتاب
 کو چہ مار میں جاؤنگا تو مثل خورشید
 دل کہے ہے کہ مجھے روزانہ سینہ سے خال
 سر و ہر دہشتے فلک الہی نہ پالا کہ میں آگ
 آنکھ سے اشک صفت مجھ کو گرا کر نہ بھال
 تھیس و فریاد کو تباؤنگا کچھ عشق کی راہ
 گر ٹپا آگ میں پروانہ دم گرمی شوق
 ہوں وہ شقائق شہادت کہ ترے ہاتھ تھیں

بہش برک صفت بلخ دیوان میں سے ذوق

لجہ نہ ہاتھ آئے تو من ہاتھ تو مل سب اؤنگا

اس سے نوا در آگ وہ سید رہو گلا
 سینے میں ہوا دوس کے بھی تھا آبلہ مگر
 سوار مر کے عاشق جان باختہ ترا
 اب آہ آتشین سے بھی وار ہے ہو گیا
 شتر کا نام سننے ہی ٹنڈر زد ہو گیا
 مرنے کو بچھ کھڑا رہا شش مزد ہو گیا

<p>آنکھ میں آگے تھرا ہے دم انتظار کا ہلکا نہیں نگاہ کو ترکان کے خار کا غریب سے ہار غلبہ بریں کے انار کا سب شوق اڑے اڑے بقرار کا ہلکا ہو کر گیا ہے مجھے انتظار کا آجائے زد یہ خط ہے کسی خاکسار کا دیکھا تو مستارہ جو صبح ببار کا رنی ہے قصہ سنی کی اوجھل شکار کا ہو گا درخت گور یہ بری پستار کا آویز کہ اک سترہ ہے صبح ببار کا</p>	<p>آفتاب گر تو آؤ کہ سیتے سے جیتے اب ہو پاؤں کہ غائب ہو گیا نظر پوچھتے ہیں کیا ہوا ہے کہ سر شک پوچھتے ہیں کیا ہوا ہے کہ سر شک سب میں رنیں ہیں مری آنکھ سوں در قاصد انکھوں لٹاؤ کہ انار سے دیکھ اپنے تر لوش نو غائب کے تھل ہے دگی داو گھات ہیں مارہ شے چشم بار بیٹھنے کی دگی اب نہیں زیر خاک ہو اُس دستانہ پاک ہے ہر قطرہ غائب</p>
--	--

اسے ذوق کریں ہوش نور دنیا سے دور جا

اس نیکے میں کام ہیں ہوشیار کا

<p>جلا ہے یہ بھو وہ دامن بھال کے کیا جو مانگا تو کیا آنکھیں کمال کے کیا بھوم کر کے ہیں ترکان کے ہاتھ کیا ستارہ نکلا ہے یہ بچے بدل کے کیا اٹھا ہے قلعہ یہ بہر افضال کے کیا سبے ڈرتے ہیں انھیں کمال کے کیا</p>	<p>حذر ہے خون سے دل با نال کے کیا بغل سے لینگے دل کو کمال کردہ صبر کیا نہیں ہے ہوئی اگر چشم باز کہ اُس کے نمود خال کی دیکھو تو زیر ابرو یار کیا ہماری غش پہ ہنگامہ کیوں ہے ایتل کیا شب فراق میں اُس حسین کے اُغم کیا</p>
---	---

ہزار دم ہیں اُسے یاد تو ہے دیکھا ذوق

گیا وہ غیر کے گھر مجھ کو نال کے کیا

<p>نہ وہ پتھر ہے پھلنا کہ پھل جاؤنگا</p>	<p>میں کہاں سنب دربار سے ش جاؤنگا</p>
--	---------------------------------------

کریں جدا ہو کس کس کے پیچ ہم اسے ذوق

کہ ہونے والے ہیں سب مجھے غم قریب جدا

ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا
اُس پہ تعویذ جو نقش کعب پانے رکھا
استخوان کو مرے باقی نہ ہانے رکھا
ایک تنکا بھی نہ تھا بادِ صبا نے رکھا
پانہ بخر تری زلفِ دو تانے رکھا
دستہ نرگس کا نہیں میرے سر ہانے رکھا
گور سے آگے قدم دیکھو عصا نے رکھا
خوب دھوکے میں اُس سے تار قبائے رکھا
گھر میں مہمان جسے اہل صفائے رکھا
نام مجنون مرا اُس ہوشربا نے رکھا
ایک ناکام اُسے آبِ بقائے رکھا
کہ رہا گور پہ قرآن سر ہانے رکھا

شکر پر دے ہی میں اُس بت کو حیا رکھا
رہا پامال رہ عشق میں تربت کا نشان
تلخ کامی کار رہا بعد فنا بھی یہ اثر
آشیانِ باغین ڈھونڈھا جو فتنے جا کر
دل جو دیوانہ نہ تھا میرا تو بھر کیوں اُسکو
آنکھیں دیدار طلب گور سے آئی ہیں نکل
پے ناواقف رہ پہلے ہے دلبر موجود
نہا تو ان میں نہ تن زار مرا دیکھ سکا
نہ رکھے خوبیِ دزشتی سے غرض اُسند وار
کیا تماشا ہے کہ دیوانہ بنا کر اپنا
شریتِ مرگ سے محروم نہ رہتا کبھی خضر
نہ گیا مر کے بھی اُس مصحفِ رخسار کا شوق

بے نشان پہلے فنا سے ہو تو ہو سب کو بقا

ورنہ ہے کسا نشانِ ذوق فنا نے رکھا

سر پہ شیطان کے اکل و ربی شیطان چڑھا
اس کے قابو پہ چڑھا تو یہی نادان چڑھا
دینگے افلاک پہ ہم خاکِ بیا بان چڑھا
لیکے خنجرِ مری جھاتی پہ وہیں آن چڑھا
باؤ کے گھوڑے پہ وہ دھمکنِ بیان چڑھا

نشہ دولت کا ہر اطوار کو جس آن چڑھا
عشق کے ڈھب پہ نہ کوئی بجز انسان چڑھا
چڑھ گیا جبکہ زمین تو سنِ وحشت اپنا
میں نے دیکھا مہ نو کو تو اُس برو کا خیا
دیکھئے ملت و دین کتنے کرے گا برباد

مجنون بھی دشت گرد تھا مانند گرد باد	جب خاک اڑائی مئے تو وہ گرد ہو گیا
اُس صید تیر جزوہ کو تو نے کیا نہ ذبح	خز ترپ ترپ کے یون سر ہو گیا
وان رخ شگفتگی سے گل ورد بن گیا	یان غم سے روے زرد گل زندہ ہو گیا

پیر مغان کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق
نامرد مرد مرد جوان سر ہو گیا

یا نالی طیب دے ہے مین کیا بکھا ہوا	ہے دل ہی زندگی سے ہمارا بکھا ہوا
کتے تھے آفتاب قیامت جسے سو وہ	نکلا چہ رانغ داغ دل اپنا بکھا ہوا
چشم غضب سے نیم نگہ میرے واسطے	ایک نیچے ہے زہر مین گویا بکھا ہوا
بھر دل مین آہ سرد ہوئی میرے شعلہ زن	لو بھر بھڑک اٹھا یہ فستیل بکھا ہوا
پہلے نشانہ کرتا وہ بندوق کا مجھے	پر تھامے نصیب مین توڑا بکھا ہوا
جلکہ اگر بکھا بھی دل سوختہ مگر	تو بھر جلے گا جیسے کہ کو لا بکھا ہوا

ہم آپ جل بجے مگر اس دلی آگ کو
اسینے مین مئے ذوق جو پایا بکھا ہوا

جدا ہوں بابر سے ہم اور ننون رقیب جدا	ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا
تری گلی سے نکلتے ہی اپنا دم نکلا	رے ہے کیونکہ گلستان سے عند لرب جدا
دکھا دے جلوہ جو مسجد مین وہ بُتِ کافر	تو چنچ اٹھے موزن جدا خطیب جدا
جدا نہ درد جدائی ہو کر مرے اعضا	حروف درد کی صورت ہوں اے طیب جدا
ہے اور علم و ادب مکتب محبت مین	کہ ہے وہاں کا معلم جدا ادیب جدا
ہجوم اشک کے ہمراہ کیون نہونا لہ	کہ فوج سے نہیں رہتا کبھی نقیب جدا
فراقِ خلد سے گندم ہے سینہ چاک اب تک	اکہی ہونہ وطن سے کوئی غریب جدا
کیا حبیب کو مجھ سے جدا فلک نے اگر	نہ کر سکا مرے دل سے غم حبیب جدا

<p>اسے دل مجروح لے تو غسل کرا چھا ہوا داغ ادھر تازہ ہوا اگر زخم ادھر اچھا ہوا آج ریت میں ہمارا حلق ترا چھا ہوا ہو گیا مجنوں جو کاٹا سو کھکرا چھا ہوا بھر دیا نون اُسے دلو چیر کرا چھا ہوا واقعی مجھ سے بھی یہ شوریدہ سرا چھا ہوا ہو گئی مضمونین وقت شعر پرا چھا ہوا یہ زہر صدمہ دیا تو نے ادھر اچھا ہوا زخم پر قسمت سے میری کار گرا چھا ہوا واہ وا جذبِ نصبت کا اثر اچھا ہوا اب تو دامن بھی ہوا لو ہو سے ترا چھا ہوا دیرست کر ساتھ تیرے ہم سفر اچھا ہوا تاتھے جانین کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا تو ہی اچھا ہے مجھے معلوم کرا چھا ہوا</p>	<p>ہو نچا آبِ تیغ قاتل تا بسرا چھا ہوا لایکدن بالکل نہیں اسے چارہ کرا چھا ہوا کم ہوا اُس آبِ خنجر کی اتنی آبر و آ رہیگا دشت میں لیے ترے ناتے کے کام روز کشتا تھا مرا مجھ کو چکھا دے عشق کا شے مجنوں نے مرے شور جنوں کو یون کہا بندھ گیا اُس میں کہ جب کہ مضمون کم مجھ کو صدمہ کر اگر سے بد مزہ تیرا مزاج ہاتھ تو ہلکا پڑا تھا یار کی شمشیر کا کھنچ گیا میری طرف سے اور اُس دلیہ کا دل قتل کرتا ہے ترا بسمل سے یہ کشتا کہ نو نامہ برجاتا ہے جا جلدی چلی جانِ جنین آئینہ خانے میں عالم کے سمجھ لے یہ مثال ہے برا تو ہی اگر آیا لطفِ سخنہ کو برا</p>
---	--

ذوق کے مرنے کی سکر پہلے تو کچھ رک گئے

پھر کہا تو یہ کیا نسخہ پھر کرا چھا ہوا

<p>نہ آیا آج بھی کر تو تو اسے ظالم غضب آیا بہار میں خوب لوٹیں گے اگر وہ غنچہ لب آیا وہیں اسکا عدم ہے اور وہیں میں کیسے کب آیا ہوا خوش سقدہ گو یا کہ اُسکے گھر طرب آیا گلو تک میرے اور زخم گلو کے تا لمب آیا</p>	<p>خلاف وعدہ سے میں تیرے کل تو جان لیا جہنم میں کہنے میں پھر موسمِ عیشِ طرب آیا جب حیرت میں ہوں جب نظر وہ خال لیا وہ مست ناز لے کر مجھ سے میرے شیشہ دلو نوید اے تشنہ کامی بارے آبِ خنجر قاتل</p>
---	--

<p>مصطفیٰ رخ پر ترے سنگ سنہرا تیرا کشتہ دستِ خالبتہ پہلے ان ہاتھ لے جب ڈری آنکھ تری کوئی مرے دے سوا ہوا ہوس جاتے ہیں گرد ام میں آہو کی طرح دیکھو قسمت کا لکھا اُسے بڑھا خطِ سوا سنگ سرمہ کو سیاہ تابی تھی وہ تیغ نگاہ غمرہ یار کو دی سوپِ متاعِ دل جان اشک آئے نہیں مژگان پر کہ یار کھنکھی بھی</p>	<p>واہ کیا خوب ہے سونا سرِ سر آں چڑھا کبھی دوپھول تو لا کر تو مری جان چڑھا خونِ مژگان کے نہ سحر پر سر سیدان چڑھا جلہ جلد اپنی کمان پر ترے قربان چڑھا دھبیان پر میرا نہ مضمون کسی عنوان چڑھا گردِ شِ چشم لے پردی ہے غنچہ ساں چڑھا چورِ خا پر نظر اپنی یہ نگہ سببان چڑھا پانی سو نیزے دیا باندھ کے طوفان چڑھا</p>
--	---

حضرت عشق کی درگاہ میں اُراے ذوق

دل و زین دیتے ہیں سب گہر و سلمان چڑھا

<p>نیچے جب مول وہ بانکا جوان لینے لگا تیر چنگی میں لیا اُس نے پئے تانِ عدو نام میرا سن کے مجھوں کو جانی آگئی مچھو ہر شب بھر کی ہونے لگی جونِ روزِ حشر ہے جو غنچہ بنگا چنگا انگلیوں کی سی چنگ جسے کی اس سیکر میں بیتِ دستِ سبو لیکے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے ہمار تیر جو کر لے لگا عشاق پر تیغ نگاہ حسن سے ہوا دل میں بھی گرم خستِ لاف موت اسکو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور</p>	<p>سوت کے جی میں نرے یہ نیچان لینے لگا ریشک میرے دل میں کیا کیا چنگیاں لینے لگا بید مجنون دیکھ کر اٹھا اسیان لینے لگا مجھے یہ کس دن کے بے لے آسمان لینے لگا یہ بلا میں کسکی باغ اسے باغبان لینے لگا وہ قدم تیرے بس اسے پر مغان لینے لگا اپنے بوت آپ وہ غنچہ دمان لینے لگا چشم کی گردش سے وہ کارِ فسان لینے لگا شمع کی گلگیر جو بند میں زبان لینے لگا یون ترا بیاغِ رسم جو بھکیاں لینے لگا</p>
--	---

یہ سب کچھ دیکھ کر
میرے دل میں
ایک عجیب سا
حس ہوتا تھا

اما گوارے ذوق اسکی نوک مژگانِ خال

تن پہ ہر موت مرے کارِ رسان لینے لگا

تلاش سو بہر شکران و کوا گشت اذات	سبکھنے والا بھسا چاہئے پراسن اشار یکا
مغید بول دل بہن جانم کی پھول کیا بھلا	و کھا دختند و دمان تا اسراہ پار یکا

فقط ہر نفس کا ذوق خط جاہد کافی ہے
پے عمر روان کیا چاہئے رستا گزار یکا

کام قاصد کا ہے یہ سیر ہوائی کرتا جا بٹتا ہے کہ یہ ہے عقدہ کٹائی کرتا کبھی فرعون نہ دعوائے خدائی کرتا روشنی دیکھتا گرد کی صفائی کرتا ورنہ ہر برگ ہے پان نغمہ سرائی کرتا ہے ترا نقش قدم چشم نائی کرتا ہرے کچھ خون جگر کارروائی کرتا ہرے ہیں چین چین شوق رہائی کرتا	ہرے اے بیان درد حیدائی کرتا نچو شائ کو دیتا ہے فلک کب مان دیکھتا میں بیتہ مغرور کا اگر جاہ و جلال خاک آئینہ سے نام سکندر روشن نہیں گوش شنوا بلع جان میں غافل بند آنکھیں کئے جاتا ہے کدھر تو کہے سوز دل کون بھلے کہ نہیں چشم میں شک بٹھ رہے تو نفس ہے عجب آرام کی جاہ
---	---

ذوق اس پاس نگارین کا جو ہے وصف نگار
شک خونین سے ہے کاغذ کو حنائی کرتا

کہ نیچے آسمان کے اک نیا اور آسمان ہوتا کوئی دم شمع مردہ میں بھی ہے باقی چھوٹا کہ تاشلخ کمان پر اس کے میر آشیان ہوتا کہ جیب چاک کی صورت ہے خدا کھٹکاتا تو کہتے تین تین سے ہرے تن شل خان ہوتا اگر قیر اسیر ہوست خال دمان ہوتا تو جو کھٹکان میں بھی خاک پھینچتا	کہ کرتا ضبط میں نالہ تو پھر ایسا دھوان ہوتا بھی کیا سر دقاتل یہ شہید تفتہ جان ہوتا کہ ہر رخ دل اسے کاش میں نایغ کمان ہوتا عزاداری میں ہے اسکی یہ جرج مانتی جاہ توئی دلیں لکڑ کاوش کی کہ تو گھر کا کچی تو رکھتا سجدہ پہ دانہ یہ مرچیں غم کبھی ہرگز جو روتا کہو لکری تنگ سے دہر چل مشن
--	--

<p>دیوانِ دہلی</p>	
<p>نال کچھو ذوق تہ بدن دیکھے کیا ہو کہ اب تک فرج کرنے کا نہیں قاتل کو ڈھلایا</p>	<p>عجب جان منہ طور ہوٹو نہ ہے وہ شوخ لب آیا نوشتے سے ہوا اک حرف بھی ہرگز نہ بیش و کم ہر رنگ غنچہ خونی حل ہے کیا اس گلستا میں دہ آئین یا نہ آئین ہم نہیں بکھیدہ دل آنے لکائی زلف کو شانے نے جو انگلی کا نادل تیرے ڈر سے نہ آیا یا اس کوئی نیچا لون کے</p>
<p>اگر چہلم کو بھی آیا تو ہم جانیں کس لب آیا جو پیشانی میں تھا لکھا ہوا وہ پیش سب آیا بھرا یا خون منہ میں گر تبسم زیر لب آیا مگر یہ رنج ہے کیوں رنج ہم سے بے سبب آیا یہ گستاخی بہلارہ تو سہی ادبے ادب آیا مگر رونا کبھی چوری سے بعد از نیم شب آیا</p>	<p>میں اپنے ذوق کے قربان کہستی میں محبت کی بلا یا کس نے اسکو جیتا یا بے طلب آیا</p>
<p>چمک جانا ہے کافی آتش غم کے سحراریکا اسے احسان نون سر سے بین سکا اٹاریکا کہیں سکو ملا یہ نور صدقہ اس ستاریکا ازل نام اُس کناریکا ابد نام اس کناریکا مرے مذہب میں خون کرنا ہے کشتہ کرنا پاریکا کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے جیسا سہاریکا خواص اسکا ہے گھر میں دشمنوں کے قلعہ تاریکا بزرگ شک مرغان منتظر ہوں اک شادریکا چمک کر چھپا ہوں نفع پر سودا خساریکا کہ جب ٹھہرا سفر دنیا سے کیا کام استخاریکا بیان پوچھے ہے اے گمراہ کیا رستہ گذاریکا</p>	<p>مے طالع میں ہے کیا کام اے گردن شاریکا آٹا تو لے تو ستر تن سے اس شامت کے ماریکا ستارے دیکھ کر موتی تمھارے گوشواریکا جسے کہتے ہیں بھر عشق اُسکے دو کنارے ہیں اے اکیر گر اس کشت و خون میں نون ہرگز نہ پکڑیں دامن لیا س گر داب بلا میں ہم ہری تترل میں ہے ماہ سرچ السیرہ ہوش سرا و فنا میں ہوں میاے سفر لبیک خزیدار اُسکی محبت جنس عصیا کی ہے گریہ اُدھلکتا ہے مثال دایہ نسب بیچ کہیں بھگا نفس ہے مادہ عمر رومان جھڑے گذرے</p>

کئی جو مجھ سے کرے تو پیہ لہو سیرا
پڑا گئے میں مرے دست آرزو میرا
جو سیکرے میں تھے شور ہاے ہو میرا
کہ تار شمع ہو ہر ایک تار ہو سیرا
گر نہ اشک کیا پاس آبرو میرا
کہ آگے تیغ اجل کے ہے سرفرو میرا
سنیں ہے چاک جگر قابلِ رفو میرا
جو ذکر آنے نہ دے لپٹے رو برو میرا
پڑا نکالسا یہ نختِ سید کچھو میرا

کے بے خنجر قاتل سے یہ گلو سیرا
نہ ہو چکا گردن جا ان تک اور نوکے ہلے
نظامِ وجد میں آئیں ابھی ملائک عرش
عجب نہیں ہے مرے سوز غلِ محبت سے
بہ رنگ آنے چشمِ پُر آب سے میرے
نہ آئی اسے نگہ بار شکلو کچھ غرت
گردن میں کیا کہ گریبانِ صبح کے مانند
مجھے وہ پردہ نشین سامنے کب آنے دوں
فلک کا رنگ جو اٹک رہا ہے اسیر

ہمیشہ میں ہوں اسی داؤ گھات میں آذوق
کہ رام ہو وہ غنزالِ پلنگِ خوشیرا

مستعدِ حبیب ہوا ہاے تو خجتر ہوا
یہ وہ سیلاب ہے کشتہ نہ ہوا پر نہ ہوا
خانہ دل کوئی دیرانہ ہوا گھر نہ ہوا
جونِ حباب لب جو جامہ سے باشر ہوا
آگے کب جوش میں فوارے سے شتر ہوا
موتِ سحر طق سے پیدا ہوئے اور سحر ہوا

نہ ہوا آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا
جلکے میں خاک ہوا تو بھی رہا دل مضطر
بے چراغ اسکو نہ کہ داغِ الم سے عشق
کب صبا آئی ترے کوچے سے آیار کہ میں
خونِ رگماے گلو لاشہ لے کر سے مرے
عشق پہ معجزہ کیا ہے کہ اس کشتہ کے

ذوقِ بیمارِ محبت ہے خدا خیر کرے
کہ یہ آزار ہوا جسکو وہ جانبِ نہ ہوا

دلکو بھی دیکھا کیے یہ بھی پریشان ہی ہوا
سیرۂ تربتِ مرادِ قفِ گلستان ہی ہوا

جان کے جی میں سدا جھنے کا ارمان ہی ہوا
بہرِ مردن بھی خیالِ چشمِ فستان ہی ہوا

<p>بگولا گر نہوتا وادی دشت میں لے مہنون ترے خونی جگر کی خاک پر ہوتا اگر سبزہ رکاوٹ دہلی اس قاتل کے وقت ہیج ظاہر</p>	<p>تو گنبد ہم سے سرگشتو کی تربت پر کہاں ہوتا تو مژگان کی طرح سے اُسکے دائم خون چکان ہوتا کہ خیر ہے مری گردن یہ رک رک کے روان ہوتا</p>
<p>نہ کرتا ضبط میں گریہ تو اسے ذوق اک ٹھری مہین کنوڑے کی طرح گھڑیاں سے فرق آسمان ہوتا</p>	
<p>آنکھیں مری تلوون سے وہ مل جائے تو اچھا جو چشم کہ بے غم ہو وہ ہو کور تو بہتر بیمار محبت نے لیا تیرے سنبھالا ہو تم سے عیادت جو نہ بیمار کی اپنے کھینچے دل انسان کو نہ وہ زلف سے فام سے گریہ نہ رکھ میرے تن خشک کو غرقاب تاثر محبت عجب اک حب کا عمل ہے فرقت سے تری تارِ نفس سینے میں میرے ہاں کچھ تو ہو حاصل اثر محبت دل گر کے نظر سے ترے اٹھنے کا نہیں بھر وہ صبح کو آئے تو گردن بائیں میں دوپہر بھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کروں شام جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہوں کل کی طرح القصہ نہیں چاہتا میں جیسے یہاں سے</p>	<p>ہے حسرت پاؤں نکل جائے تو اچھا جو دل کہ ہو بے دل غ وہ چل جائے تو اچھا لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا لے کو خیر اسکی جہل جائے تو اچھا اثر در کوئی انسان کو نکل جائے تو اچھا لکڑی کی طرح پانی میں گل جائے تو اچھا لیکن یہ عمل یا رہ چل جائے تو اچھا کاشا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا یہ سینہ بھجھو لوٹنے جو بھل جائے تو اچھا یہ گرنے سے پہلے ہی سنبھل جائے تو اچھا اور چاہوں کہ دن بھر اساد چل جائے تو اچھا اور بھر کہوں گرا ج سے کل جائے تو اچھا گرا جکا دن بھی ہو میں مل جائے تو اچھا دل اسکا سین گرجے بیل جائے تو اچھا</p>
<p>سے قطع و عشق میں اسے ذوق ادب شرط جو صبح تو اب سہری کے بل جائے تو اچھا</p>	

<p>سر قراک سے کیوں تو نے صید نیجان بانڈھا بھی پر گالیوں کا جھاڑ تو نے بزدلیاں بانڈھا مرے مرقہ پہ چلے آئے اگر دوستان بانڈھا اگر چکر دھوئیں نے دیکھے زیر آسمان بانڈھا گلیاں آخرش زنجیر سے بیل دمان بانڈھا حصار اک گرد اپنے شعلہ جو آسمان بانڈھا خیال خط سبز پلیر نے کیوں برگ بانڈھا پر طاؤس اس زخمی نے ہے آدوستان بانڈھا عجب اک گرد نامہ خطے اسے سرور وان بانڈھا یہ گنڈا نیلگون گرد نہ کیوں ہے تفت جان بانڈھا</p>	<p>خزیر حاسن زین کو نہ آلودہ کو بے خون سے نہ جہاز اخیر کو ہرگز کہ ہو کر جھاڑ لپٹا تھا وہ ہوں ناکام سمجھا نامرادی جو مراد اپنی آؤ دیکھے دھوئیں اک آئین اس چرخ گردنے فلک وارستہ پھرنے دے ہے کھٹی پر خرد شو کو بلا ہوں مضطرب میں بھی اسی سے برق نے دگر نرادل آگے ہی سینے میں اک پھوڑا سا پکتا ہے دل مجروح پر میرے نہ سمجھو دماغ حسرت کا گمان دل بھاگ کر جانے کہ تیرے نخل قلم سے سب سوز محبت کے لیے جا رہا نہیں قمری</p>
--	---

سمجھکر سوج دریاے فنا کو خنجر بران
 کفن مثل حباب اے ذوق بنے سر سے یان بانڈھا

<p>کہ جانے پنہ ہے ہر دماغ پر شعلہ جہنم کا اگر ہے عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرم کا مسلمان کو لگے جسطرح شیریں آبِ غم کا کند گردن دل ہے جو حلقہ زلف پر خم کا کرے چشک زنی خورشید پر ہر قطرہ شبنم کا کہ یان رکھتا ہے بخیہ سوزن عیسیٰ مریم کا پس مردن کھد میں بھی تو عالم جاہ رستم کا غلط ہے جو سمجھتے ہیں کہ یہ بھابھا ہے محرم کا عجب کیا کہ ابلیس لعین دشمن ہے آدم کا</p>	<p>بھگنا کیا کہون سینے میں اپنے آتش غم کا جہانین عرصہ عشرت سے سوادہ چند غم کا ترے عاشق کو ہے یون خوشگوار آبِ دم خمر کا بزمک طوق قمری کوئی نکلے ہے نکالے سے ترے رخسار کا پر تو پڑے گر عارض گل پر سے جاتے ہیں کس سے زخم اس تیغ تبسم کے دلیران محبت کو غلش سے اسکی تر کا مکے خراش سینہ میں اک رنگیا ہے ٹوکرا ناخن اگر آتش مزاجوں کو حسد ہو خاکسار و نیر</p>
--	--

میں ہمیشہ عاشق پچیدہ مویان ہی رہا
 پستہ قندی ہے کام غیر میں وہ فعل لب
 بندہ کا مضمون ہے اس دامن تنگ کا
 جاہل منکر آئے راہ پر سحر سے بھی
 ہاتھوں گب نکلے رکاب حلقہ زنجیر سے
 کب لباس دنیوی میں جھنجھو بن رہو سفیر
 آدیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
 جلوہ اسے قاتل اگر تیرا نہیں حیرت فزا
 حلقہ گیسو میں دیکھی کس کے رخسار کی تاب
 نہ توں دل اور پیکان و دو توں سوز میں سے
 سکو دیکھا اس سے اور اسکو نہ دیکھا چون نظر
 آگے زلفین دلیں بستی تھیں اور آب نکھیں تری
 مجھ میں اس میں رہے گویا رنگ کے گل

خاک پر روئیدہ میرے عشق چپان ہی رہا
 بر مرے حق میں تو سنگ زیر و ندان ہی رہا
 ہاتھ اپنا فکر میں زیر تخت دان ہی رہا
 جہل سے بوجھل اپنی تا مسلمان ہی رہا
 تو سن وحشت ہمارا گرم جولان ہی رہا
 خانہ قانوس میں بھی شعلہ غریاں ہی رہا
 کتنا طوطے کو بڑھا یا پر وہ حیوان ہی رہا
 دیدہ بسمل نے کیا دیکھا کہ حیران ہی رہا
 شب رہا لالہ نشین سرور گریبان ہی رہا
 آخرش دل بہ گیا خون ہو کے پیکان ہی رہا
 وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے بہان ہی رہا
 ملک دل اپنا ہمیشہ کافرستان ہی رہا
 وہ رہا آغوش میں لیکن گریزان ہی رہا

دین و ایمان ڈھونڈتا ہے ذوق کیا اتقین

اب نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ ایمان ہی رہا

طلسم طرفہ ترا کسوں نے میرے مردان بازہا
 ترے طور کے کھلنے نے مراد دل و لسان بازہا
 یہ بہتان کس نے افشائے محبت کا یہاں بازہا
 ہوئی تشہیر لاش اس نادان کی جبکہ پاؤں میں
 کیا مجنون مجھے آشفگی زلف نے کس کی
 ترا ہند جاوید آبا برنگ قہقہہ مسینا

کہ ہے اک اک گروہ میں حال صد بھر و کان بازہا
 عجب تعذیر نے عقدہ دہان کھولا یہاں بازہا
 جو بعد از مرگ میرے سحر کو تو نے بد گمان بازہا
 کوئی تار نگاہ سورج ہے لسیماں بازہا
 کہ میرے سر پہ مرغ شانہ سر نہ آشیان بازہا
 تو میں نے تاراک روئیکالے لہم چکیاں بازہا

<p>ہمدانہ بھی تھا گرم طیش پر کھلا نہ راز آئی تھی درود لگی نہ ہرگز سمجھ میں بات جبکی نظر چڑھا ترخسار آتشین بلندہ نواز زبان تو یہ دیکھو کہ آدمی</p>	<p>بلبل کی تنگ جو صلی تھی کہ غسل ہوا آوازہ گر بلند مثال و ہل ہوا اسکا چہرہ گوندہ تاحشر گل ہوا جز و ضعیف محرم اسرار گل ہوا</p>
<p>اُس بن رہا جن میں بھی اے ذوق دلخراش ناخن سے تیز تر مجھے یہ برگ گل ہوا</p>	<p>اُس بن رہا جن میں بھی اے ذوق دلخراش ناخن سے تیز تر مجھے یہ برگ گل ہوا</p>
<p>اگر طیش کا ہے مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا آسمان در و محبت کے جوت سا بل ہوتا چھوڑتا ہاتھ سے ہرگز نہ کبھی بسمل شوق چہن پیشانی اگر تیری نہ ہوتی زنجیر کرتا بیمار محبت کا مسیحا جو علاج ذبح ہونے کا مزہ جاننا گر صیدِ حرم گر یہ بخت ہی ہوتا تھا لظیف بختیں مرے آتا کیوں مصر میں کفان سے نکال کر یوسفؑ موت نہ لے کر دیا ناچار و گرد انسان آپ اپنے ہستی میں ہے تو اپنا حریف دل گرفتوں کی اگر خاک چمن میں ہوتی سینہ چرخ میں ہر اختر اگر تو ہے تو کیا</p>	<p>کاش میں عشق میں سرتا بقدم دل ہوتا تو کسی سوختہ کا آبلہ دل ہوتا دامن برق اگر دامن و ستار ہوتا نالہ دیوانہ تھا جو پایہ سلاسل ہوتا اتفاق ہوتا کہ جینا اُسے مشکل ہوتا رکھ لکے خنجر پہ گلو آپ وہ بسمل ہوتا زلف ہوتا ترے رخسار کا یا تل ہوتا جذبہ شوق زلیخا جو نہ کا مسل ہوتا ہے وہ خود بین کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا ورنہ بان کون تھا جو تیرا مقابل ہوتا تو جان دیکھتے ہو غنچہ دہان دل ہوتا ایک دل ہوتا مگر درد کے قابل ہوتا</p>
<p>ہوتی گر عقدہ کشائی نہ یہ اللہ کے ہاتھ ذوق حل کیونکہ مراعتِ دہ شکل ہوتا</p>	<p>ہوتی گر عقدہ کشائی نہ یہ اللہ کے ہاتھ ذوق حل کیونکہ مراعتِ دہ شکل ہوتا</p>
<p>جو نہ رنگ بچ نام کا ہرسان نمود ہوتا</p>	<p>تو زمین نہ زند ہوتی نہ خاک کہود ہوتا</p>

خط اسکا وصل کی دولت کا ہے پیغام ایچھا	لگا قسمت سے سنو ہاتھ یا کبیر اعظم سکا
شہید اسے ذوق سے مین ہوئی مین حسرتیں لاکھوں	مری جواہر سے گویا سے وہ اک نخل ماتم کا
گل اس نگہ کے زخم رسید و مین ملکیا لذت کو تیغ عشق کی سن سن کے بوالہوس کیا جانے تیغ عشق کی لذت کو بوالہوس میرے فقر کے سبک دنیا ہو اختیار بکھلا کے کہکشان سے فلک چاک سینہ کو اس شکل سے ہوا وہ طلبگار دیدار	یہ بھی ہو لگا کے شہید دن مین ملکیا اگر تلخ سا خلق بریدون مین ملکیا اگر جو تلخ وہ خلق بریدون مین ملکیا کج بخت پاک ہو کے پلیدون مین ملکیا اس ماموش کے سینہ دریدون مین ملکیا صاف آئینہ کا دیدہ نذیرون مین ملکیا
حسب حسین ذوق وہ تے ہے کہ جس سے حر	نھا اگرچہ اشقیا مین سعید دن مین ملکیا
وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہیں کرتا کیا قرعے وقفہ ہے ابھی آنے مین اُنکے تاصاف کرے دل سے تصاف سے صوفی دل فقر کی دولت سے مرا تا غنی ہے پڑھتا نہیں خط غیر مراد ان کسی عنوان کچھ اور گمان گذرے نہ دلیں ترے کافر	پر میرا جگر دیکھ کہ مین آف نہیں کرتا اور دم مرا جانے مین توقف نہیں کرتا کچھ سود و صفا عسل تصوف نہیں کرتا دنیا کے زرد مال پر مین تکف نہیں کرتا جب تک کہ عبارت مین تصرف نہیں کرتا یاد اس لیے مین سورہ پوشف نہیں کرتا
اسے ذوق تکلف مین ہے تکلیف سراسر	آرام ہے وہ ہے جو تکلف نہیں کرتا
محل مین شور قلیق ل میناے کل ہوا در پائے غم سے میرے گذرنے کیوئے	لا سا قیا شراب کہ توبہ کا قتل ہوا تیغ خمیدہ بار کی لوبہ کا پل ہوا

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا
 جیسا ہیں اصلاً نظر اپنا نہیں آتا
 کیا جانے اُسے دہم ہے کیا سیرِ پیرِ
 بیجا ہے دلاؤ کے نہ آنے کی شکایت
 گدگدن نہیں ہوتا ظنِ مجر ہے مجھ کو
 ہم روئے پہ آجائیں تو دریا ہی بہا لیں
 آتا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
 ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرامِ عدم میں
 ساتھ اُنکے ہیں ہم سایہ کے مانند لیکن
 غافل ہے بہارِ جنِ عمرِ جوانی
 دل مانگنا مفت اور یہ پھر اُسہ تقاضا
 و نہا ہے وہ صیاد کہ سب دام میں اُسکے
 جاتی رہی زلفون کی لٹک لے ہمارے
 جو کو چہ قائل میں گیا پھر وہ نہ آیا
 تھے تو کہاں جائے نہ تاجی سے کوئی تاج
 و تبادلِ منظر کو ترے کچھ تو نشانی
 آیا ہے دم آنکھو نہیں دم حسرتِ دیدار
 میں جاتا جہانے ہوں تو آنا نہیں بلینک

پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا
 گر آج بھی وہ رشکِ سیما نہیں آتا
 جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا
 کیا کبھے گا فرما ہے اچھا نہیں آتا
 کس وقت مرا منہ کو کلیجا نہیں آتا
 شبنم کی طرح سے ہیں رونا نہیں آتا
 پھر دیکھے آتا بھی ہے دم یا نہیں آتا
 جو جاتا ہے بان سے وہ دوبار نہیں آتا
 اس پر بھی جدا ہیں کہ لپٹنا نہیں آتا
 کر سیر کہ موسم بہ دو بار نہیں آتا
 کچھ قرص تو بندے پہ پھارا نہیں آتا
 آجاتے ہیں لیکن کوئی دانا نہیں آتا
 افسوس کچھ ایسا ہیں لٹکا نہیں آتا
 کیا جانے مزا کیا ہے کہ جیسا نہیں آتا
 جب تک نہیں آتا اُسے غصا نہیں آتا
 پر خط بھی ترے ہاتھ کا لکھا نہیں آتا
 پر لب یہ کبھی حرفِ تمنا نہیں آتا
 کافر تجھے کچھ خوفِ خدا کا نہیں آتا

قسمت ہی سے ناچار ہوں اسے ذوق و گریہ

سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

ساتھ آہ کے دل بھی مع پیکانِ نخل آیا
 تھا کام تو مغل مگر آسان نخل آیا

کسی رنج کش کو دیتا تو کچھ اُسکو سود ہوتا تو پھر ایک عرصہ گاہ عدم وجود ہوتا تری بزم میں تو جلتا کہ تجھے بھی بڑھو پختی کعبہ تازک اُسکا کیونکر کو بار حرف اُٹھائے یہ حیات چند روزہ جو نہ سدا راہ ہوتی جو حسد کسی کو تجھ پر ہوتا ہے یہ تیری خولی نہ خاک ہوتا ظاہر جو سگنا اپنے دل کا جو میں سرگزشتہ اُنکو نہیں دینا سر کا شکل جو قریب زریکف میں کبھی ہوتے سر کف بھی ترسے در کی جھبہ سائی اگر اشک اپنے کرتے	دل سخت کاش کافر محسبہ الہیہ ہوتا تو نہ پھر ظہور ہوتا نہ کہ یہ شہود ہوتا جو بے عین اتحاد لکھ جلتا تو بلا سے عود ہوتا کہ جو صدائے تبسم سے بھی ہے کہو ہوتا تو پھر ایک عرصہ گاہ عدم وجود ہوتا کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا تو شرار سنگ تربت میں بھی اپنے دود ہوتا کہ وہ سر کف نہ ہوتا جو نہ دست جود ہوتا ترسے جان نثار کا سائین دست جود ہوتا سر قطرہ قطرہ پر اک افر جود ہوتا
---	--

کوئی زہر نوش محبسا نہیں ذوق پہونچا ورنہ
شجر ز قوم دوزخ میں بھی خشک دود ہوتا

اُس نے جب ہاتھ بہت رو دہل میں مارا آنکھ سے آنکھ لڑی پہنچے ڈرے دل کا دل کو اُس کا کل سچاں سے نہ بل کرنا تھا چرخ بدبین کی کبھی آنکھ نہ پھوٹی سو بار اُس لب و چشم پہ ہے زندگی و مرگ اپنی کون سناتا ہے تری زلف میں دلی فریاد عرس کی شب بھی مری گویہ دو بچوں کے	ہم نے دل نپا اُٹھا اپنی غسل میں مارا کہیں یہ جالتے نہ اس جنگ جہل میں مارا یہ سبہ محبت گیا اپنے ہی بل میں مارا تیر نالے لئے مرے چشم زحل میں مارا کہ کبھی دم میں جلا یا کبھی پل میں مارا کہ مسلمان کو ہے کافر کے غل میں مارا پتھر اک گنبد تربت کے کنول میں مارا
--	---

نواہر نہوا سید کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں لیا

جان تک ہر روز مانگ رہے مرد و لیسیر کا جس گھر میں بولڑائی و بان آدمی نہیں مجنون کی روح دشت میں مانند گرد باد ہیں اُس صمغ کے ملنے کے رتے تو سنیکڑوں دم آچکا لیون ہے ہے آنکھوں میں انتظار چھوڑا نہ ایک دانہ اختر سحر تلک کوٹھے پہ اُن کے خوب بچے آج رات کو ہوتے زبان حال سے مصنون ہیں دعا	بھلے ہیں سخی شکار کئے پر بھی شیر کا کاشا سمجھے سید کا یا گل کسیر کا کرتی طواف حتی ترے مجنون کے ڈھیر کا پر کوئی راست ہے کوئی رستہ ہے پھر کا بے دید جلد آ کہ نہیں وقت دیر کا گردون کو لگ گیا جو مزا شب ٹھنیر کا تھا ہاتھ آ گیا جو سہارا مسند پر کا جس میں نہ اختلاف زیر کا نہ زیر کا
---	---

زباں ہے ذوق خرقہ درویش مرد کو برقع کبھی نہ پائے گا نامرد شیر کا	
--	--

دریاے اشک چشم سے جس آن بہ گیا بے گداز عشق کہ خون ہو کے دیکے ساکھ زادہ شراب پیئے سے کافر ہوا میں کیون ہے موج بھر عشق وہ طوفان کہ کھینچا دریاے اشک سے دم تھریرا دل یہ رونے پھوٹ پھوٹ کے پانوں کے آئے تھا تو بہا میں میٹھ پر اس لب کے سامنے کشتی سوار عمر میں عسر فنا میں ہم	سن لیجیو کہ عرش کا ایوان بہ گیا سینہ سے تیرے تیر کا پیکان بہ گیا کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہ گیا بیچارہ مشت خاک تھا انسان بہ گیا کشتی کی طرح میرا قلم دان بہ گیا نالہ سا ایک سوے بیابان بہ گیا سب سول تیرا لعل جھٹان بہ گیا جس دم بہا کے لے گیا طوفان بہ گیا
--	--

تھا ذوق پہلے دلی میں پنجاب کا سا حسن پراب وہ پانی کہتے ہیں ملستان بہ گیا	
---	--

مرد عاشق پہ گیا اس غرت شمشاد کا غل مجا با قسریں نے ہے مبارکباد کا	
--	--

شب مجھے تہیہ جو کیا تو بہ کا ساقی	مغرب سے سحر مہر درخشان نخل آیا
عصمت بھی ہے کیا تھے کہ لکھنؤ یف کنگا	دریا سے مقفل سے عزیزان نخل آیا
تنگ آکے جو دم تن سے نکلیاے تو جانوں	نزدان سے کوئی قیدی زندان نخل آیا
باتھ آئے نہ قسمت کے سوا گوہر مقصود	دریا سے تھی خجستہ مرجان نخل آیا
رات آہ میں یوں سینے سے اک شعلہ سا چمکا	میں نے تو یہ جانا دل سوزان نخل آیا
ناقوس یہ کس دلسے کیا نا لہ جان سوز	پیان دہکا دھوان آہ سے بجان نخل آیا
نخاکو چہ قاتل میں شہادت کا دہینہ	اکھو داجو کنوان گنج شہیدان نخل آیا

دل رکھ کے کہیں ذوق کا ہم بھول گئے تھے

نخاکم وہ کسی دن سے مگر بان نخل آیا

ہر اک سے ہے قول آشنائی کا جھوٹا	وہ کافر ہے ساری خدائی کا جھوٹا
بناتا ہے آئین الفت میں تجھ کو	یہ شیوہ تری بیوفائی کا جھوٹا
نہ سند ڈال خار آبلے میں کہ ہو گلا	یہ ساغر سے کسر بانی کا جھوٹا
نہ کیوں تیرے دانتوں سے جھوٹا بھوتی	کہ دعوت کیا تھا صفائی کا جھوٹا
مجھے نعمتِ خلوت سے بھی ہے بہتر	ترے در پہ ٹکڑا گداہی کا جھوٹا
ترا قول ہاتھوں میں چمکا رہا ہے	لیکن خاتمِ دلبر بانی کا جھوٹا
رٹائی ہوئی جب کہ دامن تک اُسکی	ہوا باتھ اپنی رسائی کا جھوٹا
مڑے لیکے پوے اگر موت پاوے	یہ پانی مرصعِ حسدائی کا جھوٹا
اڑا کر کیا رنگ الفت کو رخسارے	یہ ساغر سے دلبر بانی کا جھوٹا
گئے طاق ابرو میں تھے حضرت دل	تو دعوتے ہوا بار سائی کا جھوٹا

خدا جانے ہے ذوق جھوٹا کہ سچا

مگر وہ نہیں آشنائی کا جھوٹا

نجل اپنے گناہوں میں یا تنگ کہ جب رویا	تو جو آنسو مری آنکھوں سے نکلا سر فرو نکلا
گھسے جب ناخن تدریر اور ٹوٹی سر سوزن	مگر خدا دل میں جو کا شانہ وہ ہرگز کھو نکلا

اے عیار پایا میرے ذوق ہم جس کو	
جسے پاں دوست اپنا بنے جا نادرہ حد و نکلا	

جب بھجان ہوں کو چہ قافل میں لوٹتا	قافل ہے لوٹنے پر مرے دل میں لوٹتا
بیلی کے شوق و وصل میں بھنوں کو دیکھتا	کیا کیا ہے راہِ ناقہ محفل میں لوٹتا
غیروں سے دیکھ دیکھ تری گر مجھ شیان	میں آگ پر ہوں رشک سے محفل میں لوٹتا
دی لب نے ترے غنچہ کو اکسیر مسکرات	گل ہو کے ہے جو پائے عنادل میں لوٹتا
کعبہ کا رخ ہے اور ترے در و فراق سے	میں اے صنم ہوں پہلی ہی منزل میں لوٹتا
دل کا ساہوتا گر در غلطان کو اضطراب	پھر تا نام دامن ساحل میں لوٹتا
سودا بیوں کے دل پر تری یاد زلف میں	اک سانپ سا ہے قید سلاسل میں لوٹتا
کس کس مزے سے لوٹتے ہیں سیکدہ میں ست	ہے ایک کے جو ایک مقابل میں لوٹتا

بے آب تیغ ماہی بے آب کی طرح
بے ذوق دل ہے سیٹھ بسمل میں لوٹتا

عالم ہے زندگی میں زمانہ شباب کا	کھن میں برگ برگ ہے پھول آفتاب کا
جلوہ ہو کیونکہ خاک پہ تابِ عتاب کا	جلتا نہیں ہے برقی سے دامن عتاب کا
اے گلِ غنچہ چھڑنا دامنِ سحاب کا	دیکھو چھلک رہا ہے کسورِ گلاب کا
اس گلِ بغیر طوطی بسمل سے کم نہیں	سیر و مزارِ عاشق پر اضطراب کا
عہد پارہ دل ہے گنجدہ عشق ہو گیا	اور ہر ورق پر نقش ہے حکمِ آفتاب کا
دل جلون کے واسطے یا نہ بزنجیر کا	اوتا مگر کمال ہے مزعِ کباب کا
پکے اگر عرقِ گلِ رخسار سے تر سے	اور یا میں ہر حباب ہر شیشہ گلاب کا

<p>خوب طوطی ہوتا ہے ان دونوں صیاد کا ہے بجائے شور ماتم غل مبارک سباد کا کشتہ کرنا سخت ہی مشکل ہے اس فولاد کا کوہ کے چشموں سے ہوتا خون دان فراد کا کام لے موج نگہ سے سیل اُستاد کا ہو گیا میرا کفن جامہ مگر حصاد کا دیکھ لو آزاد کو یہ حال ہے آزاد کا آب زہرہ سخت جانی سے مری فولاد کا کیون نہ میں کشتہ ہوں ایقاتل تری سرباد کا حال میرا ہے بعینہ آسیاے باد کا لے اڑے گاشوق پاہوسی سے جلا د کا ابجد عالم میں گویا تھا الف آزاد کا تو تو شاگردی میں بھی استاد کا</p>	<p>ہے قفس سے شوراں گلشن تک فراد کا روز مرگ عاشق ناشاد ہے شادی کا دن آنج سے تلوار کی ڈرتا نہیں یہ سخت جان کچھ گداز عشق میں ہوتا اثر تو دیکھتے ہو سبق آموز شوقی گرہی کو چشم شوق سوزش غم سے ہزار دن داغ بل جگر پڑے سرد موج آب جو سے پائے دز بخیر ہے آبہاری ہے نری تلوار میں یا ہو گیا یاد کرتا ہے بھی کو پہلے وقت قتل عام میں ہوں جگر میں لگی جس دن سے دنیا کی ہوا سر ترے کشتہ کا دیکھے گانہ بر گزردے خاک سلسلہ میں لفظ و معنی کی نہ آباد کہی ہوں تو ہے استاد شیطان پر کھون کیا ٹھکان</p>
--	--

ذوق حیران ہے بہت فکر شاد کا رین

یا علی مشکلک شاہ وقت ہے اعداد کا

<p>دہان زخم سے خون ہو کے حرفہ رز و بکلا خدا جانے کہ ہر کا جاندا آج آماہ و کلا اگر خورشید نکلا تیرا گرم جستجو نکلا کہ تھا لبر ز غم اس نگرہ کے جو سو نکلا رہی حسرت کہ دم میرا نہ تیرے روبرو نکلا بھر آہل ہی میں دیکھا نکل ہی میں تو نکلا</p>	<p>میرے سینہ سے تیرا تیر جلا ہے جنگجو نکلا مرا گھر تیری نزل گاہ ہوا یہ کمان طالع پھر اگر آسمان تو شوق میں تیرے ہے سرگردا بے عشرت کا تھا خندانہ افلاک پر دھوا ترے آتے ہی آتے کام آخر ہو گیا میرا کہیں نہ جھکوں پایا اگر چہ ہے اک جان ہوندا</p>
---	--

خار و حشمت ہے کہو چھڑ دے دامن دلکا وہ جہان میں آئینہ رخ کے گئی جان نکل سے جنوں تو بھی ہو دنیا میں بوسہ نہ خراب تکلم سنی کا بکھر جائے ابھی حرف خندہ عام کو سینا کے لبوں پر رکھ دو	بے خط جاوہ تھا چاک گر جہان میرا رو گیا بلے کھلا دیدہ حیران میرا خاک و رخاک کیا حنائے ویران میرا باز صحن گراہل سخن حال پریشان میرا دیکھ بھر سنتا ہے کیا کیا لب خندان میرا
--	--

ایسا رونما مجھے سننے سے مبارک ہو ذوق
دیکھ خندان ہو جو وہ دیدہ گریان میرا

رکھتے تھے جو کشور کسراے و قیصر زیر پا اے جنوں ہم با برہنہ گرم پتھر زیر پا تم جلو رکھ کر جو سب را دیدہ تر زیر پا خاک ساری کو ہماری تل گئی اکسیر عشق میری آنکھوں کو ملو تم لے کے تلون کے تلے ہے ناز کشہ قاست بجائے جانمان زیر دست بر بھی ہے موذی سے لازم احترام میں ترے مجنون کے مرگان دای حشمت کیا بوند گل سندی کے گلین شک گل گھلون میں تو خاتمہ عاشق کا دیتا ہے تو واجب ادب میں ہوں وہ کشتی شکستہ بحر الفت میں صبا	ہے انہی کا آج سر بانج وافر زیر پا دو پہرے سایہ بھی بیٹھا ہے چھپ کر زیر پا پل ہوں بحر اشک پر مرگان سرا سر زیر پا اب تو پارس ہو گا جو آئینا پتھر زیر پا کیون نشہ میں توڑتے ہو رکھ کے ساغر زیر پا اے قیاست لا بچا دامن محشر زیر پا جب دے گا سانپ کا ٹیگا مقرر زیر پا راہ آنکھوں کے نکل آئے ہیں چھپ کر زیر پا آکھڑا ہو رکھ کے میرا کاسہ سرا سر زیر پا اپنے کفش پا کو رکھ لے پاسے باہر زیر پا ایک تختہ رہ گیا ہے جس کے بچ کر زیر پا
--	--

✓ قصر تن کو ذوق سب غارت کر گیا ایک دن
چونیشوں کا پھر رہا ہے جو لشکر زیر پا

دشمن جان یک بیک سارا زاع ہو گیا	ہائے تاثیر محبت پر ستم کیا ہو گیا
---------------------------------	-----------------------------------

اے آفتاب تیرے بیخ تابناک سے	کیا کیا چکر رہا ہے ستارہ حباب کا
•	ہوتا ہے دل جلون سے کہیں ذوق ضبط آہ
	سوج و خان سے ضبط نہ ہوتا سچ و تاب کا
نالہ جب دل سے چلا سینہ میں پھوڑا اٹکا	چلتی گاڑی میں دیا عشق نے روڑا اٹکا
جلد آ وعدہ دیدار پہ اسے وعدہ خلاف	کب تک انکار ہے دم آنکھوں میں تھوڑا اٹکا
تو سن عمر روان ہر نفس اڑتا ہی رہا	کبھی سیدان فنا میں نہ یہ گھوڑا اٹکا
بھاگا مجھوں مری دشت سے گولے کی طرح	سلے میرے ذرا بھی نہ بھگڑا اٹکا
	لے گئے موکے بھی اسے ذوق رکاوٹ لہن
	ہاتھ تلوار کا جو بار نے چھوڑا اٹکا
ہر کام پہ لکے ہے وہ یہ ہوش نقش پا	ہو خاک عاشقان نہ ہم آغوش نقش پا
اقتادگان کو بے سروسامان نہ جانو	دامان خاک ہوتا ہے روپوش نقش پا
اعجاز پائے تیرے عجب کیا کہ راہ میں	بول اٹھے سندھ سے ہر لب خاموش نقش پا
اس رہ گزرتی کس کو ہوئی فرصت دعا	بیٹھے ہے نقش پا بسر دوش نقش پا
جسم نزار خاک نشینان کو سے عشق	یون ہے زمین پہ جیسے تن و توش نقش پا
فیض پر بہنے پانی مجھوں سے دشت میں	ہر آبلہ بنے ہے دُرِ گوشش نقش پا
	پا بوس درکنار کہ اپنی تو خاک بھی
	پہنچی نہ ذوق آکے ہم آغوش نقش پا
جل اٹھا شمع غلط تارِ گرجبان ہوا	آہ روشنی نہ ہو کلاہ حسن ان ہوا
لے لے دیکھا جوب زخم تو بولافتل	آج تیرا ہے دہن اونٹن کد ان ہوا
کر کے بیل مجھے کس ناز سے کتا ہے دشمن	دیکھ تریجو نہ خون سے کہیں دامان ہوا
اسے جنونِ ذوق سے سوار آنکھوں دشمن کر دیا	مہر گردون ہو جو داغ دلی سونان ہوا

چھپرہ اوج فنا پر وہ گراسا یہ منط کو سے جانان میں چل جیسا گیا فوج زلف کستی ہے در گوش سے دکھلاؤ کوئی کچ ادائی گئی کب ہم سے ترے ابرو کی اشک کو بیتا نہ دامن میں تو کیا کرتا میں حاجپہا شرم سے غلطات میں جوابیات کو سے جانان سے ہم اور غلط سے آدم غلط	پاٹوں اس کوٹھے پہ ہے سب کا بھٹکتا ہم نے نہ کچے کو بھی ایسا نہ بھٹکتے دیکھا گر سر بھینٹے ناگن کو ہوسٹے دیکھا شلع آہو سے ہے خم کس نے بھٹکتے دیکھا کا ہوارہ میں یہ لڑکا نہ بھٹکتے دیکھا تھکو دانٹوں پر مسی ہے کبھی ملے دیکھا اُن کو دیکھا نہیں پر ہم کو بھٹکتے دیکھا
---	---

خانہ دل کے سوا آتش غم سے اسے ذوق
سانے آنکھوں کے گھر کس نے ہے جلتے دیکھا

بزرگ گل صبا سے کب کھلا دیکر دل میرا خط عارض کا تیرے رات دن جو دھیان لگا ورق پر سینہ کے کھینچا ہے تارا شک سے سطر سنبھالے رکھ ذرا اسے آسمان دیکھ پئے اس کو بتوں کی سر دھری نے کھلا دی غفران لیکن تری چشم فسون گرنے کمان سیکھا تھا جانا تصور میں کسی تیغ نگہ کے کشور اُلفت تو گر حسن کی دولت سے تم ہو بن گئے پارس کبھی منت کی زنجیر انکو پہنے اُس نے دیکھا تھا نشان نور پہنے ہے قاتل ذرا سا خون لگا نہیں	کسے بلخ جان میں چھتہ تصویر دل میرا ملاوت کرنا ہے قرآن بالتفسیر دل میرا کر گیا شمع در عشق کی تھریر دل میرا زمین پر کھینچا ہے نالہ شبگیر دل میرا کرے کیا گر مجھوشی ہو گیا کشمیر دل میرا کیا ہے اک نگہ میں ہے پری تھیر دل میرا ہوا تھیر کر کے صاحب شمشیر دل میرا ہوا ہے کیمیا سے عشق سے اکیر دل میرا سے اب تک پہنے تارا شک کی زنجیر دل میرا تیاست میں ترانا ہووے داسگیر دل میرا
--	---

جون کا عشق ہے گرد ذوق تو ساری خدائی میں
کر گیا شہر شہراک ان سے بچھے تھیر دل میرا

<p>تم میں تھا یا مجھ میں متبادل پھر کہو کیا ہو گیا جس کو اسے ظالم تری مرگان کا لکھا گیا سب سے اُن سے دوستی کی وہ میں کہتے دشمنی باد و ٹھکانے نے نگِ رُخ کو روشن کر دیا جب اُٹھتا باوت تیرے کُشتِ حسرت کا آہ تم نے کل عزم سفر کا ہم کو تھا بھیجا پیام پھر حلو اسے حضرت دل ہو چکا ملنا بس اب مزا جینا ایک جہان کا ہے نگاہوں پر تری خط لکھا مجھ کو تو اُس میں نام بھی پورا نہ تھا وہ تو خود شعلہ تھا جب میں نے کہا ہو شعلہ خو غیر کے گھر میں سے تو اُدھر اگر پہنچا تو کیا گرم ہو کر آتا ہے سند پر مرے طفلِ ہر شک کر دیا شیخِ نگہ نے ایک عالم کا ہے خون یا دزلفِ عزیز میں رات بہ آہن بھر میں</p>	<p>ول کے جانے کا تو عالم کو دچھٹا ہو گیا سو کہہ کر آیا ہوا دُلا کہ کاٹا ہو گیا دیکھو کیا سوچا تھا ہے اور ان کیا ہو گیا پہلے تھا گلزبان کھڑا پھر بھبھو کا ہو گیا مشہور ماتم تھا کہ اک عالم میں برپا ہو گیا لو سفر بان آج دنیا سے ہمارا ہو گیا آج گھر میں غیر کے پھر اُن کا رہنا ہو گیا جس نظر سے آنکھ بھر کر تو نے دیکھا ہو گیا کیا کہوں قسمت کا لکھا آج پورا ہو گیا اس لطیف سے بھرک کر آگ دہا ہو گیا تیرے جانے کا تو اک عالم میں چرچا ہو گیا دیکھ کیا اسے چشمِ ترا بتر بہ لڑکا ہو گیا نام بد نام اسے صنم نامن قصا کا ہو گیا گنبد گردن سے سارے کا سارا ہو گیا</p>
---	---

ذوق نے بوزلف کو چھڑا تو لے مجھے قسم
تو نے خود چھڑا اُسے اور برم اتنا ہو گیا

<p>کوہ کے چشموں سے اشکو نکلتے دیکھا ضعف سے سینہ میں آتے یہ مراد جس طرح تھا میں اس بلوغ میں نخلِ گلِ انشبازی اُس رخِ دزلف کے آنکھ نہ ہوا نہ کو فروغ اسے صبا جفتش سبزہ کے سوا کس کو بھلا</p>	<p>اسے صنم پر ترا پھر نہ پگھلتے دیکھا ریگ کو شیشِ ساعت میں نہ چلتے دیکھا پھولتے دیکھا مگر آہ نہ پھلتے دیکھا آگ کے کالے کے دبا کئے ہے جلتے دیکھا سورج چل گورِ غریبان پہ ہے پھلتے دیکھا</p>
--	---

شیبہ دل میں ہے کیا چمکا شرار عشق بار	شیبہ گر رکھ تو بھی شیبہ کہنے غر سے جدا
خط تخریج تازی ہو گیا اُرتے ہی آہ	جون پر کمزور بادِ دوستے کبوتر سے جدا
حضرت آدم کو شیطان نے کالاً خلد سے	غیر نے ہلکے کیا ہے کسے دلبر سے جدا

ذوق ہے ترک وطن میں صاف نفیض آبرو	
بکتے پھرتے ہیں گھر ہو کر سمندر سے جدا	

مختہ دل اور اشکِ دردِ بزمِ دونوں جدا	ہیں روانِ دو جسمِ دونوں بزمِ دونوں جدا
میں نہ چکوا ہوں وہ چکوی پھر یہ آخر کس پیے	رہتے ہیں شبِ تاسخِ دونوں بزمِ دونوں جدا
وصل کی شبِ نکمتِ دگل کی طرح ہم اور وہ	رہتے ہیں باہد گر دونوں بزمِ دونوں جدا
شکلِ عکسِ دائرہ تیرا خیال اور میرا دل	آئے ہیں سب سے دونوں بزمِ دونوں جدا

ذوق ہیں سلفینہ میں اوراقِ جلاجلِ طرح	
دلِ حسیلِ باغِ شہرِ وطنِ بزمِ دونوں جدا	

اصل لبِ دندانِ صنم کا دل ہے جب سے خیال کیا	ختمِ کلم کیلے ہے گویا ہم نے زبان کو لال کیا
لیگا دلا اس عشق سے کیا تو جس نے ہے کوہِ دگر میں	مجنون کا وہ حال کیا غریب کا ہے وہ حال کیا
پھر تپا ہے تو اے چاند کے ٹکڑے بسکہ شبِ دلاکھنوز	دلنے روشن ہو کے شبِ قیامت کو سے موزول کیا
تشِ گلِ مہرِ روشنِ بیاں چکا چکار دلا چوٹ	موسم گل نے کیا ہنگامہ گوم ہے اب کے سال کیا
سادہ و خونِ گلی جو محبت تیری ہی تھی یہ دہلی	سندھِ سکر اس شوق کے اپنا کالاسنہ آخال کیا
موتلم ایسا لاؤں کہاں کہ جو یہ کرے غریبِ ظہین	حال تو دیکھو تم نے مجھے ہر موئے تن سے وبال کیا
نامہ یار کو کہ دیکھو تو جہم میر سے زیرِ کفن	نامہ جواب نامہ ہے اپنا دہان جو کس نے سوال کیا
شعِ منظرِ خارِ حیدر کی اُچھی لگی جاتی ہے	یون میں تیرا لبِ تھاگر تو ناخ کیوں بال کیا

اے دل میں رہ جگر میں تھو میں اسلوبِ بہرِ فغان	
عشق نے اس کے ذوقِ ہمارا دیکھ لو ہے یہ حال کیا	

<p> اُن سے کچھ وصل کا ذکر نہیں لانا اچھا تم نے دشمن ہے جانا ہمیں جانا اچھا پھول گل بندھی کے لالا کے نہ ہاتھ نہیں ملو طائر جان کے سوا کو چہ جانان کی طرف طاق ابرو کے تصور میں دلا کھینچ نہ آہ ہم گمان دیکھو کچھ اس میں بھی نہ ڈالیں غنہ آتش عشق ہے سینہ میں بلی دیکھ اسے چشم سہیل چورہ کر کے قناعت کہ لبشکل سہ نو مرغ دل نے نگہ پار سے پوچھا اُنکر یان تو دم میں نہیں دم اور وہ لیے تیغ دوہلا طیرہ شمشاد دکھاتا ہے تری زلفوں کو ساقیا ابر ہے آیا تو بڑھا خسم پر ہاتھ جل کے گر قطرہ خون ل کا ہوا اشک آلود گردش عمر میں نسیم سلیمانی کا </p>	<p> وہ جو کچھ کہوین تو تم بھی کہے جانا اچھا یارِ نادان سے تو ہے دشمن دانا اچھا خون عاشق نہیں مرقد پہنسا نا اچھا نامہ بر کون ہے جو کچھ روانا اچھا سمت کعبہ پہ نہیں تیر لگانا اچھا روزن در سے نہیں آنکھ لڑانا اچھا اب نہیں دامن مژگان کا بلانا اچھا چھوڑے آدمی تو نہیں ساری کو جانا اچھا پھر بھی کہنا کہ لگاتے ہیں نشانا اچھا کتے ہیں دیکھو نہیں دم کا چڑانا اچھا لاؤ اڑہ کہ یہی اسکو ہے شاندا اچھا کہ گھٹا میں نہیں ہمت کا گھٹانا اچھا تو نہیں نیچہ مژگان سے گرانا اچھا آج اک ہاتھ لگا ہے مرے دانا اچھا </p>
--	--

سانے یار کے اے ذوق بانا آنو

ہے تو جاہت کے جتانے کو ہرانا اچھا

<p> دیکھ چکے ہے شر ہو تیل ہی پتھر سے جدا بدنام ہے گر رکھیں مینا کو ساغر سے جدا سر جدا ہوتن سے یہ سودا ہوسر سے جدا ہون تر پ کر حزن شر ہر نکتہ دفتر سے جدا قطرہ خون بھی نہ ہو گا نوکِ نشتر سے جدا </p>	<p> چاہے عالم میں فروغ اپنا تو ہو گھر سے جدا کیجو مشاطہ نہ سبزہ گوشِ دل سے جدا دل مرا بار بار بنو زلفِ مستبر سے جدا لکے خراج سوزشِ ہجران جو تیرا بیقرار خلاق پاسے نگاریں ہوں میں خود ازاد </p>
--	--

<p>ہو جان کشتہ مژگان کا تھارے مدفن عاجزی سے ہے آئے نہ ہوا میں کمزور مقصد پر داز کرے کیوں نہ مرا طائر روح خط ترے شکار رخسار پہ ہے مسجور خاک دل سوختہ یک مشت ہو گر صدف چمن رخ روشن پہ عیان ہیں جو عرق کے قطرے درفشان وقت سخن ہیں لب نگین تیرے شک گرم ایک بھی دریا میں جو ٹپکے میرا آسمان سخت مزاجوں کو ہنر دیتا ہے سر کٹانے میں مزاد وہ ہے کہ جی چاہتا ہے</p>	<p>حوض سبزہ ہو دان خاک سے نشتر پیدا سوت ہے جونی کی ہو دین اگر پیدا تیرے خمر سے جو پہلو میں ہو نشتر پیدا در نہ ہو سبزہ بھلا آگ پہ کیونکر پیدا ہو دین غنچوں کی جگہ باغ میں اگلر پیدا کیا تماشا ہے کہ دن کو ہوئے اختر پیدا ہوتے گویا ہیں بہان لعل سے گہر پیدا جاے ماہی ہوتے آب سمندر پیدا دیکھ لو ہوتے ہیں فولاد میں جو ہر پیدا سر ہر موے بدن ہو دے جدا سر پیدا</p>
--	---

<p>بے کمین ہوتی نہیں زیب مکان کی لے فوق خانہ اول ہے تو کر لو بیخ و بس سر پیدا</p>	
--	--

<p>تہے ہاتھوں کوئی آواہ اسے گردن ٹھہریگا جو تھک کر ناقہ لیے سر ہاموں نہ ٹھہریگا وہ دولت کر طلب جس کے دل ہو جائے ستمی گرا ہوں چشم ساقی سے مری تصویر میں بھی کر سر بالین سے ہدم کوئی دم تو ٹھہرنے دے تپانے ہو علاج اشک جو اس خال کا بوسہ</p>	<p>و لیکن تو بھی گر چاہے کہ میں ٹھہروں ٹھہریگا اگر سو کو س ہو گا بھڑ تو محبہ نون ٹھہریگا اگر ہاتھ آئیگا کھینچنے قارون ٹھہریگا بناو بیگا کوئی جام سے گلگون دٹھریگا ابھی سے کیا کہوں حال دل محزون ٹھہریگا طیبو آب نزلہ ہے کہ بے ایون ٹھہریگا</p>
---	---

<p>یہی ہے دل کی بیانی تو بعد از مرگ بھی قافل نہ ٹھہرا ہے زمین پر عاشق محزون ٹھہریگا</p>	
--	--

<p>قتل کرتی ہے نگہ شہرہ مخا و یار کا سچ کہا ہے بارہ کاٹنے نام ہو کوار کا</p>	
---	--

<p>بھرتن کیا کیا مرین ہے سنگدل پیدا ہوا نیرہ بختی بھی اُسی دن اپنی روشن ہو گئی یا الکی کیا کمون تیری عنایت کے سوا غیر کے چھتے سے دان تو نے جو گل کھائے تو یا اُس لبِ لعلین پہ ہے یہ جلوہ مذکب سی کر کے وعدہ رات کو جو راہ سے تو بھر گیا</p>	<p>ہوئی ن پیدا ہوا آزار سل پیدا ہوا دوسے تباہی پر تمھارے جہاں تل پیدا ہوا مین نے کیا ایسا کیا جوابِ دل پیدا ہوا وانع بازہ دانع دل کے متصل پیدا ہوا یا کہ نافرمان دلالہ مشعل پیدا ہوا ہو ہم کیا دل مین یہ اسے پیمان کسل پیدا ہوا</p>
---	---

خاکساری لے اُسی دن روشنی پانی تھی فوق
آدمِ خاکی کا جس دن آب و گل پیدا ہوا

<p>رکھ دل جلون کی خاک پہ تو با فراغ پا تو باغ مین رکھے اگر اسے رشکِ باغ پا وہ اور میرے گھر مین رقبہوں کو لے کے آئے گر کوئے بار مین نہیں ملتا پتا تو پھر دیوگی بھوٹ بھوٹ کے ہر چشمِ ابلہ ہم دل جلون کی خاک پہ رکھیو نہ تو قدم اُس گل سے گرا حازت پا بوسِ بھویب اُچھلے ہے شیخ و جد مین اس طرح بار بار ساتی کا دور چشم ہو گر زکستار آب سے جی مین آب جو منظر اسے سر و خوشنم</p>	<p>سوزِ درون ہی ہے پہ ہونکے نواغ پا بھرتائے وان خزان تو وہ مین ہو دینغ پا بیل کے آشیان مین کھے حیفِ نواغ پا تو کوئے زلفِ یار مین دل کا سراغ پا جوشِ جنون مین رکھ نہ سو کوہِ دروغ پا اُس سے تو ڈال دیو جو سیانِ ابلغ پا ہو جائے چوم چوم کے دلِ باغِ بلوغ پا جس طرح بد گام ہو گھوڑا چراغ پا پائے حبابِ آب روان سے ابلغ پا دھو دھو پیا کرین ترے شبِ دماغ پا</p>
---	--

سے فوق کیون جین مین وہ گلِ جلے جیکے ہون

رنگِ حلسے غیرت صد پائین باغ پا

<p>تجھ کو یوسف سے کیا حسن مین برتر پیدا</p>	<p>گر کیا اسکو عیبِ تجھے کافر پیدا</p>
---	--

کیا کہیں اُس سے جو ہو ہم سے زیادہ جانا بولتا بڑھ بڑھ کے اتنا کیوں بھرست غرور کرتا ہے جب نالہ اپنا عالم بالا کی سیر	وہ ارادہ ہے ہمارا بے ارادہ جانتا گر بڑا بول اپنا قاضی کا پیادہ جانتا ہے غلک برکھستان کو خط جادہ جانتا
آفتاب حسن کو کیا خاکساروں کا ہو درو پافتا وہ کا ہے درد از پافتادہ جانتا	
کروں دردِ آشتا کیوں نکر دل احباب اپنا سا بلک سجدہ کریں آدم کو کیا فترہ نوازی ہے	بلا سے جیسا میں ہوں دھونڈوں میں مثالی اپنا ویا بندہ کو اپنے اُس نے خود آداب اپنا
آنا تو خفا آنا تو زلّا حباب نا کیا طبع میں جودت ہے چٹ دگی اڑا جانا	آنا ہے تو کیا آنا جانا ہے تو کیا جانا ہو نمٹوں کا بیان بلند دہان بات کا پا جانا
اے دل راہِ عشق کشادہ سمجھ کے جا خیاریوں سے بار کی نالان ہے کیوں دل	یاں اژدہا ہے ہر خط جادہ سمجھ کے جا سکو نہ اپنا دوست زیادہ سمجھ کے جا
اگر رقصان نہ سراپا سخنان یار پر دیکھا یہاں باریک بین و ناخوان ہیں اس قدر دیکھا	تو سر بازی کا اپنے کیا ناشا اپنا سر دیکھا کہ ہوا اُتیسویں کا سب کو منظر نظر دیکھا
رہیگا نشہ لبِ سیراب پس نہ ہو دیگا گوئی اسے لالہ رواں حسن کا قتل نہ ہو دیگا	میر جی تک اب خجرتِ اسخ ہو دیگا اگر مہر گواہی میرا داغِ دل نہ ہو دیگا
جہانمئی کے رات تجھ بن رہ پیر دکھایا تھا بچھ کواہستانی پر دھوپ میں بٹایا تھا	

نہ ہو تو زنجیر نہ کر اٹھا زنجیر نہ کر

نہ ہو تو زنجیر نہ کر اٹھا زنجیر نہ کر

گر دکھاؤں عالم لہجے نالہا سے زار کا	کام لون ہر تار موسے تار موسیٰ تار کا
کوچہ زلفِ بنان میں لہجہ کا کہیں	بوچتے ہو کیا ٹھکانا اُس جلالیٰ غبار کا
کعبہ کے دیوار دور سے لڑکے جلوے ٹھین	گر پڑے سایہ مہرے بچانہ کی دیوار کا
آنسوؤں میں شمع بالین سے بونے ہیں چہرے	میں شہید ناز ہیں کس آتشیں رخسار کا
استخوان اس سوختہ جان کی نہ کھانا زینہار	
اسے ہمارے رزق سے مرغانِ آشوار کا	
نالہ بیل میں گر سپید اثر ہو جائیگا	خندہ گل خندہ زخمِ جگر ہو جائیگا
کشتی بھر شاد ت ہے ترے لہلہ کو تیغ	اب ادھر سے دیکھنا دم میں اُدھر ہو جائیگا
ہم نے جانا تھا کہ قاصدِ جلد لائیگا خبر	کیا خبر تھی جا کے وان جو دے خبر ہو جائیگا
نخل تو دیکھو مصوّر کھینچے گا تصویرِ بار	
آپ ہی تصویرِ اس کو دیکھ کر ہو حساب لائیگا	
آدم دوبارہ سوے بہشت برین گیا	دیکھو جہان خراب ہوا پھر وہیں گیا
وینا گئی کہ عشق میں ایسا مچ دیں گیا	وہ مل گیا تو جانے کچھ بھی نہیں گیا
خورشید وار چرخ پہ جمکا کوئی تو کیا	آخر کو پھر جو دیکھا تو زیر زمین گیا
دیکھا کہیں نہ اسکو جو دیکھا تو اپنے پاس	
میں دور دور جوں نگہ دور بین گسپا	
کیا کیا مزانہ تیرے ستم کا اٹھا لیا	ہم نے بھی لطفِ زلمہ کی اچھا اٹھا لیا
یوں لاسٹے وان سے ہم دلِ سیارہ کر جمع	دیکھا جہان پڑا کوئی ٹکڑا اٹھ لیا
جو بار آسمان وزمین سے نہ اٹھ سکا	تو نے غضب کیا دلِ شہید اٹھا لیا
سر ہم نے جب سے پائے صدم پر ہے رکھ دیا	
دونوں جہان سے دستِ تنہا اٹھا لیا	

ہاٹھ آکر دل دھنسی ہو کوئی چھوٹ گیا	ہوس صید سے صنیاد کا جی چھوٹ گیا
لگا ہے تیر دل پر آہ کس کافر کی مڑگان کا	نشان سونار کا معلوم ہوتا ہے نہ پیکان کا
دل کہاں جس پر گمان ہو غیچہ نقویر کا	ہے کوئی سینہ میں خون آلودہ پیکان تیر کا
چشم و نگہ کو تیر سے بدنام کیوں کریگا	مرگ و قضا کو تیرا عاشق نہ لے مرے
عہد پیری نے بھلایا دوڑ چلنا کو دنا	ہے طفلی کھیلنا کھانا اچھلنا کو دنا
سجد میں اُس نے ہم کو آنکھیں دکھائے	کافر کی دیکھو شوخی گھر میں خدا کے مانا
ہوئے انسان ہم در محبت کے لیے پیدا	فرشتے ہوتے گر ہوتے عبادت کے لیے پیدا
یارب یہ اس زمانہ کے لوگوں کو کیا ہوا	جس کا برا ہو اُن کو یہ کہنا بھلا ہوا
آج غصہ سے ادھر کو دستِ قاتل اٹھ گیا	بس بھروسہ ساز ندگی کا ہم کو اے دلی ٹھ گیا
آخر گل اپنی خاک در سیکدہ ہوئی	پہنچی دہن یہ خاک جہان کا خیر تھا
ہو گیا نامہ شوق اُن کو سباز بر میرا	کھل گئے ذبح جو وہ کر کے کبوتر میرا

بعد فراق کوئی دن ایسا نہ وصل کا ہوا	وہ کہیں تم کو کیا ہوا ہم کہیں تم کو کیا ہوا
آدمی گر ہو مکدر کیا قصور ادراک کا	خاک کا پتلا ہے یہ کچھ تو اثر ہو خاک کا
کیون کہہ کے کرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا	کہہ جو تجھے کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
وہ دیکھیں کس طرح ہے روزِ فرقت دیکھ کر جیتا	کہہ جو عاشق ہو تیرا تیری صورت دیکھ کر جیتا
بقیامت قدرِ آسے رشک گلشن بن گیا	آخر صبح قیامت خالِ گردن بن گیا
نشہ پندار سے ابلیس رہ گم کردہ تھا	ورنہ آدم میں دھرا کیا تھا وہی نر پردہ تھا
بعد کافِ عشق تھا جو دوس نکتب خانہ تھا	کاف کن کے ماسبق کیا جانے کیا تھا کیا تھا
مژہ پیکان کا ہے ٹکڑا کہ سری کا ٹکڑا	کھڑا ہے چاند کا ٹکڑا کہ پری کا ٹکڑا
مل بے گریہ گل میں ہو کر قدم گرٹنے لگا	اور قدم اکھڑے تو کیا دیکھا بھنور پڑے
لوگی طیش سے زخمِ جگر کا رات جو ناخاٹوٹ گیا	خاٹا جانِ مجھ بٹہ بپا تھا فرست پا کر چھوٹ گیا
ضبطِ گریہ تاسہ طرفہ تر دکھلا دیا	چشم کے کوزہ میں دریا بہند کر دکھلا دیا

بادہ صاف میں تباہے کہاں سے نکلا	عکس مژگان نر سیکش ہے خس عام شراب
مچکو دے ہوئے و نذران بھی پس زبوں لب	مجھے نفل نکین چہ نہ پس جام شراب
ذوق بلدی سے گھٹک سے بھر سا غزل	
لب نازک کو سے اُسکے ہوس جام شراب	

ہو بھر مدتوں جو ہو وصل اکیم نصیب	م ہو گا کوئی مجھسا محبت بن کم نصیب
ہوں تیری خاک کو جو تھا ہے قدم نصیب	کھا یا کرین نصیب کی میرے تسم نصیب
بہتر میں نا کھ نطف واکرم سے ترے ستم	اپنے زبے نصیب کہ ہوں ستم نصیب
ماہی ہوا ہوا ماہ ۱۰ دسے ایک یا ہزار	سیدان ہوں نہ دست فلک سے دم نصیب
بے خوش نصیب عشق میں ہے ہوا ہوا	جسکو کہ غم پر غم ہوالم برالم نصیب
غافل جو دم کی آمد و شدت سے نہ ہوتا	ہر دم ہے گجو سیر وجود و عدم نصیب
سومار چون غم ہو زبان شمع کی قلم	ک حرف ہونہ مثل زبان تسم نصیب
میں سیاہ خیمہ سبیل کے گرہ چہر	اے خوش نصیب تجکو طواف حرم نصیب
دے جسکو اپنے ہاتھ سے تو ایک جام سے	ساتی دے خدائے اُسے مثل ہم نصیب
ایمان ہے ترا شوق نفا جس کو یہ نہو	دیدار اُسے خدا کا نہو اے صنم نصیب

جاتے ہیں کو سے یار اب سبیں جو ہو سو ہو
اے ذوق آزماتے ہیں آج اپنے ہم نصیب

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب	کام چور اس کام پر سن منہ سے اجرت کی طلب
حشر تک و لبین ہی اس سر و قاست کی طلب	یہ طلب اپنی تھی یارب کس قلیت کی طلب
دل شگ جالے نہ جب تک و بھڑک جائے نہ جان	م ہو قلیان کش سوز محبت کی طلب
واسطے نفا را قاتل کے فرصت چاہیے	در بیان فرصت کہاں چکھے فرصت کی طلب
ہو مبارک خضر کو حشر چہ آہ اب بخت	سے بہین کسب اے سکندر اپنی نعت کی طلب

کچھ رازِ نہان دل کا بیان ہو نہیں سکتا

گو نگے کا سا ہے خواب بیان ہو نہیں سکتا

سبزہ خط اسے خطِ طرقت کھتا رسمِ الخط ہے

خطِ تباہ ہے خطِ آنی لکھے ہوئے پڑھ خط

رویف با سے موحده

بی بھی جاؤ وق نہ کر پیش پس جامِ شراب
لب تک اُسکے ہو ہوئی دسترس جامِ شراب
بھجھ کا سستی میں وہ صدا ہے جو جامِ شراب
باز گشتِ ایمنی ہے یوں جانبِ قسامِ ازل
دستِ بدست سے کی بوٹ کے فریادِ بدست
جو ششِ مستی ہے عجب قافلہٴ حسین کہ نہیں
خدا ہے شعلہٴ آرزو سے جل جانتے کہ
رات بھانے سین سانی ہو شے میں بھکا
مغِ دل نرگس سلگون کی ہے مرگِ گنہیں اسیر
دل شکستہ ہوں وہ میں ڈونگے ہوں سہمگر
ساقی اُس دو میں کب لکھ چڑھ سکدا ہے
نوشدارو سے ہی بہتر ہے دمِ مہجِ خمار
بے خبر قافلہٴ عیش گزر جاتا ہے
وہ بن چشمِ یہ مست کو ترے دیکھا
سمجھے بھانے کی عظمت تو نہ بیٹھے ہرگز
مخلِ مینا سے خدا جانے کہ ساقی کس کو

اسب چ تو بہ تربت دل میں موسیٰ جامِ شراب
بنگیا خال لب اُسکا نفس جامِ شراب
نکس خال اپنا جو تہہ نفس جامِ شراب
جیسے ساقی کی طرف باز پس جامِ شراب
نہ ہوا کوئی بھی فریادِ رس جامِ شراب
یہ شکست ایک قعدہٴ جرس جامِ شراب
تو اُڑا لبِ دل آتشِ نفس جامِ شراب
نفسِ شیشہ کو لگا لئے حسن جامِ شراب
تازہ مضمون ہے جو باندھوں نفس جامِ شراب
نام لکھ سے جو کوئی سیرِ پتہ جامِ شراب
رات بھر گشتِ کسب سے سیر جامِ شراب
ساقیا شربتِ فریادِ رس جامِ شراب
بے زبان ہے جو دیاں جرس جامِ شراب
ورنہ اتک نہ سنا تھا فرس جامِ شراب
سرِ حشید پہ اڑ کر نفس جامِ شراب
پہلے ہو بیٹھے تہہ پشید رس جامِ شراب

نئے زہت سے کام نہ زائد سے کہ ہم تو	ہیں بادہ کش عشق و سنے جامِ محبت
ایمان کو گرو رکھنے نہ یوں کفر کو لے سول	کاف۔ بنو گرو بدو اسلام محبت
کشتی بختی و فالو نہ کنان نفس پی پیری	سو نیا کسے تو نے مجھے ناکام محبت

سراجِ سمجھ ذوق تو قاتل کی کسان کو
چرخِ سر کے بھل اُس زینے بہ تا بامِ محبت

مجنون نے دی لگا جو سر خار زارِ پشت	پشت اب بجوم خار سے ہے پشتِ خارِ پشت
حور و ن کے گرو پختہ ام کاں سے پشتِ خار	کھلائے وہ پری نہ کبھی زینہارِ پشت
ماہی سے تا باہ بین دستِ فلک سے داغ	وان داغدار سینہ ہے یان داغدارِ پشت
پیدا فلک سے ایک بنو تجھسا ماہوش	نہ پشت تک تو کیا کہ بنو نہ ہزارِ پشت
بارِ زمانہ پشت پر لیکر سب کی طرح	سیدھی نہ کی فلک نے کبھی کیا بارِ پشت
ہو جائے ہے زیادہ گراں ساری گناہ	پیری میں جو سیدہ نہ کیوں بربادِ پشت
سینہ پر جو منہ پہ ہیں تیغِ نگاہ کے	دکھلاتے وہ کبھی نہیں اُمید دارِ پشت
تو رہے ہی کہ ایسا بنو بد مرگ بھی	لگنے نہ دے زمین سے دل بقرارِ پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چارِ پشت

رویفِ جیم تازی

بیمارِ عشق کا جو نہ تجھے ہوا علاج	کہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تر کیا علاج
سے وہ آزارِ محبت سے دلِ آزار کو رنج	جس سے خود رنج کو آزار ہے آزار کو رنج
دیدہ آبلہ پاک ہے یہی تو رونا	کہ نہ پہنچا ہو کہیں مجھے کسی خار کو رنج

دور رہ اور دیرست رہ سائے مثل بلال	شہر میں بکھلو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب
بڑھ گئی ہے حبش میں حرم اس قدر اپنی کہ ہے	غم یہ غم کی آرزو حسرت چسرت کی طلب
ہو کے دل ناز کا بسمل ناز پر دیتا ہے دم	کرتا ہے آفت طلب آفت بہفت کی طلب
جو حیات و زندگی کی چاہتا ہے مرغ سے	تو کبھی ہرگز نہ کر تو اس سے راحت کی طلب
اطن بادری سے جب پیدا ہوا تکلیف سے	یا ان کما ان راحت کہ تو کرتا ہے رحمت کی طلب

گر گلستان بہان میں تنگ ہے تو غنچہ دار	کر کشادہ دل سے اپنے ذوق و حسرت کی طلب
کرے ہے شرع کا پاس نہ حکم شراب	مرا م ہے نہیں لیکن نہک حرام شراب
یہ ایسا ماہ مبارک یہ ایسا کار سعید	شروع دیکھو کے گنجے رہ صیام شراب
خوش ہے نشہ دنیا کا ذوق معنی پر	وام معنی ہے اس سیکدہ میں وام شراب
کس بت نامہ رہاں کو ہے پسند اپنا قریب	اور داسما، الہی میں بھی ہے تو یار قریب

دلیف تائے مشائے

معلوم جو ہوتا ہیں انجہام محبت	لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نام محبت
ہیں دایع محبت درم و دام محبت	مترہہ تجھے اسے خواہش انعام محبت
ہر روز اڑا دیتا ہے وہ کر کے نقد و	دھچا را سیر قفس و دام محبت
ماند کباب آگ پہ گیتے ہیں ہمیشہ	دل سوز ترے بستر آرام محبت
کاسہ میں ظلم کے ذرے نام کو زہر آب	دھر کھینچے اگر تشنہ لب جام محبت
شوق حرم کو چپہ قاتل میں کھن کو	ہم جانتے ہیں جامہ احمر لہم محبت
کی جس سے رہ درسم محبت اسے مارا	پیغام قضا ہے ترا پیغام محبت

سہیہ یہ دانت رات نے بھج کر کھس گئے	انگو کے بچنے، منت بچنے زیب بان صبح
بوسہ پہنچے کی رات میں چائین سے جانوں	نزل پہ پہنچیں رات کو چون رہہ بان صبح
اب سیکھیں یہ ت کو تھوس چھوٹے	سجد تین مرتبہ رہے پہنچے خوان صبح
ریش بھید شیخ میں ہے خلعت فریب	اس میں مریا غلامی پر نہ کرنا مہمان صبح

اسے ذوق کہہ نہ یا شب وصل کا مزا
یا آج صبح ہم نہیں یا طائران صبح

ٹھہری سے اُنکے آنکھوں میں کل پہ صلا ح	اسے جان بسا گیا وہاں سے یہ کیا صلا ح
منظرِ حرم پر ہے سب سے بدینِ مملکت	پوچھے بلا کشوں سے کون کا صلا ح
سیرتِ حق جان لعل کو بیت اللہ سے	گر چہ دے وہ صہم کج ادا صلا ح
میں پنہم رہتا کہ میں خرابا تیوں میں ہم	تقویٰ تو روزم کجا و شب صلا ح
کیا جان یہ کیا جان کے بچے وہ ہو سکے	غمرہ سے تیرے پوچھے وہ کیا صلا ح
اس بہ معاملہ سے ترا کیا حاصل	کس بہ صلا ح نے مجھے دی یہ دلا صلا ح
رہتا ہے اپنا عشق میں یوں دلے شور	بس طرح تشنا سے کرے آشنا صلا ح
تو ابد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتوں سے تو	دیتا ہے کوئی ایسی بھی مرد خدا صلا ح
کر رہا ہے اب اسی کو ہے ترنگنا دست	نکو کہ کیجھتی ہے نکو کار صلا ح
یہ سب ہو دیکھ کر کہ یہ کر رہے ہیں آج	پشیم و گلاہ شورہ ناز و دوا صلا ح
منظور اگر ہو تو مرا نہیں سے نہ پوچھ	ہے تو صلح ایک میں کیا پوچھنا صلا ح
قلہ بے آسہ جان زمین کے لڑا تو	میں مزدور سے ملنے کی ناصح بنا صلا ح
سہم بہ مر رہیں ہی ہے مر شفیق	یوں کس سے دانتے جانے کی لگے سوا صلا ح

اسے ذوق جان ہوش دزد کی صلا ح پر
اسے عشق جو صلا ح دی ہے کجا صلا ح

جا بجا نوہ کے چشموں سے روان ہیں آنسو کبھی کرتی ہے قہم رنجہ جو گلشن میں صبا شریت جھنر بھی دے ہے روشن تلخی مرگ راحت و رنج زمانہ میں ہیں دونوں لیکن سخت جانی سے ہوں لاچار و گزندہ بھی سُن کہ فرماؤ غنم میں مری خوش ہوں بیدار	ہے جو ناکامی فر باد کا کسار کو رنج اور ہوتا ہے سوا مرغ گرفتار کو رنج تیری اس ہر بھری آنکھ کے ہمایہ کو رنج یاں اگر ایک کو راست ہے تو چار کو رنج نہ تو خنجر کو ہے آزار نہ تلوار کو رنج یہ نہ جو چین کی ہے کیا مرغ گرفتار کو رنج
--	--

ہوش کو رنج کے لے دار دے بیہوشی تو ذوق سے ہوش کو آرام ہے بشار کو رنج مردما ہوں انتظار میں کوئی بشر تو بھیج	ہوش کو رنج کے لے دار دے بیہوشی تو ذوق سے ہوش کو آرام ہے بشار کو رنج مردما ہوں انتظار میں کوئی بشر تو بھیج
---	---

دلیف حسی فارسی

اُس پر ہی کو تو نہ صیف آدل بجا رنج یوں گلوے تشنہ میں وہ آب حنجر سو فرو عاشق رسوا کے خطا میں کیا تکلف چاہیے وہ مثل ہے ناؤ پر کس نے ڈبوئی خضر نے	اور سوے آدمی کو چاہ میں سیما بھینچ حسے تغتیدہ زمین لے ایک دم میں آب بھینچ حاجرت اک پر چہر تو یوں ہی بے القاب بھینچ لے گیا خطا حق کو دل سوے گرداب بھینچ
---	---

دلیف حاسی

فرقت کی رات جی چکے ہم تازان صبح پر نور ہے ترازخ سیمین لبان صبح نار شعلہ صبر بھی رنگ شفق میں روز گم کردہ رہ ازل سے بھٹکتے ہیں رات دن	ہوگی اذان گور جاری اذان صبح آنکھیں ہیں تیری رست صبحی نشان صبح ماتم ہیں ہے مرے مژدہ خوچکان صبح یہ میرے نالہ شب و آہ و فغان صبح
--	--

آتش بھیکو نہ کہ دہن مژدہ خون فشان سے میں
 صبا دہن چین سے ہوں مایوس چاہتیے
 بار یک بین بتاتے ہیں جس کو تری کمر
 گل نور دہن مراد دم رو سیدگی مو
 دیوے خراش دل کو نہ کیونکر وہ نازنین
 دکھلائے باغ میں قدر عجا جو اپنا تو
 موذی کو سرکشی سے مٹیسر ہوا اعتبار
 ہوتی ہے وحشیوں پر پس از دم گشت بھی شکست
 شاخ نبات کو نہ لے قلیان نہ نہ کھائے
 ہے فیض سے دقار کہ میری نگاہ میں
 آخر یہ دستگیری تیشہ نے چیل دیا
 بدخصلتوں کو کرتا ہے بالانشین فلک
 رہتے ہیں کشمکش میں پس از دم گشت جفا
 بیار چشم دل سب را بونگاہ کو
 ہر صید کی کمر سے گئی فوٹ جس ٹھری
 تاثیر بیکسی سے ہو سارا دخت خشک
 ہے شیب باغ خلد کو کیا کیا نہ سرکشی
 سو فار کا دہن جو ہوا خون دل سے سرخ

رحبان کی شاخ سب بے بھلا ہیں معین کشاخ
 چوب نفس بھی بہ تو رساں چین کی شاخ
 یا کوئی کہے ترن سے دیا مروت نہ کی شاخ
 ہے ششیاں بھل گلشن وطن کی شاخ
 رکھتی ہے خار سینکڑوں نازک بن کی شاخ
 قمری کے حق میں دار ہو سر زمین کی شاخ
 نکلے ہے طوایط سے مائیکس کی شاخ
 زور زما یوں کے ہے نہ بن کی شاخ
 ایسی مصاحبت سی مکی اس چین کی شاخ
 جس شاخ میں شربت و قہر ان دن تین
 ہر تلخ نخل آرزو سے کوہن کی شاخ
 روپنی ہے آسٹیا نہ زانغ و غن کی شاخ
 آخر کو زیر آرزو لٹی کر آمدن کی شاخ
 شاخین بھی گر لگائیں نو کی کیرن کی شاخ
 ٹوٹی کمان دلیر ہوا ک فلک کی شاخ
 آوازے جو سایہ نفس پس بکس کی شاخ
 سب سے شفا بہت ہے لگی اس ذوق کی شاخ
 تیر اس کا بن گیا ہے گل خندہ زن کی شاخ

لکھ ذوق اس کی مدح کہ جس کی شفا ہے

سر سبز تیرے گلشن باغ سخن کی شاخ

بھرا کر ہے جھک نہاں چین کی شاخ

وہ کون شاہ اکبر ثانی کہ جس کو روز

رویف خالصے مجھ

قطروں سے برعرق کے بنی یا سمن کی شاخ
 لایگی وہ کمان سے ادا بانگین کی شاخ
 سمجھا ہے اپنی شاخ نشین ہرن کی شاخ
 آنکھوں سے ہلکوز گسٹ روت فن کی شاخ
 انا ف سیل سینہ پہ ہے تشرن کی شاخ
 حسرت کے برگ لہکے ثمرین مزن کی شاخ
 ممکن نہیں کہ لانے فخر کر گردن کی شاخ
 سوکھے گی غل آرزو سے کوہن کی شاخ
 ممنون بلوغ میں ہے نہایت رسن کی شاخ
 جھپان ہو جون نسیم چمن سے سمن کی شاخ
 محل نیلو فرکا لانی ہے کیونکر ہرن کی شاخ
 لائے نکال کو پلین جس طرح گھن کی شاخ
 ہے یہ بھی اُسکے اک شجر مکر دن کی شاخ
 دھنئی کی کیا چمن میں ہوس سوختن کی شاخ
 گویا کہ اک نشیمن زاغ وز عن کی شاخ
 دیکھی نہ ہے سنی گل صبح کھن کی شاخ
 میں خشک طالی سے ہون گویا ہرن کی شاخ
 یہ یا سمن کا سانپ ہے وہ یا سمن کی شاخ
 انجن کے کام آنے اگر ہے ہرن کی شاخ

نھی زلف تیری سنبھل صحن چمن کی شاخ
 اُس قد کو یونکہ کہتے نہال چمن کی شاخ
 برو پہ اُسکے خالص کیا زانغ شمع چشم
 لو کھلائی اُس کے سرمہ و سالہ دار سے
 ناف اُس صبح کی ہے کوئی تشرن کچھول
 دل باغ و عشق نخل کہ جس میں ہزار بار
 بے بہرہ انتفاع سے رہتے ہیں پر جفا
 کتنی نھی چوب تیشہ مری طرح ایک دن
 بے پڑا ہے باغ میں جھولا ترے لیے
 لکھے بے یون کر تری وقت خسرو ام نہا
 حیران ہوں دیکھ خال کو ابرو سے یار پر
 ہے جوش پارہ پارہ دل ہر مژدہ پہ یون
 مسواک نے بڑھا یا ہے زاہد کا اعتبار
 دیتی ہے سر پہ جل آتش نفس کو جا
 ہے نفس تیرے کشتہ بیکس کی ہمت میں
 تر شمع استخوان صفا کیش زبر خاک
 نے برگ ہے نہ غنچہ نہ گل ہے نہ ہے ثمر
 رشیم کا لچھا ہاتھ میں اُسکے نہیں دلا
 چھوٹے جلانے والوں سے جوشی نہ مر کے بھی

انجن کے کام

<p> بو ترافض گرچہ آرزو سے طبع دہر تالان میں نیر سے عدل سے خونریز اس قدر برساتے جبکہ لعل و گہر تیرا دست جو د شاداب آب لعل میں سے بو مثل گل بیان تک ہے پاس شرع تھے عہد میں کیا اب پیدا ہو بادہ خوار کی نغمہ پر کے لیے یہ ذوق کی دعا ہے کہ تاباغ دہر میں جب تک کہ ہو دے گردن مینا کی طرح سے </p>	<p> آب تر سے سبز پوخل کہن کی شاخ ماندے ہو گرم فغان کر گدہن کی شاخ محتاج ابر ہو نہ نہ سال حین کی شاخ سیراب ہو دے آسج درعدن کی شاخ ساغر کعب نہ ہو دے گل خندہن کی شاخ نخل کہ دے تاک میں صورت سن کی شاخ سر سبز شعر تر سے پوخل سخن کی شاخ نخل شاد ساقی پہان شکن کی شاخ </p>
--	---

نخل حیات تیرا ترو تازہ ہو سدا

جون موسم بہار میں نخل حین کی شاخ

ردیف دال مہملہ

<p> کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد کیا روکا اپنے گریے کو جس نے نہ لک لکھی کوئی گھڑی اگر وہ ملے ہو سے دنیا اس لعل ب کے بنے اپنے ہو سے اس قدر اندر سے ضعف سینے سے ہر آہ بے اثر کل مئے اس سے ترک ملاقات کی تو کیا پہلے تو انتہا مری سنتے رہے مگر تھے دو گھڑی ت شیخ جی شیخ گجارت سے پروانہ گرو شمع کے شب دو گھڑی رہا </p>	<p> سینے تین ہوگی سالس اڑی دو گھڑی کے بعد پھر وہ ہی آنسو و نکی جھڑی دو گھڑی کے بعد کہ نہیں گئے پھر ایسا کڑی دو گھڑی کے بعد سب اڑی سی کی دھڑی دو گھڑی کے بعد اب تک جو ہو چکی تھی تو گھڑی دو گھڑی کے بعد پھر اس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد کہتا رہا کچھ اُسے حد دو گھڑی کے بعد وہ ساری سچی اُنکی جھڑی دو گھڑی کے بعد چرواہی اُسکی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد </p>
--	--

اُس کی دعاے حرزِ نر سے جوشِ غنچہ سے کر دے جو وہ نہالِ دل لے بھی نکال ہر نقدِ آئے زہرِ گل کوئے صبا پونچائے اُس کا مژدہِ صحت جو باغین ہم سر ہے آج حفزارِ مہر سے شجر گرمی عدل اُس کی اگر ہوسم گداز مطلع وہ بہارِ لکھن اُسکی موج میں	مستی ایک لے کے عقیقِ مین کی شاخ پروین کا خوشہ گاہِ سپہرِ کمن کی شاخ کرنے لگے نثارِ گہرا سمن کی شاخ سجدہ میں ہر شکر جھکے نارون کی شاخ ہم قد ہے آج ہوسفِ گل بہرین کی شاخ کھلے بزمِ شمع ابھی کر گدن کی شاخ مصرع کو سبکے سن کے کئے نثرن کی شاخ
--	--

تیرے بیمارِ فیض سے نخلِ کمن کی ستاخ
سر سبز یون ہے جیسے کہ سر و چین کی شاخ

تیرے سحابِ لطف سے سیراب ہوا اگر شاہِ یار تیرا دستِ سخا باغِ دہر میں گر تیرا حفظ ہو چمنِ سببِ روزگار حصر کا سارا خاک میں مل جائے زور دیکھے جو تیرا قوتِ بازو تو ٹوٹ جائے تیرے مھکا کو اُس سے میں تشبیہ کیونکر دون تاخیر تیرا زورِ ضعیفوں کو دے اگر بلکہ کند مار کے باغی کو کھینچ لے منفور گر خزانہ میں ہو تجھ کو شاخِ زر باغی کو تیرے چاہیے لکڑی تو دشت میں وانتون کو اُسکے دیکھ کے لرزانِ پشیل میدان گلگون سے تیرے بڑھانے کے یکدم صبا	بہرِ یون شاخِ نخلِ ارم سے بہرین کی شاخ گویا کہ نکلی ہے کرمِ ذوالسن کی شاخ اب مژدہ سے سر سبز و چین کی شاخ چیز ہے آراستہ باغِ چین کی شاخ نستِ شمس کمانِ سپہرِ مین کی شاخ ہے شاخِ سدر دایک کنارِ کمن کی شاخ کوئے نہ پلین سے بھی نازکین کی شاخ خرطوم سے لپٹ کے بصورتِ سن کی شاخ طیار ہو وہین زرخیز سے کرن کی شاخ خرطوم سے اُکھاڑ لے وہ کر گرن کی شاخ حدِ دیو کوہِ سپہرِ البرز تن کی شاخ سوتا زبانیے مارے نہالِ چین کی شاخ
--	--

ذوق دل سوختہ دیوان لکھے اپنا کیا
مستحل نہیں گرمی سخن کا کاغذ

ہول ل کا مجھے کیا دیتے ہولا کر تعویذ
جو تری چشم کے دیوانوں کا کرتے ہیں علاج
تسے تعویذ نشانی جو دیا تھا اپنی
اتلک جوش میں ہے خون شہیدِ عجم عشق
جلتوانی نہ پڑی یار میں اور غیر دن میں
اُس کا خط لاؤ کہ رکھوں میں بنا کر تعویذ
لکھتے ہیں پوست کا آہو کے بنا کر تعویذ
لے گیا کوئی سوکل وہ اڑا کر تعویذ
دیکھ لو تم سرِ مرقد سے اٹھا کر تعویذ
سینکڑوں خاک کے بیٹے جلا کر تعویذ

دیف راب مہملہ

نگہ نہیں حرف دل نشین تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہو کر
نکل کے رستہ سے چشمِ فتان کے دلیں بیٹھا خدنگ ہو کر
بھرا آیا وہ لگا رخونی ادھر کو سرِ گرم جنگ ہو کر
کہ جسکے ہاتھوں سے اڑ گئے سرِ سزارِ دن مہندی کا رنگ ہو کر
وہ چشمِ مخمور اک نظر سے چھوٹے لاکھوں جو شہر سے
تو ہو روانِ سرِ رگ جگ سے لو بیٹے لالہ رنگ ہو کر
جو رنگِ الفت سے آشنا ہیں وہ کرپے پر بھی خوشا ہیں
کہ رنگ ہی سے گرا سنا ہیں عقیق و یاقوت سنگ ہو کر
جو بچھین حسنِ بیان کو ایمان اُنھیں کہ فردِ دین کیساں
ابو بختے کہے لو ہیں سلمانِ ہمیشہ چین و فرنگ ہو کر
صفاے دل کی یہی ہے صورت کہ دلیں آنے نہ دے نہ ورت
کہ میٹھی جانیکی بالضرورت اس آئینہ پر یہ رنگ ہو کر

تو دو گھڑی کا وعدہ نہ کرو کچھ جلد آ
آنے میں ہوگی دیر بڑی دو گھڑی کے بعد
گود دو گھڑی تک اُسے نہ دیکھا ادھر تو کیا
آخر ہمیں سے آنکھ لڑی دو گھڑی کے بعد

کیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوق کس طرح
پھر تو نہ ٹھہرے پاؤں گھڑی دو گھڑی کے بعد

جھومر کا نظم سہ پہرے اب تو بڑا چاند
ہے آئینہ خانہ بھی گذر گا وہ بد و نیک
تھا وعدہ چڑھے چاند کا لا بوسہ چڑھا چاند
دیکھا نہ کبھی ہم نے در اہل صفا چاند
دم گھٹتا ہے سینے میں دم شدت گریہ
باران کی علامت ہے جو ہو جائے ہوا چاند

مدحیف ذال معجب

شاد قتل سے اُس عہد شکن کا کاغذ
تورین پیش ہو جب دفتر تن کا کاغذ
بن گیا عکس سے اُس شیخ گلستان رو کے
کیا کرے خانہ کشتی کا کوئی دعوے ملک
کھینچیں اُس چشم کے جتنی کے لیے گرفتار
رقعہ شادی شہادت کا ہو خون سے زمین
سینہ صاف نکو زمانے کے ہے ہاتھو نیکیست
ورق چشم ہو گر نسخہ آشوب نہو
یوں اسیران قفس تک لڑی ہو کچا گلبرگ
ظاہر ایسی کتابوں سے ہو درد و رخ سے
جلد سازی پر زمانے کی گواہی دی ہے
مختصر کرتا ہے لمبے پر مجھے آئے ہے رنگ

بے مری روح کو آزادی تن کا کاغذ
ہو سیامہ کو سفیدی کفن کا کاغذ
صفیہ آئینہ تصویر چہمن کا کاغذ
نام پر کس کے ہے اس نہ کہن کا کاغذ
اہل تکسیر گرین پوست ہرن کا کاغذ
ایسی شادی کو ہو ایسی ہی بچپن کا کاغذ
ہے صفائی سے سزا دار شکن کا کاغذ
سر ملہ چشم سید سیم بدن کا کاغذ
جیسے غربت میں شفیقان وطن کا کاغذ
کرنا آتش میں لباس اپنے بدن کا کاغذ
مہری و سادہ حیر چہمن کا کاغذ
ہم سے یوں چو سے لعاب اُنکے ہیں کاغذ

<p>اڑ کھلے سے تو صراف کی نظر چڑھ کر کہ دور آ پکو کھینچے ہے تیرے سر چڑھ کر اسید وصل میں ہم بام عرش پر چڑھ کر بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھ کر</p>	<p>ہنر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوبی ز ● کہیں فلک پہ نہ چڑھ جائے پاؤں مجھوم کا ترا مکان تو کیا لامکان میں کوہ پڑ میں جو مارے نفس کو اور کرے اپنے غصے کو زیر</p>
<p>باری خاک پہ بریا ہے ذوق فتنہ شر سمندر ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھ کر</p>	
<p>جیسے اڑ جانے دہن میں کوئی گولا لیکر چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو سبھا لیکر تو نے کیا جھوڑا اگر جھوڑیگا بہ لالیکر تم بھری پھیر بھی دو نام خدا کا لیکر تیری زلعون کی بلائیں شب یلدا لیکر گر چہ ڈھونڈھو گے چراغِ رخِ زیبا لیکر دشت میں میرے قدم آبدار پال لیکر پھر گیا نامہ ہر بار خطا لٹا لیکر نیری نقہ بر کو بوسف نے جو دیکھا لیکر</p>	<p>جان ہوا یوں ہوئی اُس خان کا بوس لیکر تیرا بار نہ سنبھالا جس سنبھالا لیکر شربتِ حیاتِ نیندِ مجرم ہو گرفتار غدا فوج کرنگو مرے پر چھتے ہو کیا تکبر کھینچتی رہی قیامت سے سچی ہے آکھو زور مجھ سے شتاقِ جمال ایک نہاؤ گے کہیں میرے قدموں ہی میں بیجا عینکے بائیں گے گمان جب یہ دیکھا نہ ملا مجھ میں کہیں میرا پتا رہ گیا اپنا سامنہ لے کے وہ آبلہ نہ رو</p>
<p>وان سے یان آئے تھے اسے ذوق تو کیا لاکھ یان سے نہ جا میں گئے ہم لاکھ تنہا لیکر</p>	
<p>جل بسا وہ آج سب سبتی کا سامان چھوڑ کر پھر نہ اٹھا کوہِ چاکِ گریبان چھوڑ کر جلے بیٹھے کو کھان یہ مرغِ تیراں چھوڑ کر بور نہ جائے داغِ عصیان میرا دامان چھوڑ کر</p>	<p>کل گئے تھے تم جسے بیارِ حیران چھوڑ کر لطفِ اشکِ ایسا اگر ادا مان نہ کران چھوڑ کر کیونکہ تھے تیرا سکا دل میں پکان چھوڑ کر کام ہے تیرا ہی قمارت ہے اسے اگر کم</p>

غزال رم دیدہ بنگیا ہے جو خواب آنکھوں میں تو بجا ہے	
کہ بھاڑ کھانے کو دوڑتا ہے ہنگ تھوین ہنگ ہو کر	
ہوئے جو کیزنگ اُنکو زیبائیں جہان میں رعونت مہلا	
کہ پایا گل نے ہے نام رعنا تو اس جن میں دورنگ ہو کر	
حلاوت و نرم پادری جہا میں ہے ذوق ریخ و خواری مرے سے گزری اگر گزری کسی نے ہے نام و رنگ ہو کر	
خوب روئے آج ہم سنان مہون دیکھ کر ڈو گئے اک آن میں جادو سے باہل کے۔ صوفیوں دیکھ کر غیر دین مستانی پر اُس مہوش کو رات سچ کہا ہے آئے کالے کے نہیں چلتا چراغ بل بے میرے ساغر سرشار وحشت کا نشہ آئین اُنکو لگانے اٹھتے نہیں فذ قین قتل کو کسکے چڑھائی تیغ تو نے ماں پر جو ہے نالہ اپنا وہ اک مصرعہ جربستہ ہے	یاد آیا بلو مہجون بید مجنون دیکھ کر سرمہ آنودہ تری چشم پر فسون دیکھ کر اولی الہ دستے سے سوئے گردون دیکھ کر چھپ گیا مرے ریشہ ترے زلف شگون دیکھ کر چھپ گیا خم میں مری صورت فلاح دیکھ کر نوک مرنجان پر مرے اشک جگر کون دیکھ کر اترے ہے آنکھوں میں زخموں کے مرے خون دیکھ کر ہم جو نالان میں کسی کا قند سوزن دیکھ کر
لے گیا دل کون میرا ذوق کس کا نام کون	
سامنے آجائے تو شاید بتا دوں دیکھ کر	
کہا پتنگ نے یہ وار تیغ پر چڑھ کر مرے خیال پر وہ چشم فتنہ گر چڑھ کر دکھانے جوش و خروش اپنا زور پر چڑھ کر شکر وں کی کشاکش میں آبرو ہو سوا اسی خبر ہو مانتہ شعلہ آتش	مجب مزاج ہے جو مرے کسی کے سر چڑھ کر یہ خانہ جنگ ہے نہ بیٹے نہ گھر چڑھ کر گئے جہا میں دریا بہت اتر چڑھ کر کہ ہوئی سان پہ ہے تیغ تیز تر چڑھ کر بھر آیا باد کے گھوڑے پر وہ ادھر چڑھ کر

<p>بیشے میں گھر بار سب ہم خانہ ویران چھوڑ کر روسے جانان ہی کو دیکھوں تیرے تو قرآن چھوڑ کر</p>	<p>گھر سے بھی واقف نہیں اُس کے کہ جس کے واسطے حاصل میں گر ہوئے کچھ کو رویت ماہِ حجب</p>
<p>اندھنوں گر جو دکن میں ہے بڑی قدر سخن کون جاسے ذوق پر دلی کی گھیاں چھوڑ کر</p>	<p>بلیبل ہواں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر کیا ڈھونڈ سے دشتِ گرم شدگی میں مجھے کہے</p>
<p>پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر عقلمند سے سرِ فراغ سے دور اور شکستہ پر مرغانِ کوہِ دراز سے دور اور شکستہ پر نغم سے الگ ایلغ سے دور اور شکستہ پر اُس شوخ خوش دماغ سے دور اور شکستہ پر پرے نشانِ داغ سے دور اور شکستہ پر</p>	<p>اُس مرغِ ناتوان پر ہے حسرت جو رہ گیا ساتی بجا شراب ہے تجھ میں پڑی ہوئی خود اڑ کے پہونچے نامہ جو ہو مرغِ نامہ بر کرتا ہے دل کا قصہ کمان دار تیرا تیسر</p>
<p>اے ذوق میرے طائرِ دل کو کمانِ فراغ کو سون ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر</p>	<p>بادام و دو جو بھیجے ہیں ٹوٹے سینِ ڈال کر دلِ سینہ میں کمان ہے نہ تو دیکھ بھال کر</p>
<p>ایسا ہے یہ کہ بھیج دے آنکھیں نکال کر اے آہ رکھ دے تیر کا نام نکال کر میں اور دمِ خیراؤ نگاہ تو حسیال کر دکھلا دے شاخِ خشک بن کو بل نکال کر تیر کو روحِ تن سے گئی انتہا نکال کر آئینہ بابر قصہ یہ تو انصاف نکال کر حاکمِ دل شکستہ نہ صوفی ہے کلال کر دل کیا کنا ہے ہو گیا سب کو سبھال کر ہر داغ پر قصہ جو چشمِ غم نکال کر</p>	<p>عاشق کے خون سے اپنا پر تیر لال کر تیرے مریض نے کئی نقل مکان کیے شہرِ گراں پر اپنی زندگی دھوٹ میں ہے لاگ اُنزے گا ایک جام بھی پورا نہ چاک سے لیکرتوں نے جاں جیسا پان پہ ڈالا ہاتھ سینہ ہمارا وادیِ دشت سے اے جنوں</p>

<p>کب وہ مرہاں کو ڈھونڈے ہے نکلاں چھوڑ کر پھلیاں دستِ خنای میں مریجاں چھوڑ کر پائے ہٹ جا دھوپاے ابر بہاراں چھوڑ کر دلو اے کافر تری زلفِ پریشان چھوڑ کر ورنہ پھر کتابِ لیکا تو ساتھ نادان چھوڑ کر شیرِ بھالیں جبکہ نالوں سے نیتان چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہو ہاتھ سے نسیمِ مرجان چھوڑ کر ہے جو سہ گرم سفرِ نر کو مریجاں چھوڑ کر دوڑے ساری کو کبھی آدھی انسان چھوڑ کر جو کتا ہے کیوں چہنسن ست گردان چھوڑ کر</p>	<p>جس نے یہ لذت اٹھانی ختم تیغِ عشق کی صیدِ دل کو کیونکہ چھوڑے جبکہ دکھنا ہے تو سرد مہری سے کسی کی آگ سے دل سوز ہے دیکھئے کیا ہو کر ہے ارجان کے نیچے بڑی اے دل کے تیر کے ہمراہ سینے سے نکل کیوں نہ رم کر جائیں آہو لیے جشی سے سر سرخی پان دیکھ لے زاہد جو دندان پر تو پیشِ حنیہ لیے لکلا گرد باد و دود آہ اگر خداداد یوے قناعت ماہ یک فتنہ کی طرح سازد دل بچا آ یا ہوں کھوت ہاتھ</p>
--	--

پڑھ غزل اے ذوق کوئی گرم سی تو اب بجا
جانبِ مضمون طرزِ تفتہ جانان چھوڑ کر

<p>کیا ہی بچتا تھا میں قاتل کا دامان چھوڑ کر سیبِ حنیت تک کھاؤں سنگِ طفلان چھوڑ کر کھینچے تو شنگرف سے خونِ شیدان چھوڑ کر رہ گیا بس منشی قدرت جگہ دان چھوڑ کر سانپ سا بانی میں اے سر و خرامان چھوڑ کر بھاگے ہیں کتب سے ہم اوراقِ میران چھوڑ کر لعل کیوں اس رنگ سے آتا بدخشان چھوڑ کر دسدم چھوڑے ہے سندھ سے دود قلیان چھوڑ کر باغِ ہستی سے چلا ہوں ہائے پر یان چھوڑ کر</p>	<p>جب چلا وہ بھکو بسملِ خونین غلط چھوڑ کر میں وہ مجنون ہوں جو نکلون کنجِ زندان چھوڑ کر پیوے میرا ہی لہو پانی جو لباسِ شونکے میں وہ ہوں گناہم جبے قبر میں نام آیا مرا سایہ سرد چمنِ تجھ بن ڈرانا ہے مجھے ہو گیا طفلی ہی سے دل میں تر از دیرِ عشق اہلِ جوہر کو وطن میں رہنے دیتا اگر فلک شوق ہے اُسکو بھی طرزِ نازِ عشاق سے دل تو لگتے ہی لگے کا حوریاں چین سے</p>
--	--

یہ حال پیشانی کیوں تمہارا نہ فرق نیچا سے فرقہ ان پر	
کے ہے داغ جہون کو چکون جوتہ سے سر پر پشت دہون	
چراغ دشت سراسے مجھون کرو نہیں روشن چراغدان پر	
بنا گولے کو بیج آسا قریب ناقہ کے قیس پہنچا	
پر اترے محل سے کیونکہ لیلیٰ کہ بر وہ کھلایا ساراں پکا	
کہاں رہی مجھ میں جان ہے باقی کہ ہر دھوان ہو کے لب پہ آتی	
جو ذوق آسنو کی بوند ٹپکی ہمارے داغ دل طیان پر	
عجب وہ پوچھے کہ غش کون کی جہون پر	
جو ترے دست پہ تجھے بن بزدلی ظام	
تیرے دندان سنی بک کی دیکھی جو بہار	
مین کہون عین تو کے مین کے پھری گردن	
وہ مصیبت نہ ہو دنیا میں کسی دشمن پر	
پڑ گئی اوس سی گلشن میں گل سوسن	
آ نکھون سے دیکھ اور زبان بیان کر	
اوتفتہ جان ہوا ہو پیاں سے دھواں کر	
اسے دل وہ سر غمزہ پہناں عیاں نہ کر	
آہون مین دودال جو نکالون تو دکھ لہجے	
نامہ شوق کو مرے باز سے تو جواب دہ پر	
مصعب روے یار مین دیکھا ہے عوخال پر	
ہیں ہمارے سر پہ انسران ہوا گیروں کے پر	
ان کو بے ہر عرش عظم پر اڑاتے ہیں مارید	
کیون آر سے مرغ نامہ برنگو ہوئے دیاں پر	
لکھتے ہیں قل ہوا اللہ ہم ایک چنے کی دال پر	
میں گئے تین طائر دن کو مین ترے تیر دن کے پہر	
کیا غضب آئیں خدا جانے جو ہون پیروں کے پہر	
متفرقات	
شرح بخت برگشتہ گر گردن رقم پھر کر	
تیر باد گشتی ہو ہاتھ مین دستلم پھر کر	
رکھ لیا اُس نے چمن مین گل جو سر پر تھوڑ کر	
مین بھی حاضر ہیں کہا غنچے نے یوں ننھ پھوڑ کر	

گر چاہتا ہے مثل رہ جا رہ فسر و غ	آجہ کے شہر شہرین کسب کمال کر
پوچھو چلے ہیں کوئی کعبہ کو اہل دود	ملک فدا ہے جانیں فدا دل سنبھال کر
نصو بران کی حضرت دل کھینچ لاسے گر	رکھ دیئے ہم بھی پاؤں پا نکھین نکال کر
قاتل ہے کس مزے سے تک پیش زخم دل	بسمل دزار تریب کے تک تو حلال کر

دل کو رفیق حسن میں اپنا سمجھ نہ ذوق

غل جاے گا یہ اپنی بلا تجھ پہ ٹال کر

مزا چکھایا ہے کو کہن کو جو عشق آیا ہے استخوان پر

کہ لایا تو جوے شیر لیکن جھٹی کا دودھ آگیا زبان پر

خند تک دینار کھا بالیکن نہ لایا شکوہ کبھی زبان پر

کہ بوسہ اس چشم میرہا کا ہے مگر گویا مری زبان پر

گلا کے باتون میں ان کو لائیں جو حرف مطلب کا کچھ زبان پر

ا تو ایسی کس دین ٹھکانا جس کا لگے زمین پر نہ آسمان پر

تپ محبت میں سخت جالی کا یہ اثر ہے دل پسان پر

کہ نہ کای سو مان پڑ گئے ہیں ہزاروں کانٹے مری زبان پر

اکٹھاس سوز خیم ہر خط میں یہ خون کے دعوے کوئی غلط میں

کہ مثل قلم گیر خط بہ خط میں ہوں باقی ہر استخوان پر

حالش ہی خار خار غم کار ہا تو مرقد پہ بیرے سبزہ

یقین ہے مانند برگ خزاں کے گائے تیرے زبان پر

کہا یہ سوار دل کو رو کر صریح مت ترک چشم کو کر

سو آخسہ شکر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بیاہڑ کاں زبان پر

وہ چشم ابرو تمھارے زیبالہ قانع ہیں جن سے ادلے

شب جان زارِ کُئی لبِ پُرہن کے پاس یہ جوئے حزنِ روانِ نہیں دیکھو ہے روئے اس آرزو میں جانِ بون دینا کرے کے جاں انگشتِ شمع کیوں نہ اُٹھے ہر فاختہ میں تو اُسی جھجک پہ فدا ہوں کہ کان کو چمکے گی تا چہ شرِ سہاری لحد میں آگ میں نے کہا کہ بوسہِ نعتیں دوا دے میں سہن کر کہا کہ جاتا ہے پیسا کوئیں یہ آپ	پھر اٹھ کے رہ گیا یہ سا فر وطن کے پاس تیشہ سراپا رکھ کے سر کو کہن کے پاس پہنچوں کبھی لبِ بتِ پیمانِ شکن کے پاس یہ ڈھیر سے تپنگ کا پائے لگن کے پاس شب کیا ہٹا لیا مرے لا کر دہن کے پاس چاک جگر میں دیکھنا چاکِ کہن کے پاس لا سکتا اپنا منہ نہیں جاہِ ذوق کے پاس پا جاتا ہے کوئی ان کسی تشنہ دہن کے پاس
--	--

اے ذوقِ مدتے جائے پیکِ خیال کے
کیا لے گیا اڑا کے بتِ سیہن کے پاس

مستقرات

مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو آج کس بدگمان و ہم کی دار و نہیں لغات کے پاس	
چمن سے بعد ہین جیسے سینِ قافِ قفس قفس میں بند ہیں ہم جیسے قافِ قفس	
لبِ شیرین کو ترے جانکے رسِ چشمِ گس بواہوسِ جعبہ دنیا سے بھرا دل نہ ترا	بیٹھی نظروں میں پئے جائے بے چشمِ گس تو گس اور تری چشمِ بوسِ چشمِ گس

رویفِ صا و مملہ

سب مذاہب میں ہی ہے نہیں اسلامِ ظہن کہ جانِ عام ہے ہوتا ہے وہاں عام میں خاں	
---	--

بعد مردن آچکے رونے کو سن کر گور دور	بھیتے جی کہتے ہو چل صورت تری مرگور دلا
مول شوریہ سرے خاک اڑا کر	بیابان رکھ لیا سبز پر اٹھا کر
خفا تو ہونہ وقت زنج میرے تملانے پر	اکون کیا لوٹا ہون میں ترے بازو باپ
ردیف سین مہملہ	
کوننا ہدم تیرے عاشق بدیم پاس	نغم ہے اُس کے پاس ہدم اور وہ ہے دکم پاس
ہلکویا سانی جو تھا جام جان میں جم کے پاس	تیرا جام بادہ ہوا اور تو ہو اس پر غم کے پاس
خط کمان آغلا ہے پشت لب و لہار پر	ہیں جناب خضر آئے عیسیٰ مریم کے پاس
مردم کے پاس ہے یہ اشک خونین کا ہجوم	یاد ہے یا قوت میں یہ دانہ نیلم کے پاس
روح اُس آتش بجان کی بعد مردن جہنم تک	آئیگی اڑ کر چہرا غ خانہ ماتم کے پاس
کس کی قسمت ہے کہ زخم تیغ قاتل بوضیب	جان سے جائیں نہ جائیں گے مگر مریم کے پاس
کیا مزے لے لے کے گل کھائیں اگر آجائے ہاتھ	یہ جو چھلا آپ کی انگلی میں ہے خاتم کے پاس
زلف سے بے وجہ خط سبزیم پسلوئین	ہے لعلتا عشق بچان سنبل پر غم کے پاس
واہ صیاد اہل اور واہ صیادی کا چ	کچھکے ہے اسفند یار آیا کمان رستم کے پاس
دیکھو فیاض ازل نے کیا دیا آنکھوں کو نہیں	کاسہ درگفت ہو کے ہم آئے ہیں اُنکی غم کے پاس
ہے جو قسمت میں تو دریا بھی کبھی ہو جائے گا	آگاہ ہے اپنا نظربھی کنارِ یم کے پاس
کر کے بھر وقافیہ تبدیل لکھ اور اک غنزل	
بیٹھ کوئی دم تو اسے فوق اولیں غم کے پاس	
تیر دکان ہے گریب تاوک فلک کے پاس	آہ و قد خمیدہ ہے اُس خستہ تن کے پاس

ر د ی ف قاف

پھر کرادھر ادھر ہمارا گبا تعلق | لفظ تعلق کی طرح سے وہی رہا تعلق

ر د ی ف کاف تازی

جو کھسکر اُن کا جڑا بال آئین سر سے پاؤں تک

بلا آئین آکے لپن سو سو بلا آئین سر سے پاؤں تک

ہم آنکلی چال سے پہچان لیں گے اُن کو برف میں

ہزارا ہے کو وہ ہم سے چھپائیں سر سے پاؤں تک

یہ جتنے سر دہن سب اسکے قدر زہر کھاتے ہیں

چمن میں سبز کو نگر ہو جا لپن سر سے پاؤں تک

مرا دل ایک دون اُس خوش ادا کی کس ادا کو میں

اگر بین وان تو ادائیں ہی ادائیں سر سے پاؤں تک

سرا با شوق جا لپن سر کے بل ہم جتنے جلسہ میں

مثال سمیع وہ ہم کو جلا لپن سر سے پاؤں تک

منہ بے پردہ تو بھی درگھڑی ہو کے وہ منو جی سے

پھین جلون میں در پردہ دکھائیں سر سے پاؤں تک

بنایا اس لیے اس خاک کے پتلے کو بھٹکا انسان

اگر اس کو در دکا بتلا بنائیں سر سے پاؤں تک

سرا با پاک ہیں دھوئے جنھوں نے ہاتھ دینا سے

آئین حاجت کہ وہ پانی بھائیں سر سے پاؤں تک

مرا دل ہے ذوق افزون جتنے زخم ہوں افزون | نہ کیوں ہم زخم تنج عشق کھائیں سر سے پاؤں تک

<p>دیکھ عکس رخ ساقی ہے اسی جام میں خاص ہے یہ خاصیت اسی کے لبِ شلم میں خاص خدستی اُنکے ہیں بوزمرد غلام میں خاص کہ دیا تو نے لگا اس کو اسی کام میں خاص یہ مرض کرتا ہے شدت انہیں المیہ میں خاص</p>	<p>ساغر دل کی تو واقف نہیں کیفیت سے خضر باقین ہیں کہ ہے چشمہ حیوان جان بخش شیخِ صائب کے ہیں نزدیک و دو خالص کامِ دہنات ہے عاشق کا ترے ناکامی عشق کا جوش ہے جت تک کہ جوانی کے ہیں دن</p>
---	---

<p>ذوقِ اسما دالسی میں سب اسمِ اعظم اُسکے ہر نام میں عظمت ہے نہ اک نام میں خاص</p>	
---	--

<p>روایف ضادِ معجمہ</p>	
-------------------------	--

<p>ہاتھ ملتی تھی مرے حال پر کیا ہی تھرا ناخن شیریں خنجر دمِ مسابھی مقرر ہے عجب طرِ حلی اک تیرے نکاحی مقرر اُنکے منہ میں یہ زبان ہے کہ الٹی مقرر دیگی اس ظلم کی محشر میں گواہی مقرر قطع میں کسوت درویشی و شاہی مقرر</p>	<p>پر کھنٹے کو جو صیاد نے چاہی مقرر بحر و بر میں نہیں کس کو ہوس قطع و برید گل کرتی ہیں ہزاروں تری اکھیں کاغذ کب زبان چلتی ہے اُس بزم میں بدگویوں کی معطر خون جو ماسا را کتر کھچینکا پاس کیا قطع تعلق میں دیکھیاں سمجھ</p>
---	--

<p>رشتہ عمر کیا قطع رہا ہے ذوق کھوسکی شمع کے دلی نہ سیاہی مقرر</p>	
---	--

<p>روایف عینِ مہلہ حسنِ مطلع</p>	
----------------------------------	--

<p>ذوق کیونکر ہوا پنا دیوانِ بس</p>	<p>کہ نہیں خاطر پریشانِ بس</p>
-------------------------------------	--------------------------------

بہارِ دین دشمنِ جان سے ہے ایک دستِ خیر	جو پوچھو کون ہے سو میں کمون ہزار میں دل
مہنوتینِ خلد میں حورین تو ہوتا خلد میں کون	لگے ہے صحبتِ خوابان گلزار میں دل
یہ جسم زار ہے یا میرے پیرِ بن میں دل	گر وہ بت تارِ بن یا میرے ہسم زار میں دل

اُٹھا تو لائے مجھے میرے ہم نشین اے ذوق

رہ گیا میرے عوض میرا کوٹے بار میں دل

ازل سے یوں دل عاشق ہے نور کی قندیل	کہ بیسے عرشِ خداے غفور کی قندیل
سمجھو وہ دود بنا گوش نور کی قندیل	نخل ہے اخترِ صبحِ نشور کی قندیل
ہمارے کعبہ دل میں ہمیشہ روشن ہے	کسی کے تابِ کمالِ ظہور کی قندیل
جہان ہے خانہٴ عشرت جب ہی ہوا سکا فروغ	کہ لنگے اُس میں سر پر غرور کی قندیل
مہ ہے جو نقرِ مخففِ سدا ہے نور	سیاہِ مخبتوں کے بالینِ گور کی قندیل
پڑے جو عکسِ ترا جامِ میں تو ہو روشن	حبابِ بادِ نخل سے طور کی قندیل
حیاں ہے یوں مرے روزِ سیاہ میں خوشی	کہ جیسے شب کو نظر آئے دور کی قندیل
سوائے دنگے ہونا رنجِ باغِ خلد سے بھی	کبھی پسند نہ اس رشکِ حور کی قندیل
اُسے جو آہ کے ہمہ نخل کے پارہ دل	ہوئے ہوا میں وہ صورتِ طور کی قندیل
وہ تیرہنِ بہرے نالہ قیامتِ زار	کہ انکے رکھنے کو لازم ہے صور کی قندیل
نسیمِ کینے کہ روضہ میں تفتہ جانو کے	نہ گل ہو باد سے آوازِ صور کی قندیل

سمجھتا قدر ہے ناقص کیا سِخل کی ذوق

یہ روشن آپ نے کیوں پیشِ گور کی قندیل

دیوانہ ہوں تیرا مجھے کیا کام کہ لون گل	زباںِ بیشِ سر کو ہے مرے داغِ جنون گل
ہوں زیرِ قدمِ خارِ بہر داغِ جنون گل	چاہے ہے جنون بوؤں سدا خارِ جنون گل
سو ٹکڑے میں اڑی کے بزرگ گلِ صدِ گل	کیا دشتِ لوزدی میں کترِ تابِ جنون گل

صفحہ دہر پوکیدل نہ ہوا ایک ہے ایک مطلع دل کے دو حرف ہیں سودہ بھی ہے ایک ہے ایک

پھر تھائے خیر سے ہم جا کے اس غمزدگ پر اچھلتا ہی رہا اپنا کلیجہ دور تک

ردیف کاف فارسی

بینی دعا مضرب دہر سے ہیں شاخ و گل برگ
یون عیان اُس حین رو سے ہے شاخ و گل برگ
بینی اوردہ دہن خندہ زن اور نازک لب
لکھے گویا قلم موسیٰ ہیں شاخ و گل برگ

ردیف لام

پچھنے نہ حلقہ اگیسویے تا بدار میں دل
بغل میں جیسے مراد دل بغل کا دشمن ہے
نکل نہ جائے دم اضطراب سینے سے
ہمیشہ روزن سینہ سے کیوں ہے چشم براہ
سراسنگار بھی ہے وہ بلا کہ جاے گہ
خدا بچاے مجھے اس بغل کے دشمن سے
بغیر مارے پھوٹے گی دلکو کافر زلف
اگر نہ جبر کروں اختیار اے نا صح
اڑیگا مثل شہر ٹکڑے ہو کے سنگ مزار
برنگ غنچہ پیکان و غنچہ تصویر
خاک کے رنگ سے ظاہر ہیں پختی آثار
برنگ بغیہ نورد توڑے دل اُسے

بلا سے گر ہو نوالہ دہان مار میں دل
نہ ایسا ہو کسی دشمن کا بھی کنار میں دل
برنگ شعلہ کہیں آہ شعلہ باہر میں دل
اگر نہیں کسی صومش کے انتظار میں دل
پر دے زلف مسلسل کے تار تار میں دل
کہ میرا دشمن جان ہے مری کنار میں دل
کہو یہ دل سے کہ جائے نہ مار مار میں دل
تو کیا کروں کہ نہیں میرے اختیار میں دل
رہا اگر یوہن گرم تپش مزار میں دل
نہ دیکھا اپنا شگفتہ کسی بہار میں دل
خوش اپنا کیونکہ ہواں نگیون جھار میں دل
ہزار دن ایک ہمارا ہے کس قطار میں دل

سینے کا چاک سینے کی فرصت نہیں کہ میں	مصرف زخم دلی نفس را بنوں میں ہم
بیم کدورت دل مستیاد گریز ہو	کیا کیا اڑا بن خاک پر افشایوں میں ہم
دکھلا میں روز حشر کو بن السطور سے	ایسے سیاہ ناس کو طولا بنوں میں ہم

جا سکتے ضعف سے نہیں کوپے میں اس کے ذوق

بہ جائیں کاش گریہ کی طعنا بنوں میں ہم

شمع نازان نہواک رات بہا آنسو گرم	برسون بان آنکھ سے ٹپکا ہے مرے لوگو گرم
اسے جنوں ہے خبر موسم گل ہر سو گرم	دم نہ لے لیے دے محکومہ کرانا تو گرم
آتش رشک سے اس کا گل شکلیں صبا	جل گیا نافہ میں اس رجبہ ہوا تو گرم
آجے سینہ دریا میں ہوے جل کے صبا	دیدہ ترنے بہاے غضب آنسو گرم
اسے صبا نکلت گل لیکے چمن کو پھر جا	کیا کروں سر کو مرے کرتی ہے یہ خوشبو گرم
آتش حسن کا پتلا ہے تو اسے رشک پی	تاب رخ تیری بھبو کا ہے بلا ہے تو گرم
تو سن ناز ترا ہر قدم اسے رشک غل	کیون نہوتیز کہ رکھتا ہے مزاج آہو گرم
فاختہ سوز محبت سے ہوئی جل کے خاک	کھینچے ہے دل سے بڑبگ نفس کو کو گرم
شعل افروغ محزون کون ہو مجنون کیلئے	گر نہ ہو گرمی وحشت سے دل آہو گرم
سرد مہری کا تری ہو جو خنک دل کشتہ	ہو دے گلکشت چکیا اسکا دال گلہو گرم
تابش نار جہنم سے سوا اس کو لگے	ہمراہ بادِ سحر بوسے گل شبنو گرم
سرد مہری سے رکھا ایسی خنک دل نئے	گر مجبوشی سے کیا تو نے بت دلجو گرم
اپنے کشتہ کی کرامت کو دزد کچھ آکر	ایک پہلو سے اگر سرد تو اک پہلو گرم

ذوق دلمین یہ تب عشق کلام ایسا خنک

عاشقانہ سی غزل اور کوئی ٹرہ تو گرم

کر زمین پشت سہک تک ہوتا پہلو گرم

بل ہے اسے آتش غم دلو کرے یہ تو گرم

میں کشتہ ہوں نعل لب پاں حزدہ کا کس کے	نکلے ہے مری خاک سے آفستہ بخون گل
اُس گل میں نہ پایا اثرِ بوسے محبت	سوار سوٹھائے اُسے پڑھ پڑھ کے فسل گل
سے روشنی خاں دل سوزِ محبت	کافر تو بتا شمع حرم کیونکہ کروں گل
پیکان تو دل و زہے سو فار ہے باہر	اُس تیرے ہے دلین درون غنچہ بدون گل

اے ذوقِ محبت میں کسی غنچہِ دہن کی
نکلے سے بھی بن مرے ہاتھ نہ فزون گل

رولیف میم

پابندِ جنِ دُخان ہیں پریشانیوں میں ہم	یارِ ہم ہیں کسکی زلف کے زندانیوں میں ہم
ہوتی نہ یادِ زلف تو خطِ شکستہ میں	لکھتے الفِ خطوں کی نہ پیشانیوں میں ہم
زنجیرِ جہنم کی نالہ زنجیر کی طرح	جوشِ جنون میں رہتے ہیں جولانیوں میں ہم
پانی نہ تیغِ عشق سے بنے کبھی پناہ	قربِ حرم میں بھی ہیں تو قربانیوں میں ہم
دُرخ بھی جلتے لغزہ ہل سن مزید بھول	دلینِ جواہ کو شہرِ افشانیوں میں ہم
یا کو بیون کو خردہ ہو زندان کو نوید	پھر ہیں جنون کے سلسلہ جنبانیوں میں ہم
غم بھی نہیں جگر یہ رہے اس قدر رہے	سرِ گرم سوزِ عشق کی ہمایوں میں ہم
مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا	ہوں خاطرِ نوشتہ ہیں پیشانیوں میں ہم
میں آئینہ میں صورتِ تصویرِ آئینہ	آئینہ رو کے سامنے حیرانیوں میں ہم
ہو وہ حسنِ ز سوزِ ہوس سے بھی جدا	رکھ دین تری شبیہ جو کنعانیوں میں ہم
کیا جانیں ہم زمانہ کو حادث ہے یا قدیم	کچھ ہو بلا سے اپنی کہ ہیں فانیوں میں ہم
کیون جی کے بھر میں ہوے شرمندہ یارِ ستار	اب در رہے ہیں اُسکی پشیمانیوں میں ہم
پوشیدہ ان گناہوں میں سرخوش ہیں اندن	شرابِ الہود کرتے ہیں نصرائیوں میں ہم

دور ہم کی شکل صورت و رسم سے کم نہیں
جو خم تہی ہے قالب آدم سے کم نہیں
لیکن رقیب ہو تو جہنم سے کم نہیں
تیزاب میرے حق میں یہ مرہم سے کم نہیں
مکھو تو جلوہ گل و شبنم سے کم نہیں

ہونی ہے صبح زر سے پریشانی آخر مش
ساتی ہے ہزار فراطون ہیں خاک میں
اس جو روش کا کلمہ مجھے جنت سے ہے سوا
شواہد سرشک سے دھوتا ہے زخم دل
ہاتھوں سے ترے پارہ الماس زخم دل

اسے ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھتے
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

ابھی بھاتی مری تیرون سے تھپی خوب نہیں
کوئی دنیا میں حقیق مہیسی خوب نہیں
دیکھ اسے غنچہ بیان خندہ زلی خوب نہیں
اک گمراہ سے یہ کم سحنی خوب نہیں
سر پہ ہمارے بسینہ زنی خوب نہیں
محتسب دیکھ نہ کر دل شکنی خوب نہیں
کوئی کھا جائے جو ہیرے کے کنی خوب نہیں
بھتی جو گہڑی ہوئی قسمت تو ہی خوب نہیں
دیکھ گل دعویٰ نازک بدنی خوب نہیں
جب ملک جلنے کا یہ سوختنی خوب نہیں

ہاں تامل دم ناک نکلنی خوب نہیں
تشد دشت محبت کے لیے اس لب سے
گل پریشان ہو تو ہنس کے چمن میں آخر
خوبیان یوں تو ہیں اس عالم بقویر میں
جہنم کسی ہے تری جنبش مژگانے کہ دیکھ
یہ نہیں شیشہ سے ہے کسی بخوار کا دل
تاب دندان نہ دکھا نوم میں تو نہیں ہنکر
بات تو مجھے بنائی تھی وہاں خوب گھر
خلش خار کا کھٹکا ہے بغل میں موجود
اٹھے ہی جائیگا اس دلے دھوان آہ کیٹھ

کوئی آتش نفساے ذوق چمن سے گدزا
آج جو سرد نسیم چمنی خوب نہیں

اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حد سے ہیں
تیر نگاہ یار کے جو دور زد سے ہیں

ہفتاد و فریق حد کے عدد سے ہیں
مردار ہیں وہ طائر سدرہ ہی کیون نہیں

<p>لطف بوسہ نہ رہا ہم پہ ہوا جب نو گرم تن رہا یوں ہی تب غم سے اگر گرم مرا نیشتر جل کے وہیں کشتہ فولاد ہو کٹ سکا صید محبت کا نہ قاتل سے گلا آتش دل سے پس از مرگ بزرگ شعلہ مردوش بل بے ترے حسن جہان تاب کیا کہوں نامہ جانسوز کی اپنے تاثیر سر مجروح کو ٹھکرا کے گیا وہ اور میں دست خورشید کی عرش سے سر جا چھوت بول عاشق کے جلانے کا ہے سارا سامان کوٹنا سوختہ جان صبح سے ہے گرم فغان</p>	<p>شربت قند دبا کر کے پر آتش خو گرم سج آہن کی طرح ہونگے بدن پر مو گرم نکلا یہ آتش سودا سے مرا لو ہو گرم اُس نے پتھر پر یہ گرہ لگا ہوا چاقو گرم خاک عاشق سے نکلتا ہے گل خود گرم سج سے گرم آئینہ ہوا آئینہ سے زانو گرم جل گیا بس یہ کیو تر کا ہوا بازو گرم ہونکا اُس وقت کہ جب پھپھو ہوا لو ہو گرم لھینچ کر تیغ کو جب ہو وہ ہلال ابرو گرم بہی شعلہ ہے تری رنگ بھوکا رو گرم گر ہوا آتی ہے کو چہ سے ترے گلر و گرم</p>
--	---

ہم تو سننے تھے سدا کل خموضِ بارہم
ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہو کے ترش ابرو گرم

ر د ی ف نون

<p>بے یار روزِ عید شب غم سے کم نہیں وینا ہے دورِ چرخ کے فرصتِ نشاط اُس زلفِ نقشہ زاکے لیے اے سچ دم زیبا ہے روتے زرد پہ کیا اشک لہگون سرعت ہے نبھن کی رگ سنگِ مزار میں وحشی کو تیری چشم کے مژگانِ برغزال</p>	<p>جامِ شراب دیدہ پر غم سے کم نہیں ہو جسکے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں کچھ دست شانہ چنبہ مرہم سے کم نہیں اپنی خزان بہار کے موسم سے کم نہیں دل کی پیش کچا ب بھی تب غم سے کم نہیں صحرا میں تیز ناخن شسیغ سے کم نہیں</p>
--	--

نقطہ قریب نہ داعی غلام ہے اُنکا وہ مول ایسے ہزاروں غلام لیتے ہیں

ہمارے ہاتھ سے اسے ذوق و وقت مینوشی

ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہیں

دود و دل سے ہے یہ تار کی ہرے بھانے میں
میں ہوں وہ خشک کن دست اس دیرانے میں
مستی و نا اشنائی و حش و بکا نکی
میں وہ کیسی ہوں کہ پانی ہو وہ بجا شراب
عشق کو اسے حسن اگر نشو و نما منظور ہو
پتھر و مین ٹھوکرین کھاتی ہے ناحق سیلاب
عشق کی نشو و نما منظور کب ہے وزیر
برق خرم سوز و دانائی ہے نامھی تری
کس نزاکت سے ہے دیکھو اتحاد حسن عشق

شمع ہے اک سوزن کم کشتہ اس کاشانے میں
برسون کہہ میں ہا ہر سون رہا تھانے میں
یا تری آنکھوں میں دیکھی باترے دیوانے میں
ہوش کیفیت سے میری خاک کے پیمانے میں
سبز نخل شمع ہو خاکستر پروانے میں
پوچھو کیا بھائیگی اگر مرے دیرانے میں
تخم اشک شمع ہو خاکستری پروانے میں
ورنہ کیا کیا لہلہاتے کھیت میں پروانے میں
زلف دان ٹٹلنے میں کھینچی دروہے بان بگائے میں

ایک پتھر جو بنے کو شیخ جی کہے گئے

ذوق ہر بت قابل بوسہ ہے اس تھانے میں

کسین یار و نئے وہ اگلی ملاقات کی بزمین
کبھی ملنا کبھی رہنا الگ مانند مژگان کے
توقع کیا ہو جیسے کی ترے بیمار جہان کی
لو کھلے چہرہ دستی آہ بالادست گرا پنی
جو ہے گوشہ نشین تیرے خیال بیتا ربوین
کرے لب شاعرانہ شکایت گمان یہ دم
ہو اسے کوچہ جانان بے آڑے اسکو تعجب کیا

پڑا جسد دل سپہن ترے اور دہم سپہن
تماشہ کچ شبنم نگاہ کچھا خلاص سپہن
یہ جنبش بغض میں جسکے نہ گرمی جسکے طلس میں
تو مارے ہاتھ داماں بجا پنچ طلس میں
وہی بیت الصنم میں بھی تو ہے بیت القدر میں
ترے محزون بایم میں ترے مفتون سکین میں
تن لاغر میں ہے جان اسطرح بوجہ رخ حسن میں

خورشید وار دیکھتے ہیں سب کو ایک آنکھ وہ مست ہوں کہ رکھے قدح کس تینا جان دادگان عشق سے پوچھو رہ فنا چشم ثریبے سرو سے اُنکو جو بوقوت وشتام دو کہ بوسہ خوشی ہے آپ کی برہن خنک دلونے ہو گر خرقہ نصیر وہ ایک دم کہ جبین مہینر ہو وصل باہ جتھے ہیں بان منت روشنی نشہ شراب ہر حینا تو ان ہیں مگر کھتے دل قوی جان لباسیونکے نہ ظاہر لباس پر محفوظ ہیں جو رکھتے ہیں در عز و قدر پر	روشن ضمیر ملتے ہر اک نیک و بد سے ہیں بنیاد سیکدہ مری خشت کھ سے ہیں اسین جناب خضر ابھی نابلد سے ہیں رکھتے اسید دوستی اُس سرو قد سے ہیں رکھتے فقیر کام نہیں رو و کد سے ہیں سمجھو کہ کرتے برف کی کوشش ند سے ہیں بہتر بگھتے ہم اُسی عسیر اب سے ہیں ہو جاتے بیزہ بین جو بڑھ جاتے حد سے ہیں ہم عشق کی لک سے جنون کی مدد سے ہیں عاری عباس ہوش قباے خرد سے ہیں ابھی کا قفل قاعدہ اب وجد سے ہیں
---	--

دلکے ورق پڑت ہیں صد مہر دل عشق

ہم کرتے ذوق عشق کا دعوے سند سے ہیں

بلا میں آنکھوں نے اُنکی مدام لیتے ہیں ہم اُنکی زلف سے سودا جو دام لیتے ہیں شب وصال کے روز فراق میں کیا کیا توے اسیر جو صباد کرتے ہیں قسیر جھکائے ہے سر تسلیم مایہ نو پر وہ ترے قاتل بتاتے نہیں تجھے قتال ترے خرام کے پیرو میں جتنے ہیں سقنہ ہم اُنکے زور کے قابل نہیں ہیں وہ شہ زور	ہم اپنے ہاتھو نکام ترکان سے کام لیتے ہیں تو اہل سود وہ سب دام دام لیتے ہیں نصیب مجھے مرے انتقام لیتے ہیں تو بھر وہ دام نہیں زیر دام لیتے ہیں غرور حسن سے کس کا سلام لیتے ہیں جب اُنے پوچھو اجل ہی کا نام لیتے ہیں خدم سب اُنکے وقت خرام لیتے ہیں جو عشق میں دل مضطر کو تمام لیتے ہیں
--	---

بول وہ کیا جس کو نہیں تیری تسناے وصال	
چشم وہ کیا جس کو تیری دید کی حسرت نہیں	
کہتے ہیں مر جاؤں گر جھٹ جاؤں غم کے ہاتھ سے	
بر ترے غم سے ہیں مرنے کی بھی فرصت نہیں	
ایک حسرت تو پرستی ہے کبھی برسی کے دن	
دور نہ رونا اگر بھی اپنی سرتربت نہیں	
ہے نوشتے میں ترے بیمار کے صحت کہاں	
اس کے نسخہ میں دوا کی لفظ کو صحت نہیں	
کھا کے زخم تیغ قاتل جو بجا لائے نہ شکر	
کوئی بھی اس سے زیادہ کافر لغت نہیں	
حاک ہو کر بھی فلک کے ہاتھ سے ہلکو قرار	
ایک ساعت مثل رگ شیشہ ساعت نہیں	
خانہ ہستی کا اپنے صحن ہے دشت عدم	
دور کر لیجے چل قدمی مگر رخصت نہیں	
میری دشت پاؤں پھیلانے تو پھر دوں جان	
ہوں اگر اک عرصہ سیدان تو کچھ وسعت نہیں	
ایک دل اور اس پر تے بار غم اللہ سے من	
ہو اس طاقت بر ایسا کوئی بیطافست نہیں	
ذوق اس صورت کدہ میں ہزار دن نہیں	
کوئی صورت اپنے صورت گر کی بے صورت نہیں	
وقت پیری شباب کی باتیں	ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

مجھے ہو کس طرح قول و قسم کا اعتبار	ہزار دن دے چکے وہ قول لکھوں کھا نہیں
جو مضمون ذوق ایوان و دوا عالم میں ہو موزوں	اواس قسم میں اسرار کے وہ بند کس میں
ہے چشم بیری مست فوج گیر باغ حسن	عارض پہ خطا ہے طوطی تصویر باغ حسن
ہو جانا دل ہے بیٹھ کے خود گلر خونین گل	تاثر باغ خلد ہے تاثر باغ حسن
تحریر سرسہ ہے تری آنکھوں میں قہر خواب	اے غیرت حسین در و زنجیر باغ حسن
بان و سی دسر مدور رخ ہونے لالہ زار	مشاطہ باغبان پہ ندیر باغ حسن
تہنالہ لب پہ گرمی بوسہ سے ہے کہاں	ہے گلر خود پہ غنچہ دل گمیر باغ حسن
اے رشک باغ طاق دوا بر و کا شیر کس	دریاے آئندہ میں ہے تعمیر باغ حسن
حیرت زان جو جا ہے تو اے ذوق دیکھ لے	
اُس نازنین کا جلوہ نفسیر باغ حسن	
س گلستان جان میں کیا گل عشرت نہیں	
سیر کے قابل ہے یہ پر سیر کی فرصت نہیں	
علم جس کا عشق اور حب کا عمل دشت نہیں	
وہ فلاطون ہے تو اپنے قابل صحبت نہیں	
خواہ پھر تباہے ظلم اور خواہ بھرتی ہے زمین	
پر ہمارے واسطے بان نزل راحت نہیں	
بسل تیغ محبت کا لب برزخ قسم دل	
ہوتا دابلے شور و ادیلا و احسرت نہیں	
منہ میں گر بانی چو اوسے پار اپنے ہاتھ سے	
مرگ کی تلخی سے شیریں ترکوئی شربت نہیں	

بازگِ خیالِ نوحی تو زین عک و کا دل | امین وہ بلا نوح شیشے سے تھو لو تو زین

پھر اس شہ کو یاد کر۔ نواز دلین و دوق

نشر چھو کے بن سیر شتر کو تو ز دون

ہوں اس طرح جہا میں کہ گویا نہیں بھین

ہیں ہوں بھار سا یہ بہان تم دین بھین

مانند سا پست قدم گاہے ہیں بھین

کچھ ہیں زلف کچھ شکن استین بھین

نام آسمان پر سیر ہے زیر زمین بھین

عفا کی طرح خلق سے عزت گزین بھین

ہیں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں بھین

اس در پہ شوقی سجدہ فرش زمین بھین

سرشکلی بخت نہ دے نخلو اشے سچ

تا راسا تہ ہوں میں کنوین میں بزرگ آب

ہوں طائرِ خیال نہ بہ میں زیر سے بال

پر اڑ کے جا ہونچا کہیں سے کہیں بھین

کہ بتے بابے کوئی شتر سمانی میں

کہ ہو فساد کی آتی بتے بند پانی میں

تھلک بڑا تک گل سید فرو پانی میں

بقا نہ فکر ہے کیا اس چال میں فانی میں

سہا پہ پوش ہو سے ماقہ جہا لی میں

پھر تھکتے ہو کہ کوہ بر گمانی میں

کہ جو ہر لبے کہان تیغِ اصضالی میں

لباب دار ہوں میں اب زندہ گالی میں

یہ ہیں وہی جو گانے میں نکالی میں

بغیر جھوٹ نہیں اور کچھ کھسانی میں

نہ دینی ہے مجھے دل کی سنگا سبانی میں

گدڑی عجب ہے یوں دور آسمانی میں

رکا و خوب نہیں طبع کی روانی میں

وفا شک گرس رہا وج ہوا پنا

کہا نیان میں حکایاتِ حضور آب بقا

نہیں خضاب سے مطلب ہیں یہ موئے سفید

وہ سیدھے گھر کو صدارت کے کھچیں

بہر و نئے کو دیکھیں چن ابرو یا

ہمیشہ ہے مجھے سرمایہ فدا میں بقا

اکھاتے تہمت گریہ میں لطلو نکو ترے

کہوں میں اپنی کھسانی تو وہ یہ کہتے ہیں

سنگاہ کسکی چڑھا دل کہ خوف سے دن رات

دل خانہ خراب کی باتیں	اُسے گھر سے چھوڑ گئے دیکھو
کر شراب و کباب کی باتیں	وہ دیکھا چھوڑ کر غریب سے خصل
ہین چہ چشم پر آب کی باتیں	سب سے آیا جو آبرو پر مری
وہ شب ماہتاب کی باتیں	یا ہے مر حبیب ام بھول گئے
تیری یہ اضطراب کی باتیں	بھگا ہوا کرنگی خوب ایدل
سکے نام صبح دنا سب کی باتیں	بنا ہوا ہے اور بھی نفع مان
چھوڑ کر شراب و حجاب کی باتیں	یام کو سب سے لے گیا اپنے
اس مڑ سے عتاب کی باتیں	سنتے ہیں اُس کا چہرہ پیر کے ہم
کہ یہ ہین صبح دنا سب کی باتیں	بکھرا ہے اب یہ چہرہ قلمتہ زلف

ذکر کیا جوش عشق بن اسے ذوق

چمکتے ہوں مہر و تاب کی باتیں

آئینہ نمیبال مگر کو توڑ دوں	سب سے بن گیا غمناک کو توڑ دوں
ہر یوں نہ غیر سے بت کا فر کو توڑ دوں	ہر یوں نہ دوزخ کو توڑ دوں
سارے غلہ سے دھم مگر کو توڑ دوں	دنیائے بے غلہ کو توڑ دوں
گر خاک پر چہرے توہین ساغر کو توڑ دوں	گیا وہ نام ہو جو کبھی سب سے دور پرچ
پاسے رفیق و بہت سیر کو توڑ دوں	راہ جنوں میں جلد اٹھاؤں ہمیں قدم
یا تک جھکاؤں شاخ ضرور کو توڑ دوں	کیا نہ سخی سب اہل کرم سے کتب پرچ
باہم ردا کے شیشہ دساغر کو توڑ دوں	ساقی ردا ہوئے تری عیاں ہے جی
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں	اسمان ہمد کے اٹھانے مری بلا
کشتی میں ہوں تو بوجھ سے لنگر کو توڑ دوں	اسے اٹھانے پوچھ کر ناری گستاہ
کشتی سے دست و پا شاہ کو توڑ دوں	ہر یوں بھر عشق کو یہ زعم بل سے زور

اُن آہودن سے کہو دیکھیں میری آنکھوں کو
 ہے اُن کی چشم کی گردش پر گردش عالم
 ہمارے وصل کی شب ہے ویا شب محشر
 ہوا کے گھوڑے پہ کس برقِ ش کو دیکھا
 پڑیگا سایہ زلف اُس پہ بھی ضرور کبھی
 ہم اُنکے کوٹھے پہ چڑھکر بنیں جو بندہ عید
 خدا کا بندہ ہو زاب خدا کو دیکھ دُرا
 اور صدفِ شفق میں ہے شام اور صبح میں بھی
 نہ پوچھو شغلِ سیری میں ہم غریبوں کا
 وہ دن تو عید کا ہوتا ہے دن بیکار
 یہ کس کو دیکھ فلک سے گرا ہے غش کھا کر
 سوال جو ہر آئینہ ہے چشم پر آب
 بہار کو میں دکھاتے ستارہ سحری
 تنہا کی راہ میں پتھر جو بن کے بیٹھے ہیں
 وہ خاک اُڑائینگے بازارِ عشق میں اگر
 بنا کے چشم کے دنبالہ پر وہ خال سیاہ
 عرق کے قطرے نہیں دیکھتے ہیں اس رخ پر
 اُٹھی آگ یہ سینے میں ہے کہ آفت ہے
 بنا کے آئینہ میں دیکھتے جا آئینہ گر
 زیادہ سر ہو جو دشمن تو ہم سمجھتے ہیں
 انگلیں کو دیکھ لیں چاہیں جو نام عالم میں

جواب جو میں گلِ نیلوفر کو دیکھتے ہیں
 جدھر ہو اُن کی نظر سب اُدھر کو دیکھتے ہیں
 کہ اُٹھ کے صبح قیامت سحر کو دیکھتے ہیں
 کہ طمطراق و ہم کر دفسر کو دیکھتے ہیں
 کہ بیچ و تاب تمھاری لہر کو دیکھتے ہیں
 کہ جدھر کو چاہیے اور ہم جدھر کو دیکھتے ہیں
 کہ زر کے بندے زمانہ میں زر کو دیکھتے ہیں
 ابھی سے در بدم اٹھکر سحر کو دیکھتے ہیں
 کبھی نفس کو کبھی بالِ بر کو دیکھتے ہیں
 تمھارا اُٹھ کے جو منہ ہم سحر کو دیکھتے ہیں
 پُرازمین پہ جو زقمر کو دیکھتے ہیں
 کہ منہ پہ خاک ملے کیوں ہنر کو دیکھتے ہیں
 تمھارے کان میں جب ہم گھر کو دیکھتے ہیں
 انہیں کہ دیکھ کے سنتے شر کو دیکھتے ہیں
 کہ پہلے آن کے سود و ضرر کو دیکھتے ہیں
 سان ترک نظر پر سپر کو دیکھتے ہیں
 ستارے دھوپ میں ہم دوہم کو دیکھتے ہیں
 عرق کی جا پہ نکلتے شر کو دیکھتے ہیں
 ہنر و اپنے بھی عیب ہنر کو دیکھتے ہیں
 تر و پتا خاک پہ مار دوسر کو دیکھتے ہیں
 کہ سینہ کا دی میں بانِ نامور کو دیکھتے ہیں

<p>مرا ہے تیغ محبت کے زخم کھانے کا نہیں جو ضعف سے دم دلے کچے ہے آہ کہ بس نہ دے مجھے تکلیف ناتوانی میں کہے جو صرف نہ قاتل نمک نشانی میں</p>	
<p>بجز شاعر علی شاہ کون جاسے ذوق تری زبان کا مزا تیری شعر خوانی میں</p>	
<p>تو کیے غنچہ کر اس لب پہ دھری خوب نہیں سانسے سے مرے ملتا نہیں ناصح تک فتنہ سرکش ہے بھی تک کہ تری آنکھوں نے سندھ جڑھے تیغ غم عشق کے کیا سندھ ہے ترا</p>	<p>چب کہ منہ چھوٹا سا اور بات بھی نہیں منہ کھانا مراد و چار گھڑی خوب نہیں دست نہ کان سے کوئی دھل جڑی خوب نہیں ہوا موس تجھ پہ کوئی ضرب پڑی خوب نہیں</p>
<p>خبر دیوں سے بہت آنکھ لڑی پر افسوس قسمت اے ذوق کہیں اپنی لڑی خوب نہیں</p>	
<p>ہیں نسان محو خود غالی میں ہو کے اک بوسے پر ترش ابرو انہیں گھٹی میں وہ فرنگی زاد بیر ہے پر خودی خدائی میں بات کو ڈالنا کھٹائی میں ماہ ہے سسزل ہوائی میں</p>	
<p>ذوق ہے ایک رند شاہد باز اسکو کیا چنسل پارا کی میں</p>	
<p>سلام کرتے ہیں انکو جدھر کو دیکھتے ہیں وہ دیکھیں بزم میں پہلے کہہ کر کو دیکھتے ہیں یہ لوگ کیوں مرے عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں وہ اپنی برش تیغ نظر کو دیکھتے ہیں نہ خیر و شر کو نہ عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں میں چپکا دیکھ رہا ہوں جگر کے داعون کو اور ان کو دیکھو ذرا وہ کہہ کر کو دیکھتے ہیں محبت آج ترے ہم اثر کو دیکھتے ہیں انہیں تو دیکھیں ذرا وہ کہہ کر کو دیکھتے ہیں ہم انکو دیکھتے ہیں اور جگر کو دیکھتے ہیں جدھر کو آب ہنوں ہم اُدھر کو دیکھتے ہیں کہ چارہ گرا نہیں وہ چارہ گر کو دیکھتے ہیں</p>	

ہووے تو اسے مردوش جب پر نوا گشت آب میں
 عکس زلف یار اور آئینہ خسار پذیر
 توجہ درین میں لڑا چھینے تو میان شرع
 مردم دیدہ میں پتہ زندہ آب شک ہے
 بھول مت علم کتابی پر کہ آخر آب تلک
 تو آب و زینت ہے اگر جو اسے رشک بہار
 لے لو اپنے رو سے سین پر ذرا آبی نقاب
 کیا ہوا کیا سبزہ ہے کیا گل ہے کیا ابر بہار
 صبح کر اس شاہ دریا دل کی اے ن حکا فیض
 شاہ اکبر خسرو غازی کہ آب تیغ سے
 پڑھکے بشیر اللہ چھوڑ گیا و مونسھا دل
 مطلع روشن لکھا جس کے کہ بحر نظم میں

ذات جون روح القدس تو جبکہ تو سن آب میں

نور حق ہوا مل برمان پر سب زمین آب میں

خشک و تر کو ہے سہارا تیرا دامن آب میں
 غرق جون فرعونیاں ہو فوج دشمن آب میں
 ہے سخاوت سے تری دست قلمزن آب میں
 گوہر تر سے بھریں سو جوئے دامن آب میں
 مثل ابراہیم ادم ایک سوزن آب میں
 غرق ہووے تا بانٹا ہے برہن آب میں
 قلعہ سے روشن ہو صد معنی روشن آب میں

اسے نہ اباسن تبت اسے نہ غمخیزست رام
 تمام حق لیکر جو بارے تیغ راہ حق میں تو
 آتشہ دریا نوال اور دل تیرا سوچ کرم
 تیرا فیضان عطا جہدم گوہر باری کرے
 حکم تیرا جب توجو چاہے تو گم ہونے نہ پاس
 تیرے حکم شرع سے جب کفر دریا بہرہ ہو
 ہو ترے سینہ میں جب بحر سعانی موج زن

نخراشِ ناخنِ بڑت سے چارہ گریہ سے اٹھائی آنسوؤں نے کہ آن ہے تسبیح کسی کی کاوشِ مژگان سے برسرِ مژگان جہان کے آئینہ سے دل کا آئینہ ہے جدا و کھا دو تم اب میگوں پر خندہ نکسین	شکستہ بخیہ زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں سفرے جان کا جو فالِ سفر کو دیکھتے ہیں شکستہ قطرہ خونِ جگر کو دیکھتے ہیں اس آئینہ میں ہم آئینہ گر کو دیکھتے ہیں کہ بان تو ساغرے میں شکر کو دیکھتے ہیں
---	--

مبارکتِ محبت کا دیکھ سہمی پر
لگا کے ذوقِ کسوٹی پر زر کو دیکھتے ہیں

سے ملا کر ساتیان سامی فنِ آب میں زلفِ فنی و ش کو دھو کر وہ پرنِ آب میں چشمہ آئینہ میں کب تو ہوا پاپ نگاہ پھر تاجِ یلِ حوادث سے کوئی مروت کا تھ صحبتِ اہلِ صفات تیرے دل کب صاف ہوں اب بھی گریہ سے مجھے فرصت نہیں فوارہ طاسِ قلیان میں رکھا ہے اُسے ابر مردہ کو دیکھنا آبی دوپٹہ مسخہ پر اُس کے وقت خواب میں ہوں وہ تفسیدِ دل کر جاؤں ریا کو جہ یوں رہا میں زندگی بھر تشنہ دیدارِ یار سایہ سر و چین نے کیا ڈرایا ہے مجھے وعدہ ہے آنے کا اُس کے ابر کھل جائے تو آئے شب جو ہم کھئے کو بیٹھے اکٹھے سے اندیشہ ذوقِ نواسِ بحر میں ایسے گلِ سمنوں بہا	کرتے ہیں جادو سے اپنے اُن دش آب میں ہوں بجائے موج پیدا مار رہنِ آب میں اس طرح جاتے ہیں دیکھا پا کر اس آب میں شیرِ سیدھا تیرا ہے وقتِ فتنِ آب میں زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے اس آب میں گو کہ میں ڈوبا کھرا ہوں تا بلبلِ آب میں دوب مرر و رو کے تواسے ابر بھیں آب میں سرجِ آبی میں بہتا ہوں یا مہرِ روشن آب میں گر رہے گردِ زہ میری خاکِ مرنِ آب میں جیسے مستقی کا دم ہوتا بہرِ دل آب میں اثرِ دماہن بن کے شے رشکِ گلشن آب میں ڈالتا ہوں دمِ بدم اٹھ اٹھ کے روغنِ آب میں بہ گیا خط لکھتے لکھتے مشفق من آب میں جا بجا لگ جائے اک پھول کا خرین آب میں
--	---

بین آمد بہار سے بھلا سے منہ میں خون
 ہم کا فسران عشق کو ہے یہ بڑا عذاب
 مجھ رو سیہ سے کب نہوا سجدہ سر فرد
 شکل ہے میرے عہد محبت کا پڑنا
 اہل صفا کا نہ بیکھا نہ دامن کسی نے تر
 وحشی کو تیرے دشت بھی ہے عرصہ بہشت
 اللہ ربے ضبط دل کہہ سے بے سمر زار
 اسے عہد یاد ہے تو زمین پر کہ اٹھ گیا
 منصوبہ نامہ نے کام کر کے ہیں حریف
 تو نے جو ہاتھ قتل سے کھینچا تو کس ہوا
 بے میکشون کے ہائے مینا تخت جم
 چمکایا تش دل پر واد کا ہے رنگ
 ہے لہو حث زر سے یہ دامن ہمارا پاک
 کہ آب دیدہ شربت کو تر بھی ہے تو کیا
 حالت ہے اب یہ زار ترے دلفکار کی
 ہاتھ آئے کس طرح دل گر شدہ کا کعبہ ج
 ہاتھوں نے چرخ لقمہ تو پر داز کے کبھی
 سر ہزار عشق کے لیے دارالامان کسان

یہ زخم دل تبسم غنچہ سے کم نہیں
 دوزخ میں تش آتش سنگ صنم نہیں
 کب گردن محالت محراب خم نہیں
 اسے بے وفا یہ تیری نہ اکی کسم نہیں
 گوہر ہے اسی آب میں غرق لہر خم نہیں
 آہو کی شاخ شاخ سے طو بے کے کم نہیں
 گیسوے دود شمع میں بھی ہرچ دہم نہیں
 دھونڈھون کہ ہر سرسرا کر نقش قدم نہیں
 اور مجھ میں مثل بازی شطرنج دم نہیں
 رکھتی کسی طرح تری تیغ ستم نہیں
 بان جام نہ ہے سائے تو جام خم نہیں
 اسے شمع و سیاں شوق صبر و نہیں
 لر چھینٹ بھی ہے تو عہد و رم نہیں
 بے تک کہ اس میں چاشنی درونہ نہیں
 ہے چشم زخم سندھ پر کہ جو چشم خم نہیں
 ہے چور وہ کہ جس پر کسی کا بوم نہیں
 کہہ سکتے آہ دست ہا سفا بسم نہیں
 مومنہ قریب سے سر شین خم نہیں

جاتا ہے آنکھیں بند سے فوق آسمان

یہ راہ کو ہے راہ ہے راہ مہم نہیں

<p> ہو ترا فیض سخن گرسنے نطق فصیح تیرے آگے گر کر بن اعدا سر مصیان بلند توصف آرا ہو جو دریا میں نوا یک لک کرم روے دریا پر بناتے ہیں ہم موج و حباب نور ظلمت ہمدگر دشمن ہیں پر حیران ہونین بابو پا تیرا ہے یوں آنش قدم بر روے خاک عکس ابھی دریا میں ہے اور سن ارجا ہے یوں تیرا فیض کوہ پیکر بسکہ دریا سیر ہے مثل ابر آئے ولیکن سرعت رفتار سے سر طائر نسر واقع چسبچ پرتا ہوں شہل </p>	<p> بلبے مانند بلبل ہوں نوا زن آب میں مثل قوم نوح ہووے سب کا مدفن آب میں ہو حدو کے قتل کو سو سو تہمتیں آب میں بہر سر بازان لشکر خود و چو شن آب میں تیرے خنجر میں ہے کیوں آنش باہن آب میں ہووے چون برق درخشان سایہ افکن آب میں روح گویا اڑ گئی اور وہ گیاتن آب میں ڈالے وہ کوہ روان جب پناہ میں ہیں اوپر اوپر چلے مثل ابر بہن آب میں اور زمین پر ہووے تامل ہی کا سکھ آب میں </p>
--	--

ہو ہوا سے شوق میں سر پر ہوا اقبال کا
 ماہی دولت کا ہوتی ہے شہین آب میں

<p> غم نارہ پنا صفحہ محشر سے کم نہیں وہ دن ہے کونسا کہ ستم پر ستم نہیں مضمون کے وجہ و تاب ہے گم نہیں بعد از فنا بھی جوش جنون میرا کم نہیں گوا اضطراب دل کو حیا کرتے ہم نہیں جوش شگفتگی ہے محبت کا غم نہیں آتش میں آپڑا تو ہے میری طرح سپند یہ دل مجھے ڈبو کے رہیگا کہ سینہ میں منظور دلکو کا دش غم کی ہے مشق اگر </p>	<p> ہے شور الغیاث صریح سلم نہیں گریہ ستم میں روز تو اک روزم نہیں ہے زلف یار ہاتھ میں میرے قلم نہیں کسوقت زلزلہ سر دشت عدم نہیں پر جو نگاہ ہے رگ بسمل سے کم نہیں یہ خون خراش دل میں تبسم سے کم نہیں لیکن نکل بھی جائیگا ثابت قدم نہیں وہ کونسا ہے داغ جو گرداب غم نہیں بہتر مژدہ سے یار کی کوئی تسلیم نہیں </p>
---	--

دیکھے شعلین سے قفس کے پیش و پس کی تیلیاں
 اگر سر سیلابچی رکھتے خوش کی تیلیاں
 اگر رگ، گل سے جان پہلے کے قفس کی تیلیاں
 اسی زمین رنگ گل کا فدا کیا ہے باغبان
 اسے مہندس مرزا ساعت کو اگر کرتا ہے بند
 میں ہوں دیوانہ کسی کے سبزہ رخسار کا
 سو غم سے سین سلگتے جسم و جان ناتوان
 کشتہ مژگان کے گہند کا ہے مرقداے صبا
 اٹھا رنگ سنا کا شوق اگر ہوا ہے پری
 پنجہ مژگان جو پار و بسمند ناز ہے
 لے چلا دنیا سے دل یا کاسہ روغنِ حرمیں
 ہوشم گریبان سے اگر سب برس برسات خوب
 شمع کی دالڑھی تو حاضر ہے لگاوتِ سافیا
 ہے دوانی اس شجر کے واسطے تازہ خزان
 ہوسند شریان میں کہ رشتے ہیں تر سے بندہ ہوشم
 سب سے پہلے ہوا ہے دل کا قفس
 کا یہ ہے سیاہ نادان چکورا لاش کا شوق
 جو میں ریغِ ناز مانع اس کے قفس کے واسطے
 اڑت جا پئے ہوا سے شوق میں نکلے کی طرح
 طرزِ ناز مجھے گر سیکھیں جلا دیوں بھی
 اپنے قل شکر میں جو ہرگز نہ رہے سب کے سامنے

یوں طہین ارجا میں جیسے خارِ خس کی تیلیاں
 لیجے مژگان کی مجھ بے دسترس کی تیلیاں
 کائنات کھوین چھوین اس کے خس کی تیلیاں
 میں ہی رگڑاے گل کے قفس کی تیلیاں
 سے ہوا میں اڑ کے آوازِ جرس کی تیلیاں
 مار و پھولوں کی جاگہ تم محلِ خس کی تیلیاں
 کب کا یہ کوڑا تھا یا رے برس کی تیلیاں
 جا لگا اس پر عوضِ زرین کس کی تیلیاں
 تیرے ہاتھوں کی نگہ میں ہوں قفس کی تیلیاں
 تاب کس لائین لکھ کو بفرس کی تیلیاں
 میں کیوں رکھتا ہے جار و جوس کی تیلیاں
 سبز ہو جائیگی سب میرے قفس کی تیلیاں
 ہر شے شیشہ کو ہیں اس کا خس کی تیلیاں
 پتے ٹچکر رہ گئیں خالی سرس کی تیلیاں
 آشیان کے واسطے عین چن کے خس کی تیلیاں
 اس نمازک اور کیا ہو گی قفس کی تیلیاں
 است بنا پیکل کے مار و جرس کی تیلیاں
 جابین صندل کی جو میں اجرس کی تیلیاں
 متین جو مانگ میں قصداں رز ورس کی تیلیاں
 صوتِ قفس بنے آوازِ جرس کی تیلیاں
 محل کا دوا تھا مگر شائع عدس کی تیلیاں

	ہم سے ظاہر و پنهان جو اُس غارت گرت جھگڑے ہیں
دل سے دکنے جھگڑے ہیں نڈرون سے نظر کے جھگڑے ہیں	
	جیتے ہی جی کیا ملک فنا میں ساتھ بشر کے جھگڑے ہیں
ہر کے ادھر سے جبکہ چھٹ تو جا کے ادھر کے جھگڑے ہیں	
	کیسا مون کیسا کافر کون ہے صوفی کیسا رند
سارے بشر ہیں بندے حق کے مابے شر کے جھگڑے ہیں	
	ایک ایک جو دوستم پر اس کے سو سوداغ: داں ہے گواہ
ہم جو اُس سے بھگڑے ہیں حق ثابت کر کے جھگڑے ہیں	
	غم گستا ہے دل میں رہوں میں جلوہ جانان امتا ہے میں
کس کو نکالوں کس کو رکھوں یہ تو گھر کے جھگڑے ہیں	
	بھڑکے ہوئی پانی پانی لعل دل خون پتھر میں
دیکھو لب و دندان سے تھامت لعل و گہر کے جھگڑے ہیں	
	دوست کے گھر میں دشمن ہو جب سنگ ہمارے سینہ پر
	دل کا ذکر رہا کیا باقی پھر توبہ کے جھگڑے ہیں
	حضرت دل کا دیکھنا عالم ہاتھ اٹھائے دنیا سے
	اباؤں بسا بے شبہ ہیں اور سر پہ سفر کے جھگڑے ہیں
	ذوق مرتب کیونکہ ہو دیوان شکوہ فرصت کس سے کریں غم
	باندھے گئے ہیں ہم نے اپنے آپ نظر کے جھگڑے ہیں
در نہ ہیں یان باں و پرتا نفس کی تلبیان	آفت جان لگو میں تن کے قفس کی تلبیان
تلبیان بھی وہ کہ جو ستر برس کی تلبیان	ستون ہیں اس تن لاغر میں جس کی تلبیان
حلو کے دیکھ آئین جو کچھ رکھی تھیں جس کی تلبیان	برصمت پر داز گرد یوں قفس کی تلبیان

کیا تماشا ہے کہ اُنکے کا نہیں اُٹھا ہے درو
ہم جو آئے در و دل اپنا ذرا کئے کوہین

بے سبب سو فار اُنکے منہ نہیں کھولے ہیں ذوق
اُنکے چمک مرگ سپاس تمنا کئے کوہین

گر ترانہ نہیں سنیم کیا ہے اس میں
دل کو کیا دیکھے گا تو چہرے کیا ہے اس میں
رسن انداز ہے چاہ ذوق بار میں زلف
عشق کی تلخی حسرت کے جوئے لے کے منہ سے
تو نگین توڑ نہ دلا کہ بڑی کاوش سے
کبھی کرتا ہوں فغان اور کبھی ضبط فغان
خضر ساقی ہو تو میں جام نہ لون گرجا ہوں
ویکچے عشق میں جان واسق و قیس فریاد
اُس جفا کیش کے نامہ کو پڑھوں کیا فاصد
شیش سبز فلک سے نہ طلب کرنے عیش
جا پڑا ہوں پتھر قاتل کے تڑپ کر شہر

ایرا کہ لے کی طرح خاک کا پتلا اسے ذوق

اُڑتا بھرتا ہے بھری جبت ہوا ہے اس میں

کہے دشت بیان سیم غلگولہ کو کہتے ہیں
سوال ہو کہ کمالا جواب چہین ابرو سے
نگہ اور دل کا جذنا حوصلہ خاتل کیا سارا
حد سے بیش زن ہر دم میرے در پہ ایذا
گوارا تلخی سے کیوں نہ ہو ہم حسرتہ جانوں کو
یہ سچ کہتے ہیں سرچ پہ بولے جادو اسکو کہتے ہیں
یرات عاشقان بر شاخ آہوا اسکو کہتے ہیں
نگہ کے تیر کا ہونا ترانہ واسکو کہتے ہیں
یہ موزی زہر کی ہے گانٹھ بچھو اسکو کہتے ہیں
کہ دار و تلخ ہی پتھر ہے دار واسکو کہتے ہیں

آگے ان نالوں کے ہیں یون خار خوش ہوتے قریب	جون ہوں روکش آتش اثر نفس کی نیلیان
کاروان حیرت کا تماشہ نکا نکا دشت میں	رنگین بن بن کے آواز جرس کی نیلیان

سلسلہ وابستہ تھا کچھ عالم معنی سے ذوق

موردِ تحسین یہ تیلیان کس اپنے بس کی تیلیان

آج اُن سے مدعی کچھ مدعا کہنے کو ہیں	پر نہیں معلوم کیا کہو بگے کیا کہنے کو ہیں
وصف چشم و وصف لب اس باریکا کہنے کو ہیں	آج سہو رس اشارت و شفا کہنے کو ہیں
ہیں دہن غنچوں کے دایا جانے کیا کہنے کو ہیں	شاید اُسکو دیکھ کر صل علی کہنے کو ہیں
کہہ سے شبنم سے نہ بھر سباب گل کے کان میں	بلبلین احوال دل کچھ اے صبا کہنے کو ہیں
دیکھے آئینے بہت بر خاک ہیں ناصاف سب	ہیں کہاں اہل صفا اہل صفا کہنے کو ہیں
و مہدم رُک رُک کے ہے سہ سے نکل چڑتی زبان	وصف اُس کا کہہ چکے فوارے یا کہنے کو ہیں
اب تورات آخر ہوئی میری طرف دیکھو در	سجدہ دن میں لوگ اذان سے مہ لہا کہنے کو ہیں
میں ترے ہاتھوں کے قربان واہ کیا مار میں تر	سب دہان زخم منہ سے مرجھا کہنے کو ہیں
سیرے دیکھے آئے دیکھے تو سہ فق ہو گئے	زرد یوں ہی داناہے نہر با کہنے کو ہیں
دیکھ تو لے پہنچے کس عالم سے کس عالم میں ہیں	نالماہے دل ہمارے نار سا کہنے کو ہیں
گاہ داسنگیر باد و گہ بیابان گرد خاک	اب تو تیرے عاشقوں کے دست دیا کہنے کو ہیں
وہ جہازہ پر مرے کس وقت آئے دیکھنا	جبکہ اذن عام میرے اتر با کہنے کو ہیں
ہے جہان بانڈ مجھ اور تم ہمشکل سپند	اب چلے جائیگے آئے اک صدا کہنے کو ہیں
پوچھو قاتل سے کرگیا قتل آخر کب تک	چی تانچ آج ہم پیش از قضا کہنے کو ہیں
سیرے سودا کا اطبا کر نہیں سکتے علاج	یوں ہی خطی ضبط دیا انجو اس کہنے کو ہیں
سٹ گئے جو ہر وفا کے اٹھ گئے سب اہل دل	اب وفا ہے نام کو اور بار وفا کہنے کو ہیں
ای مصفاے دل ہی جس میں عیان ہو کل یار	یوں تو آئینوں کے دل بھی بھٹا کہنے کو ہیں

اور ہم نصیب بہ مرتے ہیں ہم ایسے شخص میں	نہ وہ غضب کے ہوتے بھی کم ایسے شخص میں
کب کرتے قصد ویر و حرم ایسے شخص میں	صاحبِ دل پر کیا مقام
مجھوں بھی لیگا آکے قدم ایسے شخص میں	دیوانے تیرے دشت میں رنجینے جب قدم

دین کیا ہے بلکہ دے جائے ایمان بھی اُنہیں
زائد یہ بہت خدا کی قسم ایسے شخص میں

وان ایک خاشی تری سب کے جواب میں	پان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
کیا جانے لکھد یا اُنہیں کیا اضطراب میں	خط و کھل کردہ آنے بہت سچ و تاب میں

بے بادہ غورگی میں ہوا ذوقِ جون مویز
کی تو بہ بے وقوف نے ناحق سلباب میں

میں کچھ نہیں لیکن ترے قدموں سے لگا ہوں	لے رنگ کفک ہوں نہ ترا فذوقِ پاہوں
میں ناقہ لیلی کا سسران لے پاہوں	مجھوں نے مجھے سمجھا جہانِ غرہ مقصود

وہ مہر نوین تاب وہ گوہر ہے تو میں آب

مجھے نہ جدا وہ ہے نہ میں اس سے جدا ہوں

اتنے سوتن پہ نہیں بنے ہیں پیکانِ دہن	کھائے سپہ بہ ترے ناکِ نرکانِ دہن
بنے جانا تھا کوئی دن ہے یہ نہانِ دہن	گھری کر مٹیجا ہارے غم بھرانِ دل میں

خافاہ میں بھی وہی ہے جو خرابات میں ہے

فرق پر یہ ہے بیانِ سخن پر ہے اور وان دہن

صبر و طاقت کے وہاں پاؤں اکٹھرتے ہیں	تیرے آفت زدہ جن دشتوں میں اڑ جاتے ہیں
خطین لکھتا ہوں تو سب حرف بگڑ جاتے ہیں	اتنے بگڑے ہیں وہ مجھے کہ اگر نام اُن کا

کیون نہ طواف میں اُنہیں غیر کہ کرتے ہیں یہی

ہمنشین جن کے نصیبے کہیں رڑ جاتے ہیں

گرہ کھولی ذرا اُس نے جو اپنی زلف شکن کی جو پوچھے عقل یہ دے بتا کیا نام ہے تیرا کبھی شیریں نہ دل سے کو کبھی نہ کوہ کو کاٹا	معطر ہو گیا آفاق خوشبو اسلو کہتے ہیں کہوں دیوانہ چشم بری رواں کہتے ہیں محبت یہ نہیں ہے زور بازو اسکو کہتے ہیں
اجل سوا بار آئی ذوق پر جب تک نہ آئے نہ پایا دم نکلنے یہ اقا بوا اسکو کہتے ہیں	
قصہ شب تیری زیارت کا کبھی کہتے ہیں کرتے اظہار میں درپردہ عداوت اپنی وہ لکایہ حال ہے پھٹ جائے سو جاتے اور توڑیں اک نام ہے اس کا نہ گروہ دن کو مگر	چشم پر آب سے آئینے وضو کرتے ہیں کیون مرے آگے جو تعریف عدو کرتے ہیں اگر اک جاگے ہم اس کو رنو کہتے ہیں نوش ہم اس میں کبھی دلا لہو کرتے ہیں
قدح کو نھارے نہیں دیکھا شاید سرکشی اتنی دوسروں کو جو کرتے ہیں	
رکتا زبیکہ جیفہ دنیا سے تنگ ہوں ہوں وہ شگفتہ دل کہ نہ درخیں تنگ ہوں ہیں سب سے پہلے اٹھانے کی فکر میں دل بیٹھا محض ہے اور مجھ کو اضطراب	پارس بھی ہو تو جاتا ہمارے سنگ ہوں آہن تو آگ میں ہوں مگر لا رہا ہوں مغل میں انکی میں کسی پر کا رنگ ہوں دل میرا مجھے تنائے ہیں دل سے ناک ہوں
پروانہ گر نہیں تو نہیں ہر ہون شہد دوست کبھی کی ہوں تو شہنشاہ زمان تنگ ہوں	
مرے نامے کہیں اس گنبد بے در اور ہیں گزر جاتے ہمارے نامے اُنکے سر سے اور ہیں عجب عالم ہے اب لگا کر اُنکے اک اشارہ پر بہن دیا لکھن میں ہم پڑے ہیں مافی سے	ہو اکیوں باز دھتے ہاواں بونہا زہر ہیں وہ اک سٹے نہیں تھے آؤ اور سے اور ہیں لختک طبع ہمارے زمین سوستر سے اور ہیں ابھی ملاقت کرے یاری تو اگر فر سے اور ہیں

ہیں ہون وہ جگر خون کہ مسامیت بدن ہے	ہوں اشک عرق بھی شفقی رنگ نکالوں
ہے جی میں کہ غنچہ کو گردن تنگ چمن میں	بھربارہ کا ذکر نہں تنگ نکالوں
دنبالہ سے سرسہ کے دھوان ہیں تری آنکھیں	کہہ بیچیں کچھ سیف زبان ہیں آنکھیں
مرے نالوں سے چپ ہیں غنچ خوش الحان بزمیں	صد اطوطی کی سنسنا کون ہے تقار خانہ میں
ہوا ہے اور نہ ہو وچاکوئی پیدا خدائی میں	وفا میں کوئی مجھسا اور تم سا بے وفائی میں
اسیری عشق کو منظور تھی مہری لڑکپن میں	بہانہ کر کے سنت کا پھایا طوق گردن میں
ہیں وہ دیوانے کہ خلبو بڑیاں درکار ہیں	ہم اسیر زلف ہیں کافی ہمیں دو تار ہیں
اگندہ ہیں ادب بھی یوں تو گند انداز رکھتے ہیں	تری زلفوں کے خم کچھ اور ہی انداز رکھتے ہیں
کیا صوفی و کیا سیکش قابل مرے دونوں	پرندہ ہے شرب سے غافل مرے دونوں
مر گئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے میں	بے وفا پوچھے ہے کیا دیر ہے لیجانے میں
جس جگہ بیٹھے ہیں بادیدہ نم اٹھے میں	آج کس شخص کا مسند دیکھ کے ہم اٹھے میں

مرگیا ہوں بسکہ وصلِ سین کی فکرمین	چادرِ مہتاب ہے میرے کفن کی فکرمین
ہائے گلِ سببِ شنایزے مرہیں عشق کے قی	تھے علاجِ ضعفِ دل اور ضعفِ تن کی فکرمین
آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں با چشمِ پر آب	
گاہِ تدبیرِ محمدین کہ کفن کی فکرمین	

مستقرات

ذہنی دل لے لوں تو پھر لُٹتے قاتل کو نہ دوں	جانِ دل دوں یا نہ دوں پر دلوں کو نہ دوں
چار نکڑے کرو دل کے کہ نہیں ہو سکتا	لب کو دہنِ رُخ کو نہ دوں لُغو دوں تل کو نہ دوں
نہ ڈال آئے اے گرمیِ فغانِ سُختہ میں	کہ چپکا بیٹھ رہوں بھر کے گھنگنیاں بندھ میں
ہمارا پی کے لہو تیرے تیر کا سو فار	یہ چپ ہو ا ہے کہ گویا نہیں زبانِ بندھ میں
اسیرِ رنج و غم میں ہوں مریضِ جانِ طلب میں	اور اس پر اب تلکِ صبا ہوئیں کوئی عجب میں
جو مانگن موت در و بھرے محکو نہیں نہیلا	کہ نامِ عشقِ لون اور قدرِ راحتِ طلب میں
ہر بن سو سے نچتے ہیں شرِ آتشین	بنگیا ہوں میں سرِ ابا اک انارِ آتشین
واہ رے سوزِ جگر اٹھتے ہیں میری خاک سے	دودِ گھمن کی طرح اب تک غبارِ آتشین
سینہِ دہل پر مرے زخمِ جگر سنستے ہیں	سنستے دو چارہ گردِ سنستے ہی گھربستے ہیں
ہوتے پابندِ علائقِ نہیں وارستے نہیں	گھست گل کے گل جانے کو سورتے ہیں

ہم وہ مجنون ہیں کہ دل اپنا ہے صحرا ہمو
 اُس نے خط جو قلم سرور سے لکھا ہمو
 رکھ مدر نہ بس اب اسے چرخ نہ آتا ہمو
 شوق مستی میں ہے گلشت چین کا ہمو
 ہو گیا کشتی طوفان زدہ تابوت اپنا
 بستی دلو ہے کیوں اُس گرہ زلف کے ساتھ
 ہم وہ مجنون ہیں کہ گرم کرین آہو کی طرح
 کس سے تبریر دیتی ہو جاری جون زلف
 جا بجا نام تو جون نقش قدم چھوڑ گیا
 دور بہر دو کمان ہو ہوا ہے حضرت دل
 پھینک کر شیشہ دل ہاتھ سے کٹا ہے ہست
 شرکفر ہے طاعت سے بھی اپنی پیدا
 نخل خرمالی طرح باغ محبت میں ملا
 ایک دم ننگ وہ آئے تھے بغل میں اس پر
 تن سے کیا جان کہ جان اپنی نکلنے باوے
 آن ہو پچی سرگرواہ فائنشتی غم
 ہو سکے اغری و ضعف کمان مانع شوق
 ہم گئے جبکی طرف جون گل بازی ہنس
 رشک تھا اپنے نوشتے میں کہ اُس نے خط نہ
 ہر قدم پاٹوں میں سر رکھتے میں خراب درشت
 کرتے جون کو وہ نہیں مہو سخن میں سبقت

اور جون خمیہ سیلی ہے سویدا ہمو
 لکھا ایساے خوشی ہے سویدا ہمو
 بنے جانا کہ کیا خاک سے پیدا ہمو
 جا ہے جائے عصا گردن مینا ہمو
 آگیا اپنے اگر مرنے پر رونا ہمو
 کیا سبب کچھ نہیں کھلتا یہمت ہمو
 بھاگے ہے دوری سے دیکھ کے صحرا ہمو
 کہ شکستوں سے بنایا ہے سراپا ہمو
 خاک گرم ہو کے گیا ڈھونڈھنے غمقا ہمو
 در داب نگو ہمارا تو تھا راز ہمو
 کیا بنایا تھا تھیل کا پھپھولا ہمو
 نقش سجدہ کا ہے پشانی پہ ٹیکا ہمو
 کثرتِ زخم سے آل خلوت زیبا ہمو
 غم دوری سے کیا تنگ ہے کیا کیا ہمو
 ہو بشر طے ترے آنے کا بھر دسا ہمو
 ہر نفس بادِ مخالف کا ہے جھونکا ہمو
 تیری جانب پر پرواہ میں اعضا ہمو
 پاس آنے نہ یاد دے پھینکا ہمو
 خط لکھا خیر کو اور بھول کے بھیجا ہمو
 اے جنون تو نے تو کا ٹوٹیں گسیٹا ہمو
 پردہ کچھ مجھے سننے کا جو کہے گا ہمو

کہتے تھے آنے کو خاطر سے ہماری مہیون	ہوے برسوں نہ ہوئی پروہ تمہاری برسوں
یہ طوق اس واسطے چھوٹا ہوا قمری کی گردن میں	کہ تھا بیل کی گردن کا پڑا قمری کی گردن میں
رضعت جو ہو کے ہم سے جائے وہ اپنے گھر میں	گھبرا کے پہنچتے دان ہم ان سے پتیر میں
زاہد گمراہ کے میں کس طرح ہمراہ ہوں	وہ کہے اللہ ہوا در میں کہوں اللہ ہوں
کرتے اپنے سر کو جو نوک سنان پر تاج میں	عشق میں وہ کرتے حامل رتبہ معراج میں
سمجھو نہ سہل تم خضآن کو حکیم جی	حضرت سے بھی جانے ہزاراۓ جنوں
کٹا کر اپنا سپر نوک سنان پر تاج کرتے ہیں	حصول اس طرح عاشق رتبہ معراج کرتے ہیں
کہتی ہے ماہی بریان کہ دبیران قصدا	داغ دیتے ہیں اُسے جس کو درم دیتے ہیں
آپ آتا ہے عبادت کو نہ قوا آتی ہے	یاد میں تیری اصل سے بھی فراموش ہوں میں
رویف واو	
وا: خرسن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا بہکو	آٹے ہے جزمین نظر کل کا تماشاہکو
اس جہندی پر دیا عشق نے پونچا بہکو	کہ فلک آیا نظر خال سے چھوٹا بہکو

یہ تو یوں مضطرب اور سینے میں لاکھوں روزن
 چکاڑا گان سے لہو ہو کے جگر آختر کو
 خط تو ام سے لکھو گور پہ تارخ و فات
 کون غلطیدہ تھا خاک سر کو پیرری
 جسکی آواز سے ہون رو گئے سولہ گئے گھر
 اک جلالت ہے عداوت میں بھی اس ظالم کی
 دیکھا آخر کو نہ پھوڑے کی طرح چوٹ ہے
 شکے ہے جاے عرق برس ہو سے پکان
 ہم سفر ہونہ سکا کوئی بھی اپنا لیکن
 ہم وہ ہیں زندہ اس عالم پیری میں بھی
 سنگدل تین دن اب گور میں بھی بھاری ہیں
 تو سہنی سے یہ نہ کہہ مرتے ہیں ہم بھی تم پر
 پھرتے ہی آنکھ کے پھیر گئے گلے پر خنجر
 گرمی تب سے ہوا سوز درون جو افشا
 حسرت اے خواری وحشت کہ گریبان کا تار
 کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہم نے
 نہ اٹھیں شور قیامت سے بھی وہ ست ہیں ہم
 ہم تبرک ہیں بس اب کرے زیارت مجنون
 وصل کا اُسکے تصور جو بندھا رہتا ہے
 واہ قسالم ازل صدتے ہم اس قسمت کے
 دل میں نشتر نگہ یار کا آ ہی کھٹکا

دل کا رہنا نظر آتا نہیں اصل ہم کو
 ایک مدت سے اسی نیکے کا ڈھنسا ہم کو
 کہ رہی وصل کی تار گ تار گ
 خواب شب بستر غفلت پہ نہ آیا ہم کو
 وہ محبت نے دیا سلسلہ پا ہم کو
 کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا ہم کو
 ہم بھرے بچھے تھے کیوں اپنے چھڑا ہم کو
 یہ بدن کس نے کیا تیر حیف کا ہم کو
 جاوہ پوچھانے لگا تائب دریا ہم کو
 انس سچانے سے جون چنبہ سینا ہم کو
 ہے سوم میں ترے آنے کا جو دھڑکا ہم کو
 مار ہی ڈالیتا بس رشک ہمارا ہم کو
 ہو چکا آپکا معلوم ہے ایسا ہم کو
 آگیا مار سے خجالت کے پسینا ہم کو
 ہو گیا ضعف سے تار گ خسار ہم کو
 ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہم کو
 کہے جب تک کہ نہ قلم قلم لب مینا ہم کو
 سر پہ پھر تلے لیے آلبہ پا ہم کو
 تو مزے بھر میں بھی آتے ہیں کیا کیا ہم کو
 جاہم عشرت اے اور داغ تنہا ہم کو
 یہی پیش آیا جو مدت سے تھا کھٹکا ہم کو

<p>اپنا ہے کعبہ مقصود فقط گوہر دل لگ گئی آنکھ جو سودے میں تری زلفوں کے حرف تلخ اس لب شیرین سے ہر اک بات پہ خاک سے کیونکہ ہمارے محل رعنا نہ اگے اکدم عمر طبعی ہے بہان مثل حباب جتنے عاشق ہیں ہم ایک کا ہے ایک عزیز کیا ستم ہے کہ بے قطع رہ عشق فلک دلیں تھے نظر خون چند سومانہ انار مل گئیں خاک میں جو صورتیں ہے انکا خیال ہم وہ ہیں وحشی لاغر کہ چھپا لیتے ہیں</p>	<p>طوب گرداب صفت چاہے اپنا ہمو شب سیاہی نے کئی بار دیا یا ہمو تماشیا سننے میں ہم کچھ تو ہے مینھا ہمو کہ کسی کل کی دور نگلی بنے ہے مارا ہمو فکر امروز بنے کچھ غم فرزا ہمو شمع سے چاہے ہے خون کا دعویٰ ہمو آدہ سادیتا ہے دندان عوصن پا ہمو زبے وہ بھی جب لفت نے چھوڑا ہمو کیوں نہ فانوس خیالی ہو گولا ہمو زیر دامن نگہ آہوے صحرا ہمو</p>
---	---

ہم نہ کہتے تھے کہ ذوق اسکی تو زلفوں کو جھڑ
 اب وہ برہم ہے تو بے بھگو قلق یا ہمو

<p>آسان اور وہ انسان بنانا ہمو فرج کیوں کرتے ہیں فراق کا باز ہمو دل شکستہ مگر اس بار نے سمجھا ہمو باعث رشک ہوا عشق ہمارا ہمو کر دیا گریہ نے آخر سبک ایسا ہمو اس پہ مرتے ہیں کہ کیوں غیر کو تو نے مارا ہے مہر حبش لہلہ جرات پس تل ہم وہ ہیں گرم رو راہ و فاجون خورشید خال سرمہ کا نہیں چاہیے زیبائش کو</p>	<p>خاک میں تھا مگر اس صفت ملا نا ہمو چھوڑ ہونے دے تر کر ابھی ٹھنڈا ہمو خط بھی جو خط شکستہ سے ہے لکھا ہمو بھجہ بن دیکھے ہے غش جسے دیکھا ہمو لگنے اشک بہا جون کف دریا ہمو وہ نصیب اسکو ہوئی تھی جو تمنا ہمو کس لب تیج کے بوسے کا ہے لپکا ہمو سایہ تک بھاگ گیا دیکھ کے تنہا ہمو خیر سوختہ ہے اپنا ہی زیب ہمو</p>
---	---

انتظار بایں جو چشم ہو جائے یغینہ	مردک اُس میں کمان ہو داغ حسرت ہو تو ہو
آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ	پست ہمت یہ بنو اور پست قیامت ہو تو ہو
اب زبان پر بھی کبھی آتا نہیں الفت کا نام	اگلے کمٹو بون میں کچھ رسم کتابت ہو تو ہو
آج اک پگڑی ہوئی تھی سیکہ سے میں ہن سے	
ذوق وہ تیری ہی دستار فضیلت ہو تو ہو	
تسائین سے کہ ادا دل کو پیش کا صلہ ہو کہ مژدہ تسلیم ہو	
یہی حق ہے قاتل اگر حق دلائے پس بل ترے پاؤں پر جان بحق ہو	
کتاب محبت میں اسے حضرت دل بتاؤ کہ تم لیتے کتنا سبق ہو	
کہ جب آنکر تم کو دیکھا تو وہ ہی لیے دست افسوس کے دودھ ہو	
جو سے نوش وہ شوخ رشک قمر ہو تو سر جی نہ کیوں اُس کے خسار ہو	
اعزوب آفتاب درخشان اگر ہو تو کس وجہ پیدائش شفق ہو	
گرد و نون آنکھوں کے طبقے یہ روشن کہ ہو ایک رشک جارہ	
اسنہ کہ تم نور سے اپنے کرتے نور بیک جلوہ چودہ طبق ہو	
یہ کشتوں کا اُس مانگ کے یاں پتا ہے کہ ان تیرے بختوں کے مرقہ یہ کوئی	
اگر سنگ موسیٰ کا بقوہ رکھ دے تو رکھتے ہی بس بیان وہن ہو	
مری زندگی تھی ابھی اسے سنگ سیحانی جو کر گئی تیری ٹھوکر	
کہ ٹھکرایا تو نے تو تھا یوں بھل کر کل جا بے جان کچھ جو سہ رقی ہو	
اگر رشک گلشن بنو مجھے باہم تو گلشن میں ہو دے یہ سستی کا عالم	
چٹکنا ہو غنچوں کا آواز ضیفم چمن محبواک وادی لق و دق ہو	
اگر زخم سینہ سے پھا ہا اٹھاؤں تو غور شد مجھ کو نہ پڑھاؤں	
وگر منہ داغ دل کو دکھاؤں تو صبح قیامت کا خند دم میں نق ہو	

<p>رہتی ہر طرح سے صیدی کی کبوتر کی طرح صیدی ہی میں نہ فقط ذبیح کا کچھ قصد رہا</p>	<p>ہاتھ سے اُس بت بیدار کے ایذا ہلکو صلح بھی ٹھہری تو بھڑکا ہی کے چھوڑا ہلکو</p>
	<p>ذوق باز گئے طفلان ہے سراسر بزمین ساتھ لڑکون کے بڑا کھیلنا گویا ہلکو</p>
<p>ہند خراب حال کو زابہ نہ چھپیڑ تو ماخن نہ دے خدا تجھے اسے پنجہ جنون الفت کا لڑت نخل تو سرسبز ہوئے گا عمر روان کا تو سن چالاک اس لیے اے زابہ و درنگ نہ پیر آپ کو بنا اس صید مضطرب کو تامل سے ذبیح کر جو سوتی بھڑ کو باعث غوغا جگائے پھر مر جائیگا جو تیرا گشت سار دایم زلف یہ تنگ دہرین سنزل فراغ</p>	<p>تھلکو پرانی کیا پڑی اپنی نمبیڑ تو دیگہ ستام عقل کے ہنچے او سیڑ تو سوا بڑے پھینک دے اسکو اٹھپیڑ تو تھلکو دیا کہ یاں سے کرے جلد ایڑ تو مانند صبح کا ذب ابھی ہے اڑھیڑ تو دامان و آستین نہ لہو میں لٹھیڑ تو دروازہ گھر کا اُس سگت نیا پھیری تو نہ بت پہ اسکی جال کا پائیگا پیڑ تو غافل نہ پاؤں حرص کے پھیا سکیڑ تو</p>
<p>آوارگی سے کوئے محبت کے ہاتھ اٹھا اے ذوق یہ اٹھانہ سکے گا کھلپیڑ تو</p>	
<p>موت ہی سے کچھ علاج درد فرقت ہو تو ہو بعد مردن ہی ترے زخمی کو راحت ہو تو ہو تمکامی ہی میں گزری زندگی کا فی عمر صبر ہو تو ہو آباد کیونکر یہ خراب آباد دل کتے ہیں شور قیامت جسکو وہ اسے چشم پار گر ٹپے ہے آگ میں پروانہ سا کرم ضعیف</p>	<p>غسل سبت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو یاں کمان راحت جبراحت پر جرات ہو تو ہو جان بشرین کے دیے سے کچھ صلوات ہو تو ہو عشق غارتگر اگر دنیا سے غارت ہو تو ہو تیرے مستو کی معصیہ خواب غفلت ہو تو ہو آدمی سے کیا ہو لیکن محبت ہو تو ہو</p>

سب صفو ماہ منور کا جن سینہ یار نقش ہو	
	جب صنف سے بجو غش آیا تو طنز سے کیا وہ کمتاب ہے
بس غش نہ کر د معلوم ہوا کچھ مرنے پہ عید غش ہو	
	اک خون کا دریا جذب کیا ہے خاک کو قاتل سے
ہاں دفن کو ایسے کشتوں کے ایسی ہی زمین دلکش ہو	
	بس چھوڑ دو دامن قاتل کا لو ہاتھ بیاہ خون سے اٹھا
جب اپنا بہا خون پائون پر اس کے اکھپون اتنا شوق	
	اس بھر میں کیا جرتہ غزل اسے ذوق یہ تھے لکھی ہے
	ہاں وزن کو جس کے سکر خندان روح خلیل و خفش ہو
جب سے وہ کھر میں نہیں دور ہے گھر کاٹنے کو میں تو خوش تھا کہ تمہری لایا ہے سر کاٹنے کو اُس کے آنسو ہی نغایت ہیں جگر کاٹنے کو منہ فلک کھولے ہے اس رشکِ تم کاٹنے کو باغبان نے سے انکار کھا مگر کاٹنے کو جاے دل یار کا جو رنگ اگر کاٹنے کو	دن کٹا جائے اب رات کہہ کر کاٹنے کو ہاے صبیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو اپنے عاشق کو نہ کھلواؤ کہنی ہیر کی دانت انجم سے نکالے رہے تجھ بن مجھ پر وہ شجر ہوں نہ گل و بار نہ سایہ مجھ میں سر و گردن جگر دوں میں یہ چاروں حاضر
	شام ہی سے دل بیتاب کا ہے ذوق یہ حال ہے ابھی رات پڑی چار پہرہ کاٹنے کو
کہنے عود کو غرق تو جلا دے اُس کو بھول تو بناؤ بھلا میرے بھلا دے اُس کو عشق کی آگ میں ڈالا کہ بکا دے اُس کو مجھ سا ہوا آئینہ تو منہ نہ دکھا دے اُس کو	چرخِ ضدی ہے کوئی ضد نہ دلا دے اُس کو دیکھیں تم کیسے بھلا کر ہو جسے کرتے ہو یاد قالبِ خاکی انسان کو بنا کر کچا ابر و خاک میں دی اُسے ملا آئینہ کی

یہ بھر و قوائی غسنزل کے ہلکے رقم اک غزل کر کے ذوق حسین	
نہ ہو لفظ مغلق نہ تعقید مطلق جوئی کجملہ کچھ ہو تو مصنون ادق ہو	
جس ہاتھ میں خاتم لعل کی ہے لڑاس میں زلف برکش	
پھر زلف بنے وہ دست ہوئی جس میں آجگر آتش ہو	
اسے قاتل خلق بریدہ سے اک شعلہ دل جو سرکش ہو	
اور روشن حلقہ جیسے اپنے دیکھ تو زرا آتش ہو	
ہو تیرا سیہ روضہ صبح جہان مجھ سے خفت مہوش ہو	
وہ کھینچون آہ کہ خور بھی پہنان زبرد و آتش ہو	
لہر زبشت اب ناز دکھا تو ساغر چشم کافر کو	
تا زابا بیاٹ ملوث ہوتا صوفی دل کش سے کش ہو	
تم وہ وہ زخیم دل پر میرے کرتے ہو دکھلانے کو	
پر زبشش تیغ ناز سے اپنے دلین کرنے عتمش ہو	
دل نخل میں قد کے جون زکریا چھپ کر چشم کافر سے	
اب ارزہ جنبش ابرو سے کیونکر نہ بزرگشا کش ہو	
نبتیک و اذان ناقوس و جرس یا خذہ قلقل نالہ لے	
دل کھینچنے میں ہاں کوئی ہو پر ایک نو اسے دلکش ہو	
بن تیرے آگے آرائش دشمن جان ہو عاشق کی	
محراب طاق کمان بجائے دستہ نرگس ترکش ہو	
مانند نکلان چرخ پہ خیم حق نے بنایا اس خاطر	
آنا ہر لب زخم حسرت ایسا بھر کی رات تک چشم ہو	
گر گلک آہ کو پھیر دن میں تو سر نہ دو د دل سے پھر	

سردھری سے تری گر خون دل بیخ بستہ ہو کیونکہ قابو میں فلک کے عاشق وار نہ ہو ہر قدم پر ہے خراش پائے مجنون کل نشان کیا ہوا دماغ محبت سے ہوا دل سنہر کیا نکالے سوزن الماس ل سے غم کی پھان منہ سے جو نکلے مزاج ہو کہ ہو دے لطفیں	پھر نہ پٹکے کوزہ دل گرچہ سب شکستہ ہو یہ تو جب ہو گر کمان کے بس میں تیر جستہ ہو تاکہ اک اک خارِ صحرائے جنون گلستہ ہو یہ نہیں ممکن کہ سیرا راز دل سر بستہ ہو جستی یہ کاوش کرے اتنی ہی یہ پیوستہ ہو آہ موزون ہے کہ نالہ مصرعہ ہر جستہ ہو
---	--

جانے کیا بید رواں از کلام درد مند
ذوق میرا ہم سخن گریہ کوئی دل خستہ ہو

پتھر ادا جلوس نے ترے چشم صنم کو جب سے کہ لکھا ہے ترا دصف رخ زیبا رونق ہے ہمار گل خسار سے تیری جائے نہ کجی طبع جفا پیشہ سے ہرگز کیا ڈھونڈتا ہے تو عمل بے نصیب و محبت بین اشک کباب شک ترے سوختہ جانے دیوانہ ترقیدت ہستی کے جو چھوٹا جس دن سے زمین پر ہے فلک خاک ہے اُڑنی خوبی سے نہیں رونق بازار کہ یوسف کیا دیگا تم از کسی بیدم کو مسیحا دے جام مجھے چشم عنایت سے جو ساقی	چکر ادا غمزہ نے ترے طوفِ حرم کو چومے ہے قلم لوح کو اور لوحِ قلم کو گلزارِ حدوث و حینستان قدم کو کس طرح نکالے کوئی شمشیر کے خم کو چلتا ہوا تقویٰ سمجھ نقش و رسم کو پر کرتے ہیں خونِ شبنم گلزارِ ارم کو چڑھ جائیگا اک زلزلہ صحرائے عدم کو دینی تھی یہاں راہ نہ اس سبز قدم کو اس شکل و شمائل پہ بکا چند درم کو اللہ سلامت رکھے اس تیغ کے دم کو دکھلاؤں تماشا ابھی کیخسار و جہم کو
--	--

برہو کوئی یا نیک رقم کام ہے اس کا
احوال بدوینت کیا کام قلم کو

سند سے کیا شمع کا جو نرم میں تجھ سے کیش آئے تصویر یہی اسکی رہ نہ آنے تو نہ آنے پیار کی بات یہ مجھے نہیں اک اور سے ہے وہ عبادت کو مری آئے تو کیونکر آئے	چٹکیوں میں ابھی کلک اڑا دے اُسکو پر مے پاس کوئی کھینچ ہی لا دے اُسکو نیری یہ خوبے کے مجھ کو سنا دے اُسکو مربھی جاؤں تو ذرا رحم نہ آ دے اُسکو
---	---

مشت خاک اپنی ہم اُس کو چہرین کل صینک تہا
اب وہ ذوق آب اٹھائے نہ اٹھا دے اُسکو

سگ دنیا پس از مردن بھی داسکے دنیا ہو ہجوم اور جو آنکھ نہیں تراشوق تماشا ہو تے بلار کو گر اپنے جینے کی تمنا ہو نہ ہو دے سترن امان وصل یار تک ہرگز مجھے کیا جانتے عقدہ کشا سوز محبت میں درازی میں شب غم کی اگر ہبلا دل مجنون کرے پر وار مرغ بان اگر چہ شاخ طبلے شک حلاوت یان کمان جب ہو آب شور کا دلا قصوریوں کبھی غفلت میں آتا ہے مزیکا مجھے بلوہ میں مارا ہے نگاہ دنا زمرگانے یہ شہرت نام کی بھی وہ بلا ہے سچ ہستی کا مرے صحر میں وہ وحشت برستی ہے کہ مجھ کو کہیں کیا دل کی وحشت اپنی ہم انتہا سے د اکیلا رہ گیا بارون سے بون ہون ناتوانی میں جو ذکر اللہ کو ہو ذوق مانع ابے عشرت	کہ اُس کٹے کی ٹٹی سے ہی کتا لکھاس پرا ہو تو شاخ ہر مرثیہ سے چشم ز گس وار پیدا ہو فلک پر سن کے سنتے سنتے شاد مگر عینے تو اگر چہ سر سے عاشق پانوں تک ست تنہا اگرہ میری سینا سامری فریاد سے دا ہو خیال نہ لے لیل اکے حق میں الف ایلی ہو پراس تار نظر سے شل مرغ رشتہ بر پا ہو زلزال فخر کا اک حشر سو بھی سب اخطا ہو کہ جیسے عالم رویا میں چشم کو رہنا ہو بتاؤں کس کو قاتل کس سے سیر خون کا دغوی کہ صحر سے عدم میں گردن غنقا کا بھندا ہو گرے گر سر پہ تلوار آبلہ زیر کیف پا ہو اگر نہ آسمان میں صبح اک خال سودا ہو کہیں شاخ خزان دیدہ چیسے زرد پیتا ہو تو کیوں حق حق کرے ہوا شیش جس شیشہ میں پا ہو
---	---

مجھے ممکن نہیں بھی عرصہ گاہ حشر ہو تجھ بن
گل غور شید میرے واسطے غور شد حشر ہو

جو کھوے آپ کو وہ منزل مقصود کو پہنچے
تری گم گشتگی اس راہ میں اے ذائق بہر جو

بجائے جسے عالم اے جسا سمجھو
عزیز داس کو نہ گھڑیاں کی صدا سمجھو
سمجھ تو کور سواد دن کو سو جو علم نہو
نہ سمجھو دشت شفا خانہ اجنوں سے یہ
پڑے کتاب کے قصوں میں کیا کرد دل صاف
نہ ہے نصیب کہ ہنگام مشق تیرے ستم
بنے دور رونے پیرے تو جہ صفا مرگان
نفس کی آمد و شد ہے نماز اہل حیات
تعماری راہ میں ملتے ہیں خاک میں لاکھوں
دعا میں دیتے ہیں ہم دل سے تیغ قاتل کو
بہا دیا مرا خون اس نے اپنے کو چہ میں
سمجھ ہے اور تعماری کہو نہیں تم سے کیا
تجھ میں ہے نام سے کیا کام مثل آئینہ

زبان خلق کو نقارہ حشر سمجھو
یہ عمر رفتہ کی اپنی صدا ہے پا سمجھو
اگر سمجھ بھی نہو کور بے عصا سمجھو
جو خاک سی بھی پڑے بھانگی دوا سمجھو
صفا ہو دل تو بہ از روضۃ الصفا سمجھو
ہمارے ڈھیر کو تم تودہ خاک کا سمجھو
نہ سمجھو چشم پہ دیوار قہقرا سمجھو
جو یہ قصا ہو تو اسے غافل و قضا سمجھو
اس آرزو میں کہ تم اپنا خاک پا سمجھو
لب جراحت دل کو لب دعا سمجھو
اسی کو یار و دیت سمجھو خون بہا سمجھو
تم اپنے دل میں خدا جانے کئے کیا سمجھو
جو رو برو ہو اسے صورت آشنا سمجھو

سہا نہیں ہے کم زرخا لعل سے زردی رخسار
تم اپنے عشق کو اسے ذوق کیسیا سمجھو

ایک نظر دل سے ادھر دیکھ لو گر دیکھتے ہو
آئینہ رخ پرے رکھ کے کہہ کر دیکھتے ہو
ہو مجھے دیکھتے یا اپنی فکر دیکھتے ہو

ہاتھ سینہ پرے رکھ کے کہہ کر دیکھتے ہو
ہے دم باز پسین دیکھ لو گر دیکھتے ہو
نا تو رانی کامری تجھ سے نہ پوچھو احوال

نزل گم گشتگان! اکل الگ دنیا سے ہو سایہ افکن جب پہ تو اپنے قدر غلتے ہو گر کرے بزم نامی جسد وہ خسار یار مین وہ مجنون بیابان مرگ ہوں جسکے نیے بجہ صد دانہ بھی پڑ جائے اگر میرے گلے دشت کو سیراب کر دے آبلہ پانی مری ثابت اک ٹانگہ نہ چھوڑے دل کا تیر منظر اب	آسمان بھی ہوا گردان بیضہ غفا سے گرد باد اس خاک پر ہم سر قد طوبے سے ہو وہ کف آئینہ سے ہو جو یہ بیضیات ہو ہو جو چادر یا کفن وہ دامن صحرا سے ہو دانہ انگوڑا مار پیٹہ سینا سے ہو ہر قدم پر چشمہ جاری چشم نقش پاتے ہو چاک سینہ گردن مار گ خار سے ہو
---	--

تشنہ کامی گرمی دیوے چکھا شور آب شک
ذوق شور العطش پیدا لب دریا سے ہو

صفائیں رخ سے تیرے آئینہ کیا خاک ہسیر ہو مری تاثیر دشت وہ ہضم حسیں سے پتھر ہو تر دیوانہ دل سوختہ آتش قدم گر ہو قیامت کو بھی کیا انصاف بنا اے شکر ہو جو تو دریا میں دھو دے ناخن با گلبدن اپنے بو بو دین آشنا کو گر سبک دوش اپنی صحبت میں کھٹکتے ہی رہیں دل میں ترے شرکان کشتہ کیا یہ سوختہ جان تو نے محبو سرد مہری سے حرم کو جائے زاہد ہم تو میخانہ کو چلتے ہیں نشتہ ٹوٹے ترے سانگر کش دشت کا کیا گن بچاے حق قلعے اس بزمی شرم شراب سے وہ مانی قتل پر موقوف ہو گرم سیر مل کی	لگا ہ چشم سرد الود سے بھی جو مکہ تر ہو غلیں پر نام لکھ دوں تو نخل کر گھر سے باہر ہو جلاتے زیر پا اگر خار مژگان سمندر ہو ابھی قصہ ہوا آخر کہ آخر زور محشر ہو تو ہر اک فلس مای شکل برگ گل معطر ہو تو آہن ساخ کیوں لکڑیے دریا میں شناور ہو ہجوم نیش کڑم سے اگر دل کچھ نشتر ہو کہ آہ سرد میری شمع کا فوری سے ہسیر ہو مبارک اس کو طوف کعبہ ہم کو دور سانغ ہو اگر سوٹکڑے سنگ کو دکان سے کاٹہ سر ہو کہ خون سبتہ کا جس بیرحم کو خون کبوتر ہو روانی تیغ میں وابستہ زنجیر جو بہر ہو
--	--

<p>ہمیشہ صدقہ اس لہو کے ہو کے حضرت دل ویا طواف حرم میں ہے سلسلے محراب وہ لے نام پہ میں ہمدونہ بیٹھو اب یہ صید بستہ فخر اک کھل چپے نہ کیس مرے لئے تو ہر اک طرح سے قیامت ہے لگاؤں گھس کے جو مندل تو کتے ہو کھجے جو پیر کے سورہ اخلاص دم گردن تو کہو</p>	<p>ق یہ لب پہ نالہ جانگاہ اپنے لاسے ہو اور اس میں نالہ لبیک تم سناسے ہو اٹھاؤ سیر اجنازہ اگر اٹھاسے ہو سمندر باز کو تیز اتنا کیون اڑاسے ہو یہ تم جو دشمنوں کو در دسر بتاسے ہو لگاؤں اتنی بھلا کس لیے دکھاسے ہو کہ دیکے دم مجھے اخلاص کیا جاتے ہو</p>
---	--

یہ ایسا کونسا انداز گفتگو ہے ذوق
 کہ جس پر نور طبیعت تم آزماسے ہو

<p>جو کہو ہے قد بار کی تصویر دکھا دو دیکھو بے مقتل نہ کہیں چھوڑ دے سہل حالت طیش دل کی مرے پوچھیں اگر وہ گرد دیکھ لے زائد تو پھر ایمان ہی لاسے گر چاہو ثریا ہونہان پر وہ شب میں اُس چشم کو بے ناز بڑا تیر نگہ پر وہ برق نگہ اپنا ہے دکھلا رہی عالم گر وہ نہیں آکتے بیاتک تو بلا سے دیتے ہیں خبر غیب کی اگر شیخ جی صاحب اک جان ہے اک دل ہے سو میں کیخ و کیزنگ</p>	<p>تم لکھو الف اور دی تحریر دکھا دو پہلے مجھے تم بار کی شمشیر دکھا دو تم ان کو ٹپستا ہوا پنجیر دکھا دو تم مصحف رخ ابکو بہ دبیر دکھا دو بھلون کو تر زلف گرہ کسیر دکھا دو اسے حضرت دل آہ کی تاثیر دکھا دو اس نالہ جانوز کا اک تیسر دکھا دو لا کر کوئی ان کی مجھے تصویر دکھا دو کہدو کہ ہیں تم خطر اوقت ریر دکھا دو تم چاہو تو ہر رنگ میں تاثیر دکھا دو</p>
--	---

لطف و کرم بار کے تم پر جو ہیں منکر
 ذوق آج انہیں تم بار کی تحریر دکھا دو

پیر پر دانہ پڑے ہیں شجر شمع کے گرد بید مجنون کو موجب دیکھتے اے بل نظر شوق دیدار مری نفس یہ آکر بولا	برگ ریزی محبت کا اثر دیکھتے ہو کسی مجنون کو بھی آشفۃ بسر دیکھتے ہو کس کی ہو دیکھتے راہ اور کہہ دیکھتے ہو
---	--

لذت نادر غم ذوق سے ہو پوچھنے کیا
لب پڑے جاٹے میں زخم جگر دیکھتے ہو

عجبت تم اپنی رکاوٹ سے منہ بناتے ہو لگا کے سرمہ تم آنسو نہیں بناتے ہو چھپا کے پان یہ کس کے لئے بناتے ہو تم اپنے رخ پہ یہ کاجل کا تل بناتے ہو اگر دباؤ کسی کا تمہارے دل پہ نہیں ملاپ جانیں بھی ہم کہ دے کے تم بوسہ مریض عشق کو تم بوجھ کر طبیبوں سے ہوں خاک جاٹ کے کتا بھی شفا ہو جانے جگر کے آبلے جو بھڑکتے ہو حضرت عشق گلو یہ کہہ گئی کیا کان میں تمہارے صبا جلن سے رشک کے ہیں بڑیاں جلی جاتیں ہماری لاش پہ آوار قسم باذن اللہ اٹھیں گے بار کی ٹھوکر سے لے چلو تشریف جلارے ہیں سویدارے دل کو ہم اپنے ہو کرتے سبزہ خط کی جو سیر زمین میں نمک چھڑکتی ہے شبنم گلون کے زخموں پہ	وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو سکر اتے ہو یہ ہلکو جلوہ شق القمر دکھاتے ہو ہمارے قتل کا بیر اکہین اٹھاتے ہو کہ میرا خیر محبت سب دیکھاتے ہو تو ہم کو دیکھ کے تم کان کیوں بناتے ہو کہو کہ آؤ زبان سے زبان ملا تے ہو مرا م شربت عذاب کیا پلا تے ہو جو شربت لب سیکون ذرا چٹاتے ہو ہماری چٹکیو نہیں ہم کو تم اڑاتے ہو کہ لوٹے جاتے ہو بھولے سنیں سماتے ہو کہ ہائے تم نے قلیان کو منہ لگاتے ہو تم آ کے حضرت عیسیٰ عیسیٰ سناتے ہو نہیں تو پھر کوئی صلوات سنکے جاتے ہو نظر گدز کو تم اسپند کیا جلاتے ہو تنگ کی تیغ کو کیوں زہر میں بھجواتے ہو دکھا کے تم لب دندان جو کھلکھلاتے ہو
--	--

نکالے مینہ برسے بن کوئی کیا گھٹ مہمان کو	نقصور کس غم بھلے ترا اس چشمِ گریان کو
نہ پکایا مال کو چھوڑے ہے نہ دل تھپکے پکان کو	نکالوں کس طرح سینہ سے اپنے تیر جانان کو
بڑے ہی وقت کام آیا مرے محبت ہزاران کو	رکھا محان بہانہ سے تیرے اس ہوتا بان کو

مستفرقات

دیکھا دم تنوع دل آرام کو	عید ہوئی ذوق دے شام کو
نم سہی مل کر نہ غرض سے نکالا سندھ کرو	اور زمین گراستے آجاؤ کا لاسندھ کرو
اشکباری مری شرکان کی ذرا دیکھیں تو	کتے پانی میں تین فوارے بھلا دیکھیں تو
یا تو پاس دوستی تجھ کو بت مہیاک ہو	یا نبھی کو موت آجات کہ نقشہ پاک ہو
غیر نے ایسا پڑھایا کچھ مرے محبوب کو	لاکھ بچوں سے پڑھا اُس نے مرے محبوب کو
جتنا ہے نیک سب بہت زخموں میں کھپاؤ	بلکوں سے اٹھاؤ گے نہ ہاتھوں سے گراؤ
ہشاک آبی آپ کو گر دل پسند ہو	دریا پری حباب کے شیشہ میں بند ہو
مک دیکھو اس لذتِ پیکان کے اثر کو	جنیش مرے اب تک ہے لب زخمِ جگر کو

	دوم ذبح تیغ جفا بین جب تری بہتا آب حیات ہو
تو شہیدِ ناز کو کیونکہ پھر نہ حیات بعدِ مہیات ہو	
جو مذاقِ شعر کو اسے پری میں جلیکاؤن تیری شکر لہی	
قلمِ انگلیوں میں جو ہے مری ابھی رشکِ شاخ نبات ہو	
جو ہن کرتے پیرے لئے دعا کہ ہو دامِ عشق سے دل ہا	
تو سے دل یہ کہتا کہ اسے خدا انہیں اس جنون سے نجات ہو	
مجھے کہتے سب ہیں کہ صبر کر جو نہیں تو صبر سے درگزر	
حسنِ و عشقِ پری میں پر نہ وہ بات ہو نہ یہ بات ہو	
سیرِ راہ کشتہ نماز کا وہ مزار سے نظر آ رہا	
پڑھو آج اس پر بھی فاتحہ جلو داخلِ حسناات ہو	
تراخس وہ بتِ رحیم کہ ہے صدقہ جس پہ زبانِ زمزم	
جو دکھائے رخ تو ہو دن وہیں جو چھپائے منہ ابھی رات ہو	
جو ہن مرتے حسنِ صفات میں وہ رہیں گے اپنی ہی بات میں	تو فنا ہو ذوقِ اُسی ذات میں کہ جو ذاتِ جملہ صفات ہو
کو سون کیا تنگی زما نے کو قصہ کعبہ کا تھا پھر اٹے نو مکدر نہ تو عشق میں ہم	کہ نہیں جاے سر اٹھانے کو چم کر اُسکے آستانے کو ایک آمد ہی ہیں خاک اُڑانے کو
یہاں تک لاغری ہے اس تڑپے بیا کے تن کو زیادہ ہوتا ہے پیری میں زہِ نفسِ امارہ گندِ نام و شہرت پھینچ لاتی ہے عدم سے بھی	عجب کیا ہے جو سمجھے طوقِ گونچم سوزن کو یہ بالوں کی سفیدی شہر ہے اس بارِ بہرین کو پسٹ کر مثلِ طوقِ فاحشہ عفتا کی گردن کو

کچھ کی رقم شوق نے ناشید جو پیدا اُٹھنے لگا قاصد کا قدم اور زیادہ	
لذت کی محبت سے ہے ہر زخم جگر کو ذوقِ نیک در دوالم اور زیادہ	
مالے سے نین کوئی قلم اور زیادہ مین لوگائے سر کی قسم اور زیادہ ہو پشتِ فلک میں ابھی خم اور زیادہ سیدھی تو ہے لیک اُس میں ہے خم اور زیادہ تنگ اُسکو کرے کنجِ عدم اور زیادہ پیدا دم افغی میں بوسم اور زیادہ ہے زہر نہ کھانا بھسے سم اور زیادہ اُبھرے بے حجاب لب دم اور زیادہ یار و نکا گیا اپنے بھسرم اور زیادہ کیونکر نہ اٹھا دے وہ قدم اور زیادہ ہو آہ سے رزم دیدہ نورم اور زیادہ بھڑکے ہے جو یوں آتشِ عزم اور زیادہ آنا ہے مراناک میں دم اور زیادہ روکین تو اُبھر جاے شکم اور زیادہ کچھ تو سنِ وحشت کا قدم اور زیادہ بجوت ہیں اب صیدِ جرم اور زیادہ سو تھیں اُسے پھر لوح و قلم اور زیادہ ہاں تجکو مرے سر کی قسم اور زیادہ	کرنے کو سبب نہ ورقِ چرخ کو اے دل کیا ہو دیکھا دو چار قدر سے مجھے ساقی گر سری طرحِ دوش پہ ہو بار محبت دشمن کی نہ جا سیدھی نکا ہونہ کہ چون تیغ ہو جس کو پسِ مرگ بھی یاد دہن تنگ اُس زلف کے مارے کی اگر خاک کو جائے اُس شوقِ سنگرم کو مری مرگ ہے منظور بستی تنک مایہ نے کچھ بھو گیا ہے ایسا وہ دل کو چرا کر جو لگے آنکھ جرانے بے سوز محبت سے مری خاک میں گرمی دکھلائے جو وہ صیدِ فتنِ چشم کی شوجنی ہے روغنِ لفظ اب مرے گریہ میں کہ اسے چشم بے نکتِ ریحان کا دماغ اب کسے تجھ بن جو پیٹ کے گلے ہیں بچے بات کب اُسے مہینہ سرخار سے نکلا سرِ صحر صیدِ دل عاشق میں ہے مصروفِ کافر گو سر نہ کرے خاکِ خرابات کو صوفی اسے شجرِ خوشنوار نہ برش میں کمی کر

خبر کر جنگِ نوافل کی تو مجنون اہل ہمن کو	کہادہ تا صبا کچھ لے شاخِ بیدِ مجنون کو
و یا مین ترے حسن کے بالے مین بہنو رو	اور اس پر غضب یہ کہ پڑے اس مین گردو
جاتے ہیں اب تو لوٹے بتِ لالہ فام کو	اپنا تو بس سلام ہے دارالسلام کو
کہ حق نے تھلواک زبان دی اور یہ مین کان دو	اسکے یہ معنی کئے اک اور سے انسان دو
کہے ایک جب سن لے انسان دو	کہ حق نے زبان ایک دی کان دو
نہ شبنم کو کہو بلبل لے آنسو	یہ سنستے ہنستے غلے گل کے آنسو

ردیف ہاے ہو ر

مرتے مین ترے پیار سے ہم اور زیادہ	تو لطف مین کرتا ہے ستم اور زیادہ
دین کیونکہ نہ وہ دلغالم اور زیادہ	قیمت مین بڑھے دل کے درم اور زیادہ
ساتھ اپنے ہے اب فوج الم اور زیادہ	کر تو بھی بلند آدمِ سلم اور زیادہ
تیز لے جو کی تیج ستم اور زیادہ	شتاق شہادت ہوئے ہم اور زیادہ
سرکٹ کے سرفراز مین ہم اور زیادہ	جون شاخ بڑھے ہوئے کے قلم اور زیادہ
گر شہزاد جنون کیجے رقم وہ زیادہ	ہو جاگ ابھی جیبِ تسلیم اور زیادہ
دیتا ہے وہ دم باز جو دم اور زیادہ	شیخے کی طرح پھولے مین ہم اور زیادہ
گھبرا جویا د آیا ترا ہے کے ہم آنکھیں	گھبرائے لگا سنے مین دم اور زیادہ

ہوش و خرد گئے نغمہ سحر فن کے ساتھ
 ہے اُن کی سادگی بھی تو کس کس پہن کے ساتھ
 روز آفتین نئی مین دل پر محن کے ساتھ
 یاد آگیا ترا قہر عین جو باغ میں
 وحشی کو بے دیکھا اُس آہو نگاہ کے
 تاخیر نہ دے خدا تجھے اسے پنجہ جنون
 افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف
 پایا دُعا اثر نہ کہیں رات بھر پھر سے
 تقدیری لاغری کہ ترے ناتوان کی لاش
 دوزخ میں بھی پڑیں تو نہ سید ہوں کج شرت
 بزم صنم میں حضرت دل ذکر کعبہ کیا
 ان ناتوا یون میں بھی یا تک ہے شوقِ دل
 ہوں زلفِ عزیزین کا جو لشتہ تو کیا ہوا
 منظور تھکوکب ہے یہ اسے میرے آفتاب
 گندم ہے سینہ چاک فراقِ بہشت میں
 لب پر ترے پسینہ کی بوذا سے عقیق لب
 چشم و دہان حرص ہے کون غیر مرگ
 آخر چین سے نکلت گل کر گئی سفر
 و شدرے تابِ حسن کو اُسکا دُورِ بلاق
 و اناع دلِ فسرودہ پہ بھالانا ہو نہ ہو
 درخت گئی نہ بعدِ فنا بھی مرا غبار

اب جو ہے اپنی بات سودِ بوندِ پن کے ساتھ
 سیدھی سی بات بھی ہے تو اک بانگِ پن کے ساتھ
 جب دیکھو زخمِ تازہ ہے زخمِ کهن کے ساتھ
 کیا کیا لپٹ کے روئے میں سرِ حن کے ساتھ
 جنگل میں بھر رہا تھا قلاخچین ہر گن کے ساتھ
 گمڑے اُڑا دے جسم کے تو پیرن کے ساتھ
 لپٹا پڑا ہے مردہ سا گو یا کفن کے ساتھ
 سر مارنے پہ آہ سپہر کهن کے ساتھ
 اُڑتی پھرے ہے بوسے غیر کفن کے ساتھ
 آتش میں بیج و خم ہیں رس کے رس کے ساتھ
 تھی جس چین کی بات گئی اُس چین کے ساتھ
 گویا چین میں اُڑ کے نسیم چین کے ساتھ
 لکھ دو کفن سیاہی مشکِ نعت کے ساتھ
 ہو کوئی تیرہ نعت ترا سایہ بن کے ساتھ
 آدم کو کیا ہو گی محبتِ وطن کے ساتھ
 چشمک زنی کرے ہے سہیل مین کے ساتھ
 بخیہ کا تاراُن کے ہے ناکھن کے ساتھ
 خانہ بدوش کو نہیں الفتِ وطن کے ساتھ
 چشمک زنی کرے ہے سہیل مین کے ساتھ
 کام اس چپراغِ مردہ کو کیلے کفن کے ساتھ
 باتیں کرے ہے سقفِ سپہر کهن کے ساتھ

کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے رکے ہے	اُتسا ہی اُسے چاہن گے ہم اور زیادہ
چالیس قدم ساتھ وہ تابوت کے آئے	کیا ہو جو بڑھیں چہند قدم اور زیادہ
سرعت ہے ابھی بنیں میں جون موج دم برق	کیا ہو گا جو ہوگی تب غم اور زیادہ
کتاب ہے مرا شوقِ حراست کہ صد افسوس	اُس تیغِ دو دم میں نہیں دم اور زیادہ
کیوں میں نے کہا تجھ سا خدائی میں نہیں اور	معذور ہوا اب وہ صسم اور زیادہ
کتاب ہے گھلے لک کے مرے وہ دمِ خنجر	لے عشق کا بھرا سے تو دم اور زیادہ
اُس عاشقِ بچارہ کا ہے اور بُرا حال	گریے سے ہے آنکھوں پہ دم اور زیادہ
پٹے سرِ بستر پر پڑا پاؤں کہاں تک	بس پاؤں نہ پھیلا شبِ غم اور زیادہ
ہے باغِ جاہنیں تجھے گریخت عالی	اگر گردن تسلیم کو خسم اور زیادہ
لیتے ہیں مژ شاخِ شہر کو خجاکر	بھٹکتے ہیں سخیِ وقتِ کرم اور زیادہ

جو کینج قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاگرد
ہے ذوق برابر انھیں کم اور زیادہ

اسے ذوقِ وقتِ نالے کے رکھے جگر پہ ہاتھ	ورنہ جگر کو رو نیکا تو دھر کے سر پہ ہاتھ
میں ناقوان ہوں خاک کا پروانے کی غبار	اُٹھا ہوں رکھ کے دوشِ نسیمِ سر پہ ہاتھ
خطِ دیکے دل میں تھا کہ زبانی بھی کچھ کہے	پر اُس نے رکھ دیا وہنِ نامہ بر پہ ہاتھ
لکھا نامہ اس طرح سے غمِ عشقِ سیرا دل	جیسے گرسنہ مارے ہے حلوے تر پہ ہاتھ
جون پنجشاہ تو نہ جلا انگلیاں طیب	رکھ رکھ کے نبضِ عاشقِ تفتہ جگر پہ ہاتھ
اسے شمع ایک چور ہے بادِ نسیمِ صبح	مارے ہے کوئی دامنِ تر سے تاجِ سر پہ ہاتھ
پھوڑا نہ دل میں صبر نہ آرام نے شکیب	تیری نگہ سے صاف کیا گھر کے گھر پہ ہاتھ
قائل کبھی نہ تو نے اُٹھائے نزلِ حیف	اگر مزارِ کشتہ تیغِ نظر پہ ہاتھ
اہر دیکھے اسکو ختام کے دل بیٹھ جانے ذوق	جب ناز سے کھڑا ہو وہ رکھ کر کر پہ ہاتھ

کر دغا پرے لئے شیخ سناجات میں یہ	کہ خراب اور زیادہ ہو خرابات میں یہ
تو جان ہے ہماری اور جان ہی ہے سب کچھ	ایمان کی کہیں گے ایمان ہی ہے سب کچھ
لے غلا دھرے دل سے بچشمِ قہر دیکھ	کڑ دئے سے جو ہے تو دے نہ اُسکو زہر دیکھ
مگر وہ ترک کہ جسکی نہیں جفا کی پناہ	اور اُسکی آنکھ وہ کافر کہ بس خدا کی پناہ
زیادہ ہوگا تو کل سے بھی کہیں روزہ	کہ اُس میں آیا تو روزی ہے اور نہیں روزہ

رویف یاے تحتانی

ہے تر رنگِ خطرِ خسار سے	دل میں آئینہ کے جوہرِ خسار سے
شرحِ فرطِ مسرت دیدار سے	جو نگہ ہے کم نہیں طومار سے
کھائے دغِ آتشِ زہار سے	نم نہیں دلِ مرغِ آتشخوار سے
باہدِ اٹھاؤ عشق کے بھار سے	کوئی تجھ بھی ہے اس آزار سے
اُنس ہے کیا دلیں تیر بار سے	ہے مشابہ زخم بھی تلوار سے
میرے طرزِ نازِ با سے زار سے	ٹپے بیل کے لہو منقار سے
یون نگہ غلے بے چشمِ بار سے	ست جیسے خانہ خمار سے
فرشِ گل پر چلو ہجرِ بار سے	نم نہیں بارِ رگِ گلِ خار سے
آئینہ اُس شعلہِ رخسار سے	گرم ہے دکانِ آتشِ کار سے
بے نصیب کے ہیں گردِ دیدار سے	سی دوا نکھون کو نظر کے تار سے

جلد آکر مر نہ جائے کوئی خانمان خراب	لکڑی کے اپنا سرور بیت اکھڑن کے ساتھ
تیرے بلاکش اژدر و دزنح کو کھینچ لیں	اک آتشین کند دل شعلہ زن کے ساتھ
مکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا	جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ
جنون کے جیب دری پر میں خوب چلتے ہاتھ	
سلوک سینے سے بھی کچھ تو کر لے چلتے ہاتھ	
ملا جو غیر سے عطر اس کو دان تو رشک سے یان	
لکیریں مٹ گئیں ہاتھ دن کی ملتے ملتے ہاتھ	
نہ آیا گور پہ میری وہ بے وفا ورنہ	
گھے لگائے کو تربت سے بھی نکلتے ہاتھ	
جو چھڑے برق کے شعلہ کو تیرا سوختہ جان	
تو وہ کہے کہ لگا تو نہ چلتے چلتے ہاتھ	
فقیر و جد میں گر ہاتھ اٹھائے عالم سے	
تو کہو بچے عرش پر وہ کو دے اچھلتے ہاتھ	
مریض سوزِ محبت کی دیکھتا گر نبض	
تو پھر طبیب کے بھی آہوں سے بھلتے ہاتھ	
کوئی جو کام ہو پیری میں کس طرح ہو ذوق	
نہ اب میں پاتوں سے بھلتے نہ میں سے بھلتے ہاتھ	
متفرقات ر دلیف ہا سے یوز	
رقت و چوری سے اُسے بھلبے انجان کے ہاتھ	کیسی سوائی ہے پڑ رہا ہے جو دربان کے ہاتھ

دل کو ہر دم عالم معنی سے ذوق
ہے خبر آتی نفس کے تار سے

ترے کو پچھے کو وہ بیمار غم دار شفا سمجھے
نگہ کیا اور خرد کیا ہم تو دو دونوں کو بلا سمجھے
شہیدان محبت خوب آئین وفا سمجھے
غلط فہمی ہماری بھتی جوان کو آشنا سمجھے
دہی کچھ لمحہ کام اس زندگانی کا مزا سمجھے
ہر اک گردشمن سوانہ از ناز رفتہ را سمجھے
ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے
برائی میں ہماری وہ اگر اپنا جلا سمجھے
تجھے اے سنگدل آرام جان مبتلا سمجھے
وہ عسے خاکساروں کو جب اپنا خاک پا سمجھے
ترے کشتے جو یوں خوابِ عدم یک بیک بچے
نسیم صبح گلشن میں اگرچہ ہو دم عیسے
روان ہوتا ہے اس بہتان سراکاروان گل
نہرِ رخصت نظر کو میری جانب کیوں بغافل سے
حسابِ اصلا نہ ہو مجھے مجھے میرے لئے زخم کا
حکایتِ دل کی کتا ہوں سمجھتے ہو شکایت
اگر دل کو نگا لا چیر کر بیکان تو رہنے لے
کرے اور سامیری جو سیر عالم بالا
سہنے ہے زخمِ دل تیر پر خراج کی کدو

اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے
اسے تیر غصا اُس کو پر تیر غصا سمجھے
بہا خون کو سے قاتل میں اسی کو غنہا سمجھے
ہم اُن کو دیکھو کیا سمجھے تھے اور وہ ہم کو کیا سمجھے
ہو زہر آب تنج بار کو آبِ بقا سمجھے
فلک کو ہم کسی کا فر کی چشمِ سر نہ سمجھے
اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بات سے خدا سمجھے
برا سمجھے برا سمجھے برا سمجھے برا سمجھے
پڑین پھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے
ہم اپنی خاکساری اپنے حق میں کیا سمجھے
مگر شورِ قیامت کو تری آواز یا سمجھے
ترا بیمار غم تجھ بن سسوم جانم را سمجھے
جسکے کو صبا بچے کی آواز درا سمجھے
اسے بھی آپ کیا میرا ہی بختِ نارسا سمجھے
حسابِ دوستان دردِ دل اگر وہ دلِ راسا سمجھے
تھیں سمجھو دارِ دل میں کہ سمجھے ہی تو کیا سمجھے
کہ عاشق اپنے پہلو میں اسی کو دل کی جا سمجھے
فلک کو بھی یو میں اک ابلہ سا زیرِ پا سمجھے
انہیں مانگے نہ سمجھے خندہ دندان نا سمجھے

مارے گریلی وہ زلف پر عرق
 منجھ موج تبسم سے ترے
 دے قسمت ٹھکامی ہو نصیب
 کرتا ہے دست جنوں جب کشمکش
 سن کے میری جانکئی کو کوہ کن
 یہ بھی اُس نازک بدن کو باہر ہو
 نقطہ خال اُس کا سودا خیز ہے
 اٹھ چکا وہ ناتوان جو رہ گیا
 توبہ توبہ کسے استغفار ہے
 اپنے دامن کو بچا کر حیا یوں
 چاہئے پھر محبت میں، مین
 اب دوائے جب نگہ کو ضعف ہے
 تیرے ہی پانوں پہ اسے قاتل گرا
 اُس دہن کا نکتہ موزوں عجیب
 صاف لک ابر شفق آلودہ ہے
 خاک عاشق پر اٹھے جاے خیار
 ناکسوں سے کیا رلین وار شگلان
 زلف کی قچی سے دل ڈرتا نہیں
 دل کو آئینہ کے گہر کر دے گردان
 جوہر اُس سے یوں اٹھائیں طرح
 سبے تمیز دن کو ہو نقصان لطف ذوق

بھڑ پڑین دندان دہان مارے
 گل مین مین مین جگر افکارے
 ہلو اُس کے لعل شکر بارے
 جی الجھتا ہے نفس کے تارے
 جون صدا اُلٹا پھر اُلٹا مارے
 گر کر باندھے نظر کے تارے
 پھرتے ہیں اک پانوں ہم پر کارے
 دب کے تیرے سایہ دیوارے
 وقت توبہ میری استغفارے
 برق میرے وادی پُر خارے
 کشتی اُس کی تیج لنگر دارے
 کم نہیں مژگان کی دیوارے
 سر مرا اڑ کر تری تلوارے
 منتخب ہے مخزن اسرارے
 زلف اُسکی سہ جی رخسارے
 فتنہ محشہ تری رفتارے
 اُلجھے کیا دامن صبا کا خارے
 بھوت بھاگے ہے وگرنہ مارے
 یار اپنی گرمی رخسارے
 حرف قرطاس غلط بردارے
 مین مین نام طفل ادھا پیارے

<p>رکھے ہے حوصلہ دریا کب اہل بہت کا خسک دلون کی اگر مشتِ خاک دوزخین</p>	<p>نہیں یہ اتنا کہ بھر کا سہ حباب تو دے پڑے تو واقعی اکبار آگ داب تو دے</p>
<p>ہو بچ رہو لگا سر منزل فنا سے ذوق شال نقش قدم کرنے پاتر اب تو دے</p>	
<p>ابھی چشم کے چشمہ کو اتنا آب تو دے دل پرشتہ کو میرے نہ چھوڑا سے میخوار کہاں بھی ہے نہ خاک بیری آتشِ دل تمہارے مطلع ابرو پہ خال کھتا ہے دور قبول ہے دربان نہ بند کر دریا پر شہید کرنے سے قاتل تو پھر ہے جلدی کیا زبانِ خنجر قاتل نے کیا کہا تجھ سے</p>	<p>کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائے جون حباب تو دے جو لذت اسین ہے ایسا مزا شراب تو دے کہو ہوا سے ہلا داسن سحاب تو دے کہ ایسا نقطہ کوئی وقت انتخاب تو دے وہا سے خیر ذرا ہونے سنجاب تو دے ذرا ٹھہرنے نہ تیغ اضطراب تو دے دل شہید تو چپ کیوں ہے کچھ جواب تو دے</p>
<p>کرے گا قتل وہ اسے ذوق تجھ کو سر سے نگہ کی تیغ کو ہونے سیاہ تاب تو دے</p>	
<p>کسب حق پرست زاہدِ حُبت پرست ہے عل صاف ہو تو چاہئے معنی پرست ہو در دیش ہے وہی جو ریاضتِ جنِ حُبت ہو جز زلف سو جھٹا نہیں اسے مرغِ دل تجھے دولت کی رکھ نہ مارِ سر گنج سے اُمید عقائدِ گم کیا ہے نشانِ نام کے سہلے</p>	<p>حور وں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے تازک نہیں فقیر بھی راحت پرست ہے خفاش تو نہیں ہے کہ ظلمت پرست ہے سو ذی وہ دیگا کیا کہ جو دولت پرست ہے گم گشتہ کون کتا ہے شہرت پرست ہے</p>
<p>بہ ذوق ہے پرست ہے باہے صنم پرست کچھ ہے بلا سے لیک محبت پرست ہے</p>	

<p>محب سے ذرا گرم ہو اُس دل شکن کا دل عدد آیا ہے بکرا نامہ بر لکھا نصیبوں کا مجھے آتا ہے رشک اُس رنومے آشام پرانی نہ آیا خاک بھی رستہ میں نقشہ عمرِ حُسن کا خبر سننے ہی قاتل سے ہوئے ہم بے خبر باطل محوست بھی سعادت ہو گئی سود میں زلفوں کسادہ کار ہم نے پنجہ نقدیر کو سونپا بلا اُس زلف کی مصرع میں ہے مضمونِ حیدر ہوانے زلف کو چھیرا اور اپنا دل لڑتا ہے</p>	<p>دل شکستہ میرا اپنے حق میں مویا سمجھے کر بیٹے لیکے کیا خطِ مدعی سے درغاب سمجھے نہ جو دینے مالکِ زجلانے نہ جو خُدا صفا سمجھے مگر سمجھے تو دناغِ معصیت کو نقشِ پا سمجھے ترے پیغام کو گویا کہ پیغامِ فضا سمجھے عظیم تیرہ بختی سر پر ہم ظلِ ہا سمجھے خرد کے تیز ناخن ناخنِ انکشتِ پا سمجھے اسی سے بے کھلے جو معنی ناز و داد سمجھے کہیں ایسا نہو دے ہم سے وہ کافر ادا سمجھے</p>
--	--

سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوقِ الکی
 کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

<p>کہاں تلک کمون ساقی کہ لا شرابِ نوحہ دے سنبھلے گا سوزِ دل سے گریہ پہلے آئے دے گدز کے گریہ مرے سر سے انا آبِ نوحہ دے کھلے ہے ناز سے گلشن میں غنچہ نرس دے بلا سے آپ نہ آئیں برآمدی اُن کا حساب بگولہ بنا اس اسیرِ زلف کی خاک بلا سے کم نہ ہو گریہ سے میرا سوزِ حبسگر شکارِ بستہ فتراک کو ترے مقدور نشے میں ہوش کسے جو گئے حساب کرے جوابِ بزمِ نہیں گرتو رکھ دے نامہ یار</p>	<p>نہ سے شراب ڈبو کر کوئی کہا سبتو دے دگر ہے آگ میں دینا یوہن عذاب تو دے کہ سر پہ حرج بھی دکھلا سے جونِ حباب تو دے دزا دکھا اُسے تو چشمِ نیم خواب تو دے تسلی آکے مجھے وقتِ اضطراب تو دے کہ بعدِ مرگ بھی معلوم بیج و تاب تو دے بجھا کچھ اُن کی ذرا آتشِ عتاب تو دے ہوانہ یہ بھی کہ بوسہ سر رکاب تو دے جو تھکاو دینے ہیں بوسے بلا حساب تو دے جو پوچھیں قبر میں عاشق سے کچھ جواب تو دے</p>
--	--

دل میں شکل یار کب آئے نظر بے اضطراب
 ہر کہ ہے نوز و زاپنا آفتاب بادہ سے
 کھل گیا مضمون شکست لکا بن خط کے چرے
 ہے اسیران محبت کی بلا سینے میں آگ
 ہوتے ہیں اعضاء بوسیدہ مرے تن سے جل
 و کچھ لوسیا ب بن آئینہ بے تمثال ہے
 دور رسا غریب کو سانی گردش یکسال ہے
 نامہ ہر کا اس قدر اپنے شکستہ حال ہے
 شعلہ خوار سان طوق گلوتک لال ہے
 کھینچنی تصویر محنون کی ترس اشکال ہے

روزِ محشر سے کئی دن دیکھنے کو چاہیں
 گو یہی اسے فوق طول نامہ اعمال ہے

موسے سرماران سہ کا ایک سر اسر شر ہے

مانگ جو ہے جو اک مار سفید اس شر کا شر ہے

آبلہ ہاے سینہ جو خمی سے دکھلائی دیتے ہیں

مزرعہ دل پر میرے گرتا غم کا اگر شر ہے

ہو دے دل مظلوم ہمارا کیون نہ شمشید دشت بلا

درپے اُس کے شاہیون کا وہ زلفِ معین شر ہے

موزی زحمت کش کو ایذا کیونکہ نہ دیوین جمع ضعیف

دشمن مار زخیم رسیدہ مور کا اکشر شر ہے

کعبہ توبہ خدا ہی رکھے آج کہ جوشِ ابر نہیں

ایک اصحابِ نبیل کا سایہ دوش ہوا پر شر ہے

میں وہ شاہِ کشور غم جوں پار و جگے ساتھ سدا

جوشِ اشک کی دولت ہے جوں موجِ سمندر شر ہے

گاہ ہجومِ یاس میں ہے دل گاہ ہجومِ حسرت میں

ہے یہ مرد سپاہی پیشہ پھر تالش شر ہے

زخمِ دل پر کیوں مرے مریم کا استعمال ہے
 قبر میں عاشق جو تیرا مضطرب احوال ہے
 عشق کو گراستان پر میرے قصدِ فال ہے
 اب تو جانِ ناتوان کا ضعف یہ حال ہے
 ہے جانا تھا کفِ پائین تمہارے خال ہے
 ابر برسوں روچکا پر سوزِ غم سے اب تلک
 میرے دو دہ آہ سے یا تک زمانہ ہے سیاہ
 پوچھتے کیا ہو شکستِ دل کی صورت دیکھ لو
 میں وہ مجنون ہوں کہ میرا کاغذ تصویر بھی
 بارِ عشق اُس بت کا سر پر رکھ لیا جو ہو سو
 جب ہے دلمین کسی کی نوکِ فرغانہ خیال
 غم نہیں صیاد کو ورنہ مری فرما دے
 جوشِ گریہ کا مرے تم کچھ نہ پوچھو جس
 دل پہ ہون گردِ داغِ سوزانِ عشق میں اے کوکب
 کھاؤں میں ہیرا جو اُس بن کیونکہ دل نہ مٹے
 میں جہانِ مدفن تمہارے کشمکشِ زلف کے
 شوخِ قاتل کو مرے کیا جائے ہے رنگِ پان
 خندِ قون سے کس کی دلِ خون تھا کہ میری خاک
 اُسکی شوکر کا ہوں دیوانہ کہ جسکے پانوں میں
 آئے وہ شاید عبادت کو کہ با صدِ ضعفِ حال
 وادیِ وحشت میں بھی جا کر نہ اپنا دل کھلا

مشک اگر مسک ہے تو کیا خون کا بھی کال ہے
 لوحِ تربت پر بھی لکھا سورہ زلزال ہے
 جوشِ داغِ دل ہجومِ نقطہِ رمال ہے
 لبِ تلک بھی اُسکو آجانا رہِ صد سال ہے
 لیکن باب دیکھا سو بیدارے دلِ پامال ہے
 خاکِ میرے دھیر کی اڑنے میں جیسے مال ہے
 آفتابِ آسمان زنگی کے منہ کا خال ہے
 نامہ ہے چین چینِ قاصدِ شکستہ حال ہے
 مثلِ عیدی باعثِ خوشنودی اطفال ہے
 اب گسے پر دہ ہے سون ہے کہ اکِ شغال ہے
 نشترِ زبور ہے تن پر مرے جو بال ہے
 ہے قفسِ توسینہ چاکِ دردِ دلِ شبکِ حال ہے
 چادرِ آبِ روانِ منہ پر مرے رد مال ہے
 پھر تو خسرو کا بھی گنجِ سوختہ کیا مال ہے
 جو رکِ پا ہے وہ مجکو شیر کا سا بال ہے
 نخل کی جا بیدِ مجنون ہے دہانِ باجال ہے
 خونِ اعجازِ سیحان سے لبِ اُسکا لال ہے
 نوکِ برگِ سبزہ جوں متعارِ طوطی لال ہے
 گردشِ رنگِ پری سے حلقہِ نخلِ حال ہے
 آئی مژگانِ پر نظر بھی بہر استقبال ہے
 پہنچے مژگانِ آہو شیر کا چنگال ہے

عشق ہے اب ذوقِ زہ کا فر کہ جسکے ہاتھ سے
شیخِ صنغانِ ساسلمان زہِ برِ مشرب بنے

کچھ نہیں چاہئے تجھیز کا اسباب مجھے
اُسے مارا رخ روشن کی دکھانا اب مجھے
کل جان سے کہ اُٹھالائے تھے ادباً مجھے
چمن دہر میں جون سبزہ شمشیرِ یون میں
میں مجنون ہوں کہ مجنون بھی ہمیشہ خط میں
جو مرے واقف جو ہر میں وہ رکھتے ہیں عزیز
کنجِ تنہائی میں دیتا ہوں دلا سے کیا کیا
میں نہ تڑپا جو دمِ فرج تو باعثِ یہ تھا
در نہ وہ شوخ کہ جو محل سے بھی نازک ہو

عشق نے کشتہ کیا صورتِ سیما مجھے
چاہتے بہرِ کفن چادرِ مٹاب مجھے
یچلا آج وہیں پھر دلِ بیتاب مجھے
آب کے جانے دیا کرتی ہے زہر اب مجھے
قبلہ و کعبہ لکھا کرتا تھا القاب مجھے
تیرہ بختی میں بھی جون شیخِ سیہ تاب مجھے
دلِ بیتاب کو میں اور دلِ بیتاب مجھے
کہ رہا نہ نظرِ عشق کا آداب مجھے
لیوے اس طرح سے زانو کے تلے داب مجھے

ہو گیا جسلوہِ انجمِ مری آنکھوں میں نمک
کیونکہ آئے شبِ بھران میں کو خواب مجھے

لیتے ہی دل جو عاشقِ دلسوز کا چلے
تم چشمِ سرِ گین کو جو اپنی دکھا چلے
دیوانہ آکے اور بھی دل کو سنا چلے
ہے لطفِ سیرِ باغِ جہان خاک اُڑا چلے
غیرِ دن کے ساتھ چھوڑ کے تم نقشِ پا چلے
دکھلا کے مچو نرگسِ بیا کر کیا چلے
اے غم مجھے تمام شبِ بھران نہ کھا
بل بے غمِ حینِ زمین پر نہ رکھے پاؤں

تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے
بیٹھے بٹھائے خاک میں ہم کو ملا چلے
اک دم تو ٹھہرا اور کہ کیا آئے کیا چلے
شوقِ وصالِ دلمین بے بار کا چلے
کیا خوب پھول گور پر میری چڑھا چلے
آوارہ مثلِ آہوے صحرا بنا چلے
رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے
ماندا آفتاب وہ بے نقشِ پا چلے

حال چشم جانان کا مژگان سے تجھ مل دیکھو تو	
اترا پشت ماہی پہ کیا لے کے سکر لشکر ہے	
ہوئے امام برحق پیدا ذوق اگر تو دیکھو ابھی	
ہو تا گرد اسلامیوں کا جون سجدہ گوہر شکر ہے	
میری خاک سترائی تھی جس سے گردون سب بنے	
اسمین کچھ خشک جو باقی تھے سودہ کو کب بنے	
دل کو رکھ دوں اُس دم شمشیر پر گر ڈھب بنے	
نایہ تسہلانی صراطِ عشق پر مرکب بنے	
حال سے خورشید رو رخ پر تمھارے جب بنے	
تیرہ بخت ان محبت سوختہ کو کب بنے	
عشق نسیم نیاز دنازیک جان کیونکر ہو	
اگر نہ مجھوں آن کر لیلی کا ہم مکتب بنے	
جو نمون عقدے کبھی جون غنچہ تصویرا	
و اسے قسمت وہ ہمارے عقدہ مطلب بنے	
بے سیہ کاری سے نامہ یان تلک اپنا سیاہ	
روزِ محشر پر پڑے گرسا پہ اُس کا شب بنے	
سردہ چشم کو اکب کیل بنے ہے دود آہ	
ایسا کا جسل بن کہ جس سے اُس کا حال لیتے	
صحبت علیے بنائے خر کو انسان کس طرح	
تربیت سے دافعی نا اہل دانا کب بنے	
موزیوں کو حق نے دے آنکھیں کین تالاوین بلا	
عین حکمت نھی کہ سعد دم البصر عقر بے	

اشکِ خونینِ دلِ جلون کے دیدہِ نساک سے	آفتابِ حشر ہے یارب کہ نکلا گرم گرم
کر تادہ پرودہ نشین پرودہ تو ہے ادا کرے	چشمِ کوہی پرودہ ہو کس طرحِ نظارہ عیب
سے پرستون کے کفن پر کلکِ چوتاک سے	بیتِ ساقیِ ناسہ کی لکھو کوئی جاے دعا

عیبِ ذاتی کو چھپا لیکانہ حسنِ عارضی
زیبِ بد اندام کو ہو ذوق کیا پوشاک سے

نہ دامنِ خار سے چھوٹ نہ چھوٹے خارِ امن سے	الک تا ہو دے کھج کھج کر مرا بر تار دامن سے
جنونِ کچھے میں باخِ حبیب سے اور خارِ دامن سے	خبر لونِ بیب کی یامین رہوں بشیارِ دامن سے
گردنِ دستار میں گر ہو عطا اک تارِ دامن سے	لگے اس تنائیں مرے ہر خارِ دامن سے
اُجھڑ سکتا ہے کوئی برق کے بھی خارِ دامن سے	لگے اُس شعلہِ خو کے کون مجھ سازِ دامن سے
نہ چھوٹے خونِ مرا پر تیرے سے خونِ خوارِ دامن سے	گرے گردِ ہوتے دھوکو توجہِ ابر تارِ دامن سے
گر بیانِ بکھارا کر ہوا اسے یارِ دامن سے	کیا تو نے کنارہِ حبی سے اور باہقو کی جھست سے
تو پر یان اُکے پوچھیں اسے پری خسارِ دامن سے	تھارے جلوہ رخ کے جوہلِ خاک پر ٹوٹیں
وزا اگر نسیمِ دامنِ گلزارِ دامن سے	مکدر ہو وہ گل کیا جو نادانستہ لگ جائے
نہ پوچھیں حورِ عین کے اسے پری خسارِ دامن سے	ترے جو سجدہ در سے حسینِ بوخاک آلود
بنایا در بیان اک پرودہ دیوارِ دامن سے	ہو ابے پرودہ بھی جسے تو اسے یوں کیا پرودہ
خلِ سکتا ہے کوئی آستین کا کارِ دامن سے	وہی زیبا ہے اُسکے واسطے جو قطع ہے سبکی
گرے تھے اشک کے قطرے مردِ ظہورِ دامن سے	اب اُنکوششِ جہت میں بغتِ دریا لوگ کھینے
اگر بندہ جائے میرے دامنِ کسارِ دامن سے	چیزیں لھنیے ہوے کو سون میں اپنے زور سے
بلا نکھا جو وقت گرمیِ رفتارِ دامن سے	جلین کے آتشِ رنگِ حنائی پائے گھر کئے
کہ اک صدمہ سا پونچے ہے دمِ رفتارِ دامن سے	لو کھائے صدمہ زنجیر نے یہ پائوں مجھوں سے
گرہ دیکھانہ باندھا گوہرِ شہوارِ دامن سے	عزیزِ اصلا نہیں سرمایہِ بہت کہ دریا سے

<p> کیا لے چلے گئی سے تری ہم کہ جون نسیم افسوس ہے کہ سایہ مرغ ہو کی طرح قاتل جو تیرے دلین رکاوٹ نہ تو کیوں ہے گل کا دل تو سنبل چان کے دامین ہو کر سوار تو سن غم روان پہ آہ لبریز ہو گیا مرا شاید کہ جام غم سلجھا میں زلفین کیا لب یا پہاڑ سے دنیا میں جب سے آئے رہا عشق گل خان قاتل سے دھل گیا ہے کہ جانبر ہوا پناہ فکر قیامت اُن کو سیر ہوئی کمان آلودہ سرمہ سے نہ ہوئی چشم میں نگاہ کیا دیکھتا ہے ہاتھ مرا چھوڑ دے طبیب لہجائیں تیرے کشتہ کہ جنت میں بھی اگر اُس روئے آتشین کی تصویر میں بادلف </p>	<p> آنے تھے سر پہ خاک اُڑانے اُڑا ہے ہم جسکے ساتھ ساتھ چلے وہ جدا ہے رنگ رنگ کے میرے حلق پہ خنجر ترا ہے کیا اڑے تجھ سے طائر نکست بھلا ہے ہم اس سراے دہرین کیا آنے کیا چلے تم وقت نزع ہو کے جو مجھے تھا ہے برسوج مثل ماریہ تم بنا ہے ہم اس جہان میں مثل صبا خاک اُڑا ہے گراڑ کے مثل طائر رنگ حسنا ہے دنیا سے دلین لیکے جو حرص و ہوا ہے دیکھا جان سے صاف ہی اہل صفا ہے بان جان ہی بدن میں نہیں بخش کیا ہے پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا ہے ہے کیا غضب کہ آگ لگے اور ہوا ہے </p>
--	--

اے ذوق ہے غضب نگہ بار اکفیظ
 وہ کیا ہے کہ جب یہ تیرے قضا ہے

<p> پاک رکھا پناہ بان ذکر خلدے پاک سے جب بنی تیرا حواش کی کمان افلاک سے جس طرح دیکھے قفس سے باغ کو مرغ اسیر تیرے صید نیجان کی جان بکھلے کس طرح بیٹھا درخ میں بہارین خلد کی دیکھا کرنا </p>	<p> کم نہیں برگر زبان منہ میں ترے سوکے خاک کا تو وہ بنا انسان کی شست خاک سے جھانکتا ہے دل تجھے یوں سینہ صدف سے یہ تو دالستہ ہے تیرے دامن فترت سے دان کی آتش ہو جو آنے روئے آتشاک سے </p>
--	--

	بد نصیبی سے مری اُس بام پر ٹوٹی کند	
	اور نہ میں کیسا وہ نہ ٹوٹے مجھ سے دس کے بوجھ سے	
	ہو اسیری میں گران خاطر ہوں میں جانے ٹوٹ	
	آہنی قلاب بھی میرے نفس کے بوجھ سے	
	مردہ تو ڈوبے ہے اور شیرے ہے مردہ آب میں	
	بوجھ شاد جسم کا کم ہے نفس کے بوجھ سے	
	باندھ دے ناقہ کی گردن میں دل نالان میس	
	بوجھ اُس کا کم ہے اے لیلیٰ جس کے بوجھ سے	
	مچلے دنیا سے کہاں احمق اُنھار بابر جس	
	رہ گیا یہ تو گد حاد دل میں پھنس کے بوجھ سے	
	شاخِ کل کیا مال ہے گرم گران جانی پہ آسین	
	توڑ دے لہے کے حلقے کو نفس کے بوجھ سے	
	مت لگا اے عشق دل کے آئینہ پر نقش غم	
	ٹوٹ جائیگا یہ گنبد اس کس کے بوجھ سے	
	سربکاتے ہیں وہ آزاد اپنا کلب مانند سرو	
	ہے سبکباری جنہیں بارہوس کے بوجھ سے	
	اپنے دامن میں نہ لے میرے گلِ نختِ جگر	
	جی دھڑکتا ہے کہیں جولی نہ سکے بوجھ سے	
	کیا ہوا دل نے ہوا گرا یک کوہ غم اُنھ	
	یہ نہیں اے توفیق دینا ایسے دس کے بوجھ سے	

مرنی بھی نہیں دیتے خلش گر کوہن آرائش
 سرائیت کچھ جو خون کوہ کن کر جاے چتر بین
 فرشتے تیرے دامن کو بنائیں جانماز اپنی
 مرے پاؤں کے چالے تیرے ہون کیا یا شکستہ
 مرا آنسو ہے وہ زہر آب سیلا جو بدن سارا
 تیرے مجنون کو ہے وہ جامہ عریان تنی زیبا
 جدا اگر سر ہوتن سے اور جدا ہوں تاتہ شانوج
 ترا مجنون ذرا اتنا گران جان ہے نہ اٹھے
 یہ تجھ بن اشکباری ہے کہ آنسو پوچھتا ہو نہیں
 کہاں ہے موسم طفلی کہ ہم دامن سوار نہیں
 مرادہ گریہ غم خندہ عشرت سے بہتر ہو
 میں وہ آلودہ دامن ہوں بنائیں تار سجہ کا
 یہ صید ناتوان مثل پرافتادہ اڑ جائے
 ہوا پنکھے کی خواب آور ہے کیا ایک جنبش میں
 شکار بواہوس آندھی ہے تیری خاک اڑائے کو

کہ صحرایہ پوچھتا ہے کب سنان خار دہن
 نکالے صل ہے شجر کی جا کسار دامن سے
 اگر وہ صوڈلے تو داغ سے پندار دامن سے
 جو کوئی ٹوٹ جاتا ہے الجھ کر خار دامن سے
 خدا نا خواستہ لگ جاے اسے غمخوار دامن سے
 کہ جسکو آستین سے تنگ ہے اور خار دامن سے
 جدا ہو پر نہ ہاتھ اپنا ترے اسے یار دامن سے
 پٹ جائے اگر صرصر کے مثل خار دامن سے
 کبھی تو آستین سے اور کبھی اسے یار دامن سے
 کیا کرتے تھے کارنوس رہوار دامن سے
 اگر آنسو مرے پونچھے وہ گل رخسار دامن سے
 فرشتے پاک دامن لیکے میرے ناردامن سے
 لگانے گر نسیم دامن گلزار دامن سے
 کرے سو فتنہ خوابیدہ وہ بیدار دامن سے
 پھیلانے تو چراغ شعلہ رخسار دامن سے

منو دے دل جلون کی ذوق مسایون سے دلائی	کہ کب فانوس پونچھے شمع کار رخسار دامن سے
ہوں یہ لاغر جھک کے قامت یک خس کے بوجھ سے	
جہن گیا وہ بچکے ہے پائے ٹکس کے بوجھ سے	
حقاقد رغا کبھی تیرا بھوس کے بوجھ سے	
بھلا تا سلب شعلہ اک نفس کے بوجھ سے	

خیر بادِ ستم کش ہے وہ شیر کشیدہ شکونِ مین بے جانے ہن ہم سوئے دربار آف گرمی وحشت کہ مری ٹھوکر دن ہی میں کچھ رحمت باری سے نہیں دور کہ ساقی کشتہ ہون میں کس چشمِ سیہ مست کا بار کھلتا نہیں دل بند ہی رہتا ہے ہمیشہ نالوں کے اثر سے مرے پھوڑا سا ہے پکتا	جسکانہ رُس کے دید فلک کی بھی پرستے مقصود رہ کعبہ ہے دریا کے سفر سے پتھر میں پہاڑوں کے اڑے جاتے ٹر سے رو دین جو ذرا مست تو سے ابر سے برستے ٹپکے ہے جو سستی مرے تربت کے شجر سے کیا جانے کہ آجائے ہے تو اُسین کہ دھڑے کیون ریم سدا غلے نہ آہن کے جگر سے
--	--

اے ذوق کسی مہدم دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقات سیما و خضر سے

کیرا دزا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے تیرا س نگہ کا گردِ دل مضطرب میں گھر کرے چشمِ سیہ بخاری نظر بھر کے دیکھے جب پتلی سیاہ دیکھو اُس چشمِ مست کی یون میرے ولین چھپتی ہے وندان کی آنکھ سے بیل کا آشیانہ ہے گلشن میں کیا عجب دکھلائے جوش گریہ اگر میری چشم تر گنبد میں گردِ باد کے مجھوں نے گھر کیا گلگشتِ چین نہیں کہ گئی صبحِ شام آئے آنکھ اپنی اُسکے لب پہ عجب گھر بکڑ گئی قاتل مرے لو کوشتبانی سے دھوکہ میں دزدِ نگہ تو آنکھوں میں گھر کرے میں ذوق	انسان وہ کیا نہ جو دل دہر میں گھر کرے نا سو عشقِ زخم کے پھر گھر میں گھر کرے لالہ میں دغ دے گلِ عہر میں گھر کرے بھونرا عجب ہے یون گلِ عہر میں گھر کرے ہیرے کی جون کئی کوئی گوہر میں گھر کرے اُس رخ پہ دل جو زلفِ معجز میں گھر کرے مردم کے غرقِ سیکڑ وں پل بھر میں گھر کرے سرگشتہ ایسا کون کہ جگر میں گھر کرے دل جو کہ اسکی زلفِ معجز میں گھر کرے جون عنکبوتِ برگ گل تر میں گھر کرے جون سورج نہ یہ ترے خیمہ میں گھر کرے دل جسا گم ہوا کو کس گھر میں گھر کرے
---	--

رخصت اسے زندان جنون زبیر و رکڑ کا لے ہے	
مژدہ خار و دشت بھرتلو امر اکھلا لے ہے	
سر و قبت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے	
یہ نصیب اللہ اکبر بونے کی جائے ہے	
واہ واہ شور و غیبت خب ہی چھڑ کا نمک	
استخوان ہیرے ہا کس کس مزے کھائے	
ہاں ۔ د طاقت کے ہے ضعف سے سینے بن واہ	
دیکھئے کس بٹک ن اکیو نکر مجھے ہو پچائے ہے	
بس کراے سوز و رن بہ جاہن کے دل و جگر	
رحم ہوش گر یہ بھبہ رجھانی مری بھرائے ہے	
بل بے استغنا کہ وہ یاں آتے آتے رہ گئے	
انت ری بیتابی کہ یاں تو دم ہی نکلا جائے ہے	
نزع میں بھی ذوق کو برا ہی بس ہے انتظار	
جانبِ دردِ دیکھ لے ہے جبکہ ہوش آجائے ہے	
رخصی ہوں میں اس ناوک ذر دیدہ نظر سے	
ہم خوب ہیں واقف ترے اندازِ کمر سے	
گر اب کی بھرے جیتے وہ کعبہ کے سفر سے	
لبریز سے عداوت ہے ہو جام بلورین	
سر مایہ امید ہے کیا پاس ہمارے	
وہ ظلم سے پیش آتے ہیں جو فیض رسان ہیں	
حاضر ہیں مرے توسن و حشت کے جلو میں	
جائے کا بنین چور مرے زخمِ جگر سے	
یہ تار نکلتا ہے کہیں دل کے گہر سے	
تو جانو پھرے شجہ بی اللہ کے گھر سے	
زمزم سے ہے مطلب نہ صفا سے نہ حجر سے	
اک آہ بھی سینہ میں سونا سید از سے	
ہے شاخِ ثمر دار میں گل پہلے تر سے	
باندھے ہوئے کسار بھی دامن کو کر سے	

حال مہر و فاکون تو کہ سین	نہیں شوق ان حکایتوں سے بچے
کئی گریہ سے جیلا یاد ل	ہوا نقصان کفایتوں سے بچے
لے گئی عشق کی ہدایتِ ذوق	
اس مری سب نہایتوں سے بچے	
اتنی کس بے گنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتی ہے	
اکہ اُس کے کوچے میں آج شورِ بابتی دُنبِ قسبتی ہے	
خسَمِ جدائی میں تیرے ظالم کو نہیں کیا مجھ سے کیا بنی ہے	
جگر گدازی ہے سینہ کاوی ہے دل خراشی ہے جانگی ہے	
زمین پہ نورِ قسم کے گرنے سے صاف اظہارِ روشنی ہے	
اکہ جون ہیں روکشِ نصیران کو فروغِ اُنکی فردتِنی ہے	
بشر جو اس تیرہ خاکدان میں پڑا یہ اُسکی فردتِنی ہے	
اگر نہ قسَمِ دِلِ عرش میں بھی اُسی کے جلو کی روشنی ہے	
ہوئے ہیں تر گریہِ ندامت سے اس قدر استین و دامن	
اکہ میری فردا مہنی کے آگے عرقِ عرقِ پاکد اہنی ہے	
ہوئے ہیں اس اپنی سادگی سے ہم آشنا جنگ و آشتی سے	
اگر نہ وہ تو پھر کسی سے نہ دوستی ہے نہ دشمنی ہے	
گناہ اُس بتکد سے میں تو دل جو ٹوٹتا ہے تو ٹوٹ کر مل	
اکہ کیسا ہی کوئی خوش شائلِ صنم ہوا آخر شکستنی ہے	
نہیں ہے قانع کو خواہشِ زردہ مغلسی میں بھی جزوِ نکر	
اجسان میں مانندِ کیمیا گر پیٹے محتاجِ دل غنی ہے	
کوئی ہے کافر کوئی مسلمان جدا ہر اک کی جدا ہر ایمان	
اچھا سکے نزدیک ہے جی وہ اسکے نزدیک ہے نہ	

<p>آئینہ نہیں رہ طلعت کیا دیر لگائی ہے قاتل تو کب آتا ہے پر پیک اجل نہ بھی آنکھوں میں ہے دم تیرے بیارِ محبت کا آنا بھی کہیں تیرا آنا ہے قیامت کا پروانہ سے کہتی ہے یہ شمع کہیں جل چک کس فکر میں ہے ساقی دے بادہ جو ہے باقی ہے تیغ کبف قاتل خم مرنے پہ جان بازو گرفتار ہی کرنا ہے قاتل کہیں جلدی ہو بان وعدہ بھی آپہنچا تو اب ملک آتا ہے بے بادہ گلستانِ چیتے ہیں لبو یکش دے پھونک کہیں دلوں میں سے سلگتا ہے بالین پہ کہا میری ہنگامہ محشر نے اُسکے لبِ خنجر کا لینا ہے اگر بوس</p>	<p>کھینچ اے کشش الفت کیا دیر لگائی ہے بان آنے میں با قسمت کیا دیر لگائی ہے دکھلا دے کہیں صورت کیا دیر لگائی ہے اسے دلبر خوش فاست کیا دیر لگائی ہے ہے تجھ میں اگر برات کیا دیر لگائی ہے نخوڑی ہے بیان فرصت کیا دیر لگائی ہے باندھو کمر محبت کیا دیر لگائی ہے لا حول ولا قوت کیا دیر لگائی ہے اندری تری غفلت کیا دیر لگائی ہے ساقی نے دمِ عشرت کیا دیر لگائی ہے اسے سوزِ غمِ فرقت کیا دیر لگائی ہے لو اٹھو کہیں حضرت کیا دیر لگائی ہے تو اسے دل پر حسرت کیا دیر لگائی ہے</p>
--	--

اے ذوق شہید اُسکو کرتے ہیں کئی عاشق
کرتی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے

<p>۱۔ خوب رو کا شکایتوں سے مجھے کہتے کیا کیا ہیں دیکھ تو اغیار یہ بھی تقدیر کا لکھا کہ لکھے واجب القتل اُسے نے ٹھہرایا سمجھے ہے واجبِ الرہایت دوتا کر نہ گریے میں تو کی اسے چشم</p>	<p>تو نے مارا عنائتوں سے مجھے بیار تیری حمایتوں سے مجھے خط وہ کن کن کنایتوں سے مجھے آیتوں سے روایتوں سے مجھے دشمنوں کی رعایتوں سے مجھے شوق کم ہے کفایتوں سے مجھے</p>
--	---

کرت یا شک و آدین بخیف کیوں عبث دنبالے پر جو سرہ کے دانہ ہے خال کا کیا شاد کو خفیف کرے زبانی خلق آٹھے جہان ہی سے جو بستر سے وہ اُٹھے بُترندہ ایک شیخ محرف سے بھی سوا سکن پذیر تاج سے دل میں نہیں ہے غم	ہو جاتا راز دل جو نگاہوں میں فاش ہے گو یا کہ دست چشم فسونگر میں ماسش ہے شاہ اش جسکو کہتے ہیں وہ شاد باش ہے تیرا مریض عشق جو صاحب فراسش ہے اس کج ادا سے اور نکالی تر اسش سے روزِ ازل سے اُسکی ہی بود و باش ہے
--	---

اے ذوق جانتا ہے وہ ہمدرد سیرا درد
دل جسکا پارہ پارہ جگر پاش پاش ہے

سے تیرے کان زلف منبر لگی ہوئی بے نیچے بھرے ہوئے سین خمر کی طرح ہم چلے بغیر خون کوئی رہتی ہے ہری تیغ میت کو غسل دیجو نہ اُس خاکسار کی سیٹھے بھی گریے پاس تو ممکن نہیں شفا کھلے ہے کب کسی سے کہ اُسکی مژدہ کی نوک کرتی ہے زیرِ برقع فانوس ناک جھانک بیٹھے ہیں دل کے بچے دلے ہزار ہا کھل مسندی کیوں نہ باغین ہو پائال رشک یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجائے مہر منہ سے لگا ہوا ہے اگر جامے تو کیا	رکھے گی یہ دنبال برابر لگی ہوئی پر کیا کریں کہ مہرے شہد پر لگی ہوئی سے یہ تو اُسکو جاٹ ستمگر لگی ہوئی ہے تن پہ خاک کو چہ دلسبر لگی ہوئی خویشید کو وہ تب ہے فلک پر لگی ہوئی ہے پھانس سی کلجے کے اندر لگی ہوئی پردانہ سے ہے سمع مقرر لگی ہوئی گدڑی ہے اُسکی راہ گدڑ پر لگی ہوئی بانوں میں تیرے دیکھے خاگر لگی ہوئی آنکھ اپنی سو قافہ خط پر لگی ہوئی سے دل سے نیا دستانی کو ٹر لگی ہوئی
--	--

اے ذوق دیکھو دخترِ رز کو نہ منہ لگا
چھنتی نہیں ہے منہ سے یہ کاف لگی ہوئی

	تکلف منزل محبت نہ کر جب بلا چل تو بے تکلف
کہ جا بجا خارزار و دشت سے زیر پا فرش سوزنی ہے	
	خدا نگہ فرگان سے ذوق اُسکے دل پہنا سیدہ چہرے مثال آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوار آہنی ہے
<p>جان کشنی قصا سے لڑتی ہے شمع تجھ بن ہوا سے لڑتی ہے دیکھ احمق خدا سے لڑتی ہے اک بلا اک بلا سے لڑتی ہے کیا کسی آشنائے لڑتی ہے چھوٹ کس کس ادا سے لڑتی ہے موت کیا کیا شفا سے لڑتی ہے عشق میں ابتدا سے لڑتی ہے یہ لڑا کسا سدا سے لڑتی ہے چھٹے آبِ بقا سے لڑتی ہے جب کسی پار سے لڑتی ہے</p>	<p>آنگہ اس پر جفا سے لڑتی ہے شعلہ بھڑک نہ کیونکہ محفل میں قسمت اُس بت سے جا لڑی اپنی منین فرگان کی و صنفین تو بہ شور قلقل یہ کیوں ہے دخترِ رز نگہ نازا سکی عاشق سے تیرے بیار کے سر بالین واہ کیا کیا طبعیت اپنی بھی زال دنیا نے صلح کی کس دن تیری شمشیر خون کے چھٹیوے سے دیکھ اُس چشم مست کی شوخی</p>
	سچ ہے اک حرب خدا عنہ آذوق نگہ اُسکی دغا سے لڑتی ہے
<p>ڈرتا ہوں دل سے میں کہ بڑا بہ معاش ہے تو آپ ہی بت پرست ہے اور بت تراش ہے سینے میں میرے ناخنِ غم کی خراش ہے اڑ جاتی ٹھوکر دن ہی سے عاشق کی کراش ہے</p>	<p>دل کی معاش غم سے غم کی تلاش ہے اس تیکدہ میں کون ہے کافر ترے سوا لبرِ نصیحتِ شاطِ بزرگِ ہلالِ عید ہونے و بالِ دوش نہیں کشنگانِ عشق</p>

چل سکیں میں شیخ بسر کر مر صبا م	مسجد میں تنگ بیٹھا ہے کیوں اے قاف سے
تاہوں نے دی چڑھا جو تپ لرزہ مہر کو	کھولی نہ آنکھ ابرسہ کے لحاف سے
پھینکے ہے ایک جنبش مژگان میں وہ پری	اس اپنے ناتواں کو پرے کوہ قاف سے
ہے جو ہر کمال پہ ننگا اگر فقیہ	ہے تیغ تیز تنگ ہے اسکو غلاف سے
گذری ہے شوق سینہ شگافی میں عمر چرخ	اس کلک تیرا لہر گردن شگاف سے
گردش ہے اسکی چشم کی کیوں سیر دل کے گرد	کافر کو کام کعبے کے ہے کیا طواف سے
لڑتے ہیں اگر نصیب سے گاہے فلک سے ہم	فرقت کی رات کم ہنیں روز مصافحہ سے
طواف سیاہ چمکے ہو نصیب	مجنون سمجھو کعبہ کے بہتر طواف سے
ہوں تیغ خوش غلاف، نگہ تیری لے پی	ہے دہم نکل کے چمکنی غلاف سے
لکھتا ہے شیخ مسئلہ وحدت وجود	لیکن دولی عیان ہے قلم کے نہ کاف سے

اگلا ہے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہان کو ہے زیبا اختلاف سے

کیا غرض لاکھ حسد الیٰ میں ہوں دولت والے	
اُن کا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے	
جاہن گرجا رہ محبت کا جرات والے	
بیچیں الماس و نیک سنگ جرات والے	
گئے جنت میں اگر سوز محبت والے	
تو یہ جا نور سے دوزخ میں یہ جنت والے	
ساقیا ہوں جو صبر و صبری کی نہ عادت والے	
صبح محشر کو بھی اٹھیں نہ ترے ستوالے	
رہے ہوں شیشہ و ساغر وہ مکر و دونوں	بھی مل بھی گئے دودل جو کدورت والے

<p> کجگو کچہ یاد بھی ہیں پہلے وہ الفت کے مرے بے محبت نہیں اسے ذوق شکایت کے مرے کھائے کو بچے میں ترے آئے جو سنگِ طفلان گنتی پر حسین سی کیا بون کو میں کیا کیا سنگ صرف ہر زخمِ جگر نامہِ نوحہ کاں نہک کتبِ عشق میں ہو کاش تناسخ ہی کسی دیکھ کر اُسکو گیا عالمِ حیرت میں تو میں سجدے میں پاس نہ ہے یہ کس لطف سے غنچہ خندان ہو نہ کیوں کر کے زرا پناہ پر باد جان شیریں بھی گئی اور نہ ملی شیریں بھی ابرو و ابران کے نہ کیوں لطفِ آئینِ سجوار ہے نہک پاش جو پیشِ منہس کے وہ جلِ ملکین کچھ جتاؤ جو محبت تو لے ہے کہ سب تھے ذائقہ جاشنی عشق کا کامل ہو تو دین نہیں جزیبے مزگی کوئی مزہ و نہیا میں خنجر ناز نے کیا چاٹ لگائی دل کو بے مزاجی کو کرین لاکھ ترے ظلم و ستم </p>	<p> بیزہ ہوئے لطف اور شکایت کے مرے بے شکایت نہیں اسے ذوقِ محبت کے مرے آئے مجھوں کو ترے سواہِ جنت کے مرے دل پر بان سے مرے سوزِ محبت کے مرے تو میں کیا عشق میں اُس کاں ملامت کے مرے کہ اڑائیں ترے سر بازِ شہادت کے مرے ایک میں کیا کہوں اُس عالمِ حیرت کے مرے یوں عبادت ہو تو عابدینِ عبادت کے مرے کہ اڑائے ہی میں دولت کے میں موت کے مرے پونچھو فریاد سے اس تلخیِ حسرت کے مرے کہ اڑاتے ہیں گنہگار ہی رحمت کے مرے لے رہا ہے دل مجروحِ جراحت کے مرے دیکھ تو کیسے چکھانا ہوں محبت کے مرے شادی و صل کی لذتِ غمِ فرقت کے مرے پر مزیدار بنا دیتے ہیں غفلت کے مرے چاٹتا ہونٹھ ہے لے لے کے جراحت کے مرے بھولنے کے نہیں پہلی وہ عنایت کے مرے </p>
---	---

پھر بھٹنا زخیم کا انگور مبارک اسے ذوق

دل زخمی کو ترے بادۂ عشرت کے مرے

لیتا تھا کامِ سندھ کا شکم من پران سے
 جنگلی کہ آشنا ہے زبانِ لام و کان سے

اول ہی سے بشر کو بتِ رعیتِ خلاف سے
 کب وہ گزرتے ہیں سرِ لان و گزاف سے

تو مرے حال سے غافل ہے براے غفلت کیش

تیرے اندازِ تعانسِ نسل نہیں غفلت والے

ماز ہے گل کو تراکت پہ چین میں اسے ذوق

اُسے دیکھے ہی نہیں ماز و تراکت والے

جلادِ فلک سے بھی یہ جلا و غضب ہے

سدا بقدم ستم ایجادِ غضب ہے

شاگرد بھی ہے قہرِ جواستادِ غضب ہے

فریاد نہ کر دیکھو یسٹیا دِ غضب ہے

کیا سوزِ دگر از دل فرما دِ غضب ہے

ہو خاکِ جگر سوختہ بر بادِ غضب ہے

پہلے ہی سے اس جاہ کی افتادِ غضب ہے

اس باغین ہونا ہی دلِ شادِ غضب ہے

یہ تجھ چہ حسد اکا دلِ ناشادِ غضب ہے

کیا سوختہ بابران کی بھی فرما دِ غضب ہے

دنیا میں گراں باری اولادِ غضب ہے

ہم جاہنِ قضا سے اگر امدادِ غضب ہے

پھر آج وہ سب سے بیدادِ غضب ہے

اللہ سے ترا حافظہ کیا بادِ غضب ہے

کیا حضرت آدم کی بھی اولادِ غضب ہے

ہم حبیبِ بن عاشق وہ پریرادِ غضب ہے

عاشق کی ترسے گرمی فرما دِ غضب ہے

کیا غزہ ترا بر سر بیدادِ غضب ہے

جو ہے ستم و کینہ د بیدادِ غضب ہے

ماز آفت و چشم ستم ایجادِ غضب ہے

بلبل یہ ترے واسطے فریادِ غضب ہے

نخلے بے سدا کوہ سے ہم آتش و دم آب

خاکستر پروانہ پر روتی ہے سدا شمع

ہم جاہت ہی تم کو گرے سب کی نظر سے

کیون غنچہ پریشان ہونہ ہوتے ہی شگفت

اُس بت کا سمجھ سن خدا داد نہ اسکا

ہوتا ہے پنہ ایک ہی آواز میں آنسہ

توڑا کمرِ شاخ کو کشتہ تے نثر کی

اسے شوخ تری چشمِ غضبناک کے ہوتے

اللہ کرے خیر مرے رشتہ دل کی

بھولا نہ مجھے قتل گر عام میں قاتل

اخوانِ شیطا طین بن پرست سے پندار

مرے نہیں حور و ان پر نری طرح سے و غنا

انجم سے چرخ پہ بونہیں بین عرق کی

کس مرض کی ہیں دعا پس جان بخش ترے	
جان بلب ہیں ترے آزار محبت و اسے	
نہ حرص کے پھیلے ہیں پاتوں بقدر وسعت	
تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت و اسے	
پاسے رہے حیرت دیدار مری بات کو بھی	
لکھتے ہیں بات خوشی سے کتابت و اسے	
نہیں خبر شمع مجاور مری بالین سزا	
نہیں جز کر شہرت پر دامن زیارت و اسے	
نہ ستم کا کبھی شکوہ نکرم کی خواہش	
لو کچھ تو تم بھی ہیں کیا صبر و قناعت و اسے	
کیا تماشہ ہے کہ مثل رہ نوابنا فروغ	
جاننے ابی حقارت کو میں شہرت و اسے	
دل سے کچھ کہتا ہوں میں مجھ سے نل کچھ کہتا	
دو لون اک حال ہیں میں رنج و نصیبت و اسے	
بے نصیبوں کے نصیبو غنیمت کہان بار کا وصل	
انہی قسمت میں ہے جو لوگ میں قسمت و اسے	
تو جو آجائے تو ہے درد محبت کی دوا	
پیرے بعد رجوں بیدار و نصیبت و اسے	
پھر دیتے ہیں قلم جو قلم الشہار	
پیری شرح تمیش دل کی کتابت و اسے	
بھرا انسوؤں ہے آنا کبھی رونا آتا	دل بزرگ کے ہیں دو ہی عیادت لائے

	ہلال کو دیکھیں کہوں فلک براگر ہے منظور عید ہمو
نوا کی تیج تم کے دل بن لب جرات نہ دیکھ لینگے	
بہار باران کو کون دیکھے نصیب باران ہے تیر باران	
ہم اُس کے بدلے سر شک ترگان کی اپنی شدت دیکھ لینگے	
اگرچہ میں مر بھی جاؤں کا تو کہیں گے اے جیتا دم جرات	
وہ جب تک اپنے استات پر میری تربت نہ دیکھ لینگے	
مجھے یقین ہے نہیں دکھائیں گے اپنے رخسار لالہ گون کو	
روان مری چشم ترستہ بے تک وہ خون حسرت نہ دیکھ لینگے	
یہ لوگ ناواقف محبت ہوں گے واقف تپ درون سے	
اگر جب تک مثل برق رگ رگ میں میرے سرعت نہ دیکھ لینگے	
خطا اس کو دے بھی دیا جو قاصد توفیق دیکر کھینکا وہ کوا	
وہ خط نہ پہچان لینگے میرا مری عبارت نہ دیکھ لینگے	
گر سحر سے نہیں کہتے اشار دلتے تو کہتے	کیا نہ نظر تلو ہے بارون سے تو کہتے
گر کہتے نہ لاکھونے ہزارون سے تو کہتے	حال دل بیتاب کما جائے تو ہم سے
کچھ فتنے اُٹھاتے ہو مزارون سے تو کہتے	کیا کہتے ہو آئین گے سرفاک شہیدان
کہتے یہ تم عشق کے مارون سے تو کہتے	پھر تم نہ کہیں حضرت عیسیٰ اگر ان سے
فرصت ہو تب غم کے حرار دن سے تو کہتے	کچھ سوز دل اپنا کسی دلسوز کے آگے
تو کہتے کچھ ان میر شکارون سے تو کہتے	موقوف ہے گرد دکاشت کاران واد پر
موتی نہیں کچھ مال ستارون سے تو کہتے	ان دانتو کو کیا موتیوں سے کہتے ہو ہمتا
کسو اسطے یہ سینہ نگارون سے تو کہتے	شانے کا دل جاںک بند آپ کو آیا
اکہا کرے سنا ہو ہزارون سے تو کہتے	کہتے نہ تکلف سے اب ذوق کبھی راز

کتنے ہیں گرفتار کو آزاد غضب ہے	ہے سر و تو پا بند غصہ بے ثمری میں
رخش تری بیدار ہے بیداد غضب ہے	غصہ ہے ترا قمر ترا قمر تریا رست
سکندر رومی کی بھی روداد غضب ہے	سے غم سے سنو زائیشہ بادیدہ پر اب
اور اسپہ بھی دلکش یغم آباد غضب ہے	وہ کو نسا ہے غم کہ جو دنیا میں نہیں ہے
طرہ بھی سطرہ شمشاد غضب ہے	قامت بھی ترا کیا ہے سر سر و قیامت
آنکھوں کو تھاری یہ فسوں باد غضب ہے	نہیں ہوش جلا مردم ہشیار کے پل میں
یہ اظن نہیں اسے دل نانشاد غضب ہے	سو نقشہ ہیں نہان نظریلت میں اس کی
اس ذوق فکر سدا بنیاد غضب ہے	یہ خانہ ہستی ہے عجب نمائندگی میں
ہوے وہ کب قائل قیامت جو تیرا قیامت دیکھ لینگے	
ارہین کے رویت سے بلکہ منکر جو تیری صورت نہ دیکھ لینگے	
بہین عرض کیا کہ جاہلین کے ہم سرم کو اسے شجہ تنگ سے	
یہ ہیں تون میں خدا کا اپنے ظہور قدرت نہ دیکھ لینگے	
نہ دیکھ لی کیسی کیسی آفت جہان میں ہم نے تمہارے ہشت	
اور آگے کیا کیا غم عالم ہم تمہاری دولت نہ دیکھ لینگے	
دکھانا احوال انکو اپنا بہ انکی الفت کا امتحان ہے	
کہ ہوگی الفت تو دیکھ لینگے نہ ہوگی الفت نہ دیکھ لینگے	
کہوں یہ کیوں میں کہ حضرت دل شکر بون پر نہ زیر کھاؤ	
کہ آپ ہی تلخی محبت کی وہ جلالت نہ دیکھ لینگے	
اگرچہ در محبت اپنا کمانہ میں نے زبان سے اپنی	
وہ میری صورت نہ دیکھ لینگے وہ میری حالت نہ دیکھ لینگے	
بلا سے گردانیال کا سائین ہے پاس چڑھنا لکھنا ہم پو نقطوں داغ دل ہی کو فال دست دیکھ لینگے	

چمن میں دیکھتے گلزار آبرو کی بہار	تمھاری یاد بھاری میں آرزو کرتے
سمجھ یہ دار و رسن تار و سوزن اے مضمون	کہ جاک پر وہ تحقیق کا ہنر فو کرتے
عجب نہ تھا کہ زمانے انقلاب سے ہم	تیمند آب سے اور طاف سے وضو کرتے

سراغ عمر گزشتہ کا دھندلے گزشتہ
نام علم رگہ ز جانے جستجو کرتے

ما سازب جو ہم سے اسی سے یہ سازب	کیا خوب دل ہے وہ ہمیں جہنم باز ہے
اُس سنگ آستان چمن نیاز ہے	وہ اپنی جانا ساز ہے اور یہ نیاز ہے
دروازہ سیکڑے کا نہ کر بند محاسب	ظالم جزا سے ڈر کہ در تو بہ باز ہے
خانہ خرابیاں دل بیمار غم کی زنجیر	وہی : دا خراب ہے جو خانہ ساز ہے
ڈرتا ہوں اُسکا خیر نہ جانے ہو کے آب	یہ بے گلے میں نالہ آہن گداز ہے
پہونچا ہے شب کند لگا کر وہاں رقیب	سچ ہے حرام زادے کی رشتی دراز ہے
اُس بت پر گر خدا بھی ہو عاشق تو آنے شک	ہر نہ جانتا ہوں کہ وہ پاکباز ہے
مراح خال روئے بتان ہوں مجھے خدا	بخشنے تو کیا عجب کہ وہ نکستہ نواز ہے
ہر برگ گل کے لب سے ٹپکتا ہے خون پڑا	گلشن میں کس کی خاک شہیدان ناز ہے

اے ذوق اپنا سب پہ کھلے کیون نہ راہ عشق
ہر نالہ اک کلید در گنج ناز ہے

ساقیا عید ہے لا بادہ سے مینا بھر کے	کہ مے آ شام پیاسے ہن مینا بھر کے
آشناؤں سے اگر ایسے ہی بیزار ہو تم	تو ڈبو دو اٹھین دریا میں مینا بھر کے
ہنیں پروں کہ یہ میں حقہ پروں میں ملک	لائے اُس عارض روشن سے پسینا بھر کے
دل ہے آئینہ صفا چلتے رکھنا اسکا	زنگ سے بھر تلبے کیوں اس میں تو کینا بھر کے
روز اُس گلشن رخسار سے لیجاتے ہیں گل	اپنے دامان کہ مدم میں مینا بھر کے

<p>یہ اقامت ہیں پیغام سفر دیتی ہے ذال دنیا ہے عجب طرح کی علامت دہر تیرہ تختی مری کرنی ہے پریشان مجھ کو رات بجاری تھی سر شمع پہ سو ہو گدزی فائدہ دے نہ دے بار کو کیا خاک دہا برہمتی جانی ہے جو عشق اس ستم ظالم کی دیتی شربت ہے کسے زہر پھری آنکھ تری دم بدم زخم پہ اک زخم ہے دم لینے کی غنچہ سننا ترے آگے ہے جو کتنا خی ہے شمع بھی کم نہیں کچھ عشق میں پردانہ سے نخل مرغان سے ہے کیا جانے کیا چشم تر کتنے سفتے نہیں کچھ نیم تو شب بھر میں پر تب دل شمع کی جب کم نہیں ہوتی ناچار</p>	<p>زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے مرد و دیندار کو بھی دہر یہ کر دیتی ہے شہمت اس لذت یہ فام پہ دھر دیتی ہے کیا طباشیر سفیدی سہر دیتی ہے اب تو اکسیر بھی دیکھے تو صبر دیتی ہے کچھ محبت مری اصلاح مگر دیتی ہے عین احسان ہے وہ زہر بھی گر دیتی ہے محلو فرصت تری کب تیغ نظر دیتی ہے چٹخنا منہ پہ وہین باد سحر دیتی ہے جان دیتا ہے اگر وہ تو یہ سہر دیتی ہے چشم پانی کی جاہ خون جگر دیتی ہے نالہ دل کا جواب آہ بگر دیتی ہے اسکو کا فور سیدی سحر دیتی ہے</p>
--	--

کوئی غماز نہیں میری طرف سے اسے ذوق

کان اس کے مری فریاد ہی بھر دیتی ہے

<p>مرنے جو موت کے عاشق بیان کھو کرتے مزا تھا ہلکو جو بلبل سے دو بدو کرتے غرض تھی کیا ترے یرون کو آب پکان ہے اگر یہ جانتے جن جن کے ہلکو توڑیں گے یقین ہے صبح قیامت کو بھی صبحی کش نہ رہتی یوسف کفان کی خوبی بازار</p>	<p>سچ جو خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے کہ گل تمھارے بہاروں کی آرزو کرتے مگر زیارت دل کیونکہ بے وضو کرتے توکل کبھی نہ تمناے رنگ و بو کرتے لٹھیں گے خواب سے ساتی ہو سہو کرتے نقابہ میں جو ہم تجھ کو رو بدو کرتے</p>
---	--

ہم مفت عدو اپنا کسی کو نہیں پاتے	نم پاتے ہو ہکو تو پھری کو نہیں پاتے
کچے تری غنچہ دہی کو نہیں پاتے	سنہتے ہیں گریزی سنہی کو نہیں پاتے
کھون بنے دیادل کچے ادسنگدل اپنا	کجخت ہم اس سخت گھڑی کو نہیں پاتے
وہ کو نسا غم ہے جیسے پاتے نہیں دل میں	لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے
لیتے ہیں شب وصل میں ہم اٹکے جو بوسے	وہ لب پہ سحر رنگ سی کو نہیں پاتے
ہیں ایسا کہیں گرم ہوں کہ یاران عجمی	گرم ہو کے مری گرم شدگی کو نہیں پاتے
مرکتے ہیں دم شعلہ شان از در دوزخ	لیکن مری آتش نفسی کو نہیں پاتے
وہ دن ہیں کہاں سبتے تھے جو شمع سے چنے	اب نام کو بھی زمین نمی کو نہیں پاتے

معلوم نہیں اُسکے دہن ہے کہ نہیں ہے

اسے ذوق ہم اس سرخنی کو نہیں پاتے

بعض علی ہے کہاں میری فلاطون چلتی	ہے چمکتا اب تو کہ چوٹی بھی نہیں یون چلتی
ہوئے کیونکر جس ناقہ لیلیٰ کی صدا	آج اندھی نری قسمت سے ہے مجھوں چلتی
کھو لے آ نکھیں دم زنج نہ دیکھو کا کچے	پر پھری اپنی تو گردن پہ میں دیکھوں چلتی
ہمسایین دنیا سے چلا سر پہ یہ بولی حسرت	تو اکیلا نہیں ہمراہ تیرے میں ہوں چلتی
دور کر باون کو سر سے یہ کہے ہے لیلیٰ	پر نہیں کان پہ مجھوں کے کبھی جون چلتی
ہیں تو ان آنکھوں کی گردش کا بلا گردان بہن	کہ نہیں تیری بھی دان گردش گردن چلتی
حمر طے کرتی ہے ہر دم سفر عسبر فنا	جسکو تو سانس کہے ہے دل محزون چلتی
چلتے گود کیے ہے ساحل کو سوار گشتی	چھتیت میں ہے کشتی سر مجھوں چلتی

ذوق گل ہادر کوئی تازہ کھلا جاہتا ہے

کہ ہوا بلع جان میں ہے دگر گون چلتی

مزرے بہ دل کے لئے تھے نہ تھے زبان کے لئے	سو نہ بنے دلیں مزرے سوزش نہان کے لئے
--	--------------------------------------

زخم پر جوشش کے مانند جھلکتا ہے دم | خون حسرت سے لبوں تک مرا مینا بھر کے

چام خالی بھی لگا سجد سے نہ کم ظرف کے ساتھ
دوق کے ساتھ قدرح دوق سے مینا بھر کے

نہیں خرمگان بہ خون خار غم بھی دلشیں نکلے
عدویش زن کے گھر سے میرا نہ حسین نکلے
چھٹے کیا ہم سے شوق حسن گندم گون کہ گندم پر
تو سے انداز سے سو سو طرح کے ناز ہوں پیدا
پہلے جا کر نئی دنیا سے بھی گرد و صودہ دنیا میں
خدا دے دو پیش اور اس چشم تصور کو
فلک کی دیکھو گل کاری دم تخریر حال دل
زیادہ جان کے جانے سے غم ہے ترے جانیکا
نہ غربت میں ہو گرفتہ رصفا پاکیزہ گوہر کی
تباہی میں ہے مودی کی حلاوت اہل عالم کی
ہوے تم چنین برابر و ہو کے یسے قتل کے دچکے
سرا پار و سیاہی گر لے ان نام دار دن کو
فلک بھی خانہ زبور ہے کثرت سے انجم کی
دل زخمی کی حالت پردہاں زخم کیا بولیں
تصور اس لب شیریں کا آجائے اگر دلمیں
مرے دل میں جو حسرت ہے نکالوں میں کیا اسکو

جنون یہ بیشتر کیسے کہیں ڈوبے کیسے نکلے
الہی برج عترب سے قمر جلدی کہیں سے نکلے
ہمارے جدا مجھ چھوڑ کر خلد برین سے نکلے
ترے ہر ناز پر سو سو کا دم اسے ناز میں نکلے
تو قالی خاک آدم سے نہ چپا بھر زمین نکلے
کہ لاکھوں کام اس سے دور ہے وہیں نکلے
کہ جاے حرف کھلاے امار آتشیں نکلے
الہی جانے سے پہلے مری جان حزن نکلے
تو کیوں دریا سے کیٹا ہو کے پھر دشمن نکلے
کہ ویران خانہ زبور ہو جب انگبین نکلے
بچنے سے تمھارے جو ہر شیریں کن نکلے
ہوس دل سے نہ اٹکے نام کی مثل گلبن نکلے
مگر کیا دخل جز زہراب امین انگبین نکلے
زبان تیغ سے نکلے تو شاید آفرین نکلے
تو آنسو ہو کے شربت خون ہو کر انگبین نکلے
نہ وہ زیر فلک نکلے نہ وہ زیر زمین نکلے

سنا کوئے تھے شہرہ دوق جنگی پار سانی کا
وہ سب یار خرابات اپنے تھے ہمیشہ نکلے

بلند ہووے اگر ہر کوئی شعلہ آہ چلے بن دیر کو مدت میں خانقاہ سے ہم وبال دوش ہے اس ناتوان کو سر نیکن بیان دردِ محبت ہو ہو نو کیوں کر ہو رہے ہے بھول کر ہم نہو مزاج نہیں اشارہ چشم کا تیری بکا یک اسے قاتل	تو ایک اور ہو خود شیدا آسمان کے لیے شکستہ توبہ لیے ارغوانِ مغان کے لیے لگا رکھا ہے ترے خیر و سنان کے لیے زبانِ دس کے لیے ہے دلِ زبان کے لیے بجائے ہولِ دل اُنکے مزا جہان کے لیے ہوا بہانہ مری مرگ ناگمان کے لیے
---	--

سنا بنا یا آدمی کو ذوق ایک سبزد ضعیف
اور اس ضعیف سے کل کام و جہان کے لیے

جو دلِ قمار خانہ میں بت سے لگا چکے کیا خط میں مدعا لکھوں اپنا کہ مدعی آنا بلا سے انکا قیامت سے کم نہیں زہر آب بھی ہے بارہ تو کر لینگے نوش جان اچھا کیا وفا کی عوض تو نے کی جفا یاد آ یا بان کے آنیکا وعدہ انھیں بوج کب جب تک کہ سرے ساتھ ہے یہ سر کے ہو سو ہو کیا دیکھتا ہے تیغِ نگہ ایسی اک لگا اب خاک کے ہیں ڈھیر تو کیا اس خزاہ میں باز آباد کیلئے سے نہ آتشِ رخسار کے دل حاجت نہیں ہے ترے شہید و نگو غسل کی کیا مجھے قیمتِ دل و جان پوچھتا ہے تو تم بھول کر بھی یاد نہیں کرتے ہو کبھی	وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے پہلے ہی اُنکو میری طرف سے پڑھا چکے مرتے میں انتظار میں اک روز آپ کے ساقی پیالہِ سندھ سے ہم اُتو لگا چکے بس اب ستم نہ کر کہ کیا اپنا پا چکے جب رات کو وہ پاتو نہیں پہندی لگا چکے اب ہم تو سر پہ بارِ محبت اٹھا چکے قصہ نامِ عسکر کا اے پڑھا چکے پہلے تو ہم بھی خاکِ بہت سی لٹا چکے سو بار آئے اسے آنکھیں دکھا چکے قاتلِ وہ ترے ہاتھ سے خونیں نہا چکے دو لون ہیں اک نگاہ پہ اسے دلربا چکے ہم تو تھاری یاد میں سب کچھ بھلا چکے
---	--

کہ ساتھ ادج کے پسنی ہے آسمان کے لیے
 ستم شریک ہو اکون آسمان کے لیے
 یہی سب داغ ہے اس تیرہ خاکدان کے لیے
 کند آہ تو ہے باہم آسمان کے لیے
 نفس میں کیوں کہ پھر کے دل آشیان کے لیے
 ہمیشہ غم ہے غم جان ناتوان کے لیے
 ہوں کسب سے بیٹھا ہوا مرگ ناگہان کے لیے
 تو بوس بنے بھی اس سنگ آستان کے لیے
 وصال ہے پر کو اور سیف ہے جوان کے لیے
 تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لیے
 ہمیشہ اس ترے مجنون ناتوان کے لیے
 بجائے نعر ہے سیلاب ستوان کے لیے
 کہ جان دی ترے روئے عرق فشان کے لیے
 کہ ہاتھ رکھتے ہیں کا نو پہ سب اذان کے لیے
 اٹا نہ چاہئے کیا خاؤں کان کے لیے
 رہا ہے سینہ میں کیا چشم خورشان کے لیے
 جو ہو تو خشتِ خم سے کوئی نشان کے لیے
 بہشت ہے مہین آرام جاودان کے لیے
 لگاتے پہلے بھی پرہیز استخوان کے لیے
 جواب صاف ہے پر طاقت ناتوان کے لیے
 نقان ہے میرے لئے اور میں نقان کے لیے

نہیں ثبات جندی عز و شان کے لیے
 ہزار لطف میں جو ہر ستم میں جان کے لیے
 فرمے عشق سے ہے روشنی بیان کے لیے
 دم عروج ہے کیا فکر زربان کے لیے
 صبا جو آئے حسن و خار خاکدان کے لیے
 صدا تپش تپش ہے دل تپان کے لیے
 نگاہ نازنے کی دیر و نہ میں تیار
 خبر کے چونے ہی پر ہے جگ کسب اگر
 نہ چھوڑ تو کسی عالم میں رستی کہ پرست
 جو پاس مہر و محبت کسین بیان بکشا
 خلش سے عشق کے ہے خار پر بن تن زار
 پیمش سے عشق کے ہے حال ہے مرا گویا
 مرے مزار پر کس طرح ہے نہ بر سے نور
 الہی کان میں کیا اس صنم نے پھونک دیا
 نہیں ہے خانہ بدو شونکو حاجت سلمان
 نہ دل رہا نہ جگر دونوں چلکے خاک ہوئے
 نہ لوح گور پسٹونکے ہو نہ ہو لغو یز
 اگر اسید نہ ہمایہ ہو تو خانہ یاس
 وہ بول لیتے ہیں جسم کوئی نئی تلوار
 صریح چشم سخن کو ترے کئے نہ سکے
 مثال نے ہے مزاج تلک کہ دم میں دم

پوچھے تھے جسے کرنا ہو سجدہ سوکا	لکھے گرا بنا بھلا نا کوئی جسے سیکہ جائے
کیا ہوا اسے ذوق بین جون مردک ہم رو سیاہ	لیکن آنکھوں میں سانا کوئی جسے سیکہ جائے
زبان پسند کروں جون آسپاسینے میں پکین سے	
اڑائے خوب کچھ ترے غل مجھوں نے زندان سے	دہن کا ذکر کیا بان سہری فانب ہے گریبان سے
تھک کیا فتنہ سازی میں ہو ہم ہر شرم قتان سے	کہ ہر سو گل فشان ہے شرار شگ طفلان سے
شرارے متھل نکلے بیانک ننگ طفلان سے	گرا تھا یہ بھی اشک سہرہ اکودا سکی مژگان سے
یہاں تک ناقان ہم ہیں گزر جائیں اگر جان سے	کہ چکے ہے سہر مجھوں پہ کھل سنگ بان سے
اٹھائے سور لاشے کو ہمارے دست مژگان سے	
اسی باعث سے داہ طفل کوافیون دیتی ہے	کہ تا ہو جائے لذت آتشنا تلخی دھران سے
پیشوائی کو برے کر کشش دل آگے	دورے مجھوں کی طرف ناقہ محل آگے
جاتے اس طرح سے اس کو ہے کوہیں دل ہم	دل سے ہم آگے کبھی جسے کبھی دل آگے
گرچہ ہوں وہی عفا سے بڑا کھوں کس	لیکے گم شدگی کی ابھی منزل آگے
تجھنا ناقص بھی غایت ہے اب بوقت میں ذوق	
کاملیت ہے کہاں ہو چکے کا سل آگے	
جو خانہ ہستی میں ہے انسان کے لئے ہے	آراستہ یہ گھر اسی مکان کے لئے ہے

<p>دیکھو خدا کے نام سے روشن کیا نشان ہو سرکہ میں عشق کے قاصد کیونکہ موت اپنا ہی دل نہ پھیر سکے رخ سے یار کی</p>	<p>دشمن ہمارے نام کو کیا کیا سٹا چکے جھگڑا یہ وہ نہیں ہے کہ جو بے قصا چکے سراپنا خوب حضرت ناصح پھرا چکے</p>
<p>بنکا رواجِ خوب چلو سیکھ سے کو ذوق چھوڑو کہینِ ذلیفہ بہت بڑھرا چکے</p>	
<p>چکے چکے غم کا کھانا کوئی مجھے سیکھ جائے دگر حسن شمعِ لانا کوئی مجھے سیکھ جائے جھوٹ موٹا فیون کھانا کوئی مجھے سیکھ جائے بہر تر آنسو بہانا کوئی مجھے سیکھ جائے تیر و پیکان جتنے تھے دسے دیئے تھے نکال دیکھ کے قاتل کو بھر لائے خراشِ دلیں خون خطِ مین لکھو اگر انھیں بھیجا تو مصلحِ درد کا شیخ تو او بھی پڑی تھی گر پڑے ہم آب سے جب کہا کرتا ہوں وہ بولے مرا سر کاٹ کر وان ہے ابرو بہان گردن پہ پھیری تھنے تیغ سکے امان کی از خود رفتہ ہو جاتے ہیں ہم ہم نے پہلے ہی کہا تھا تو کر گیا ہم کو قتل ہو سکھایا اپنی قسمت نے دگر نہ اُس کو غیر مطف اٹھانا ہے اگر منتظر اُس کے ناز کا کہد و قاصد سے کہ جائے کچھ بہانے سے وہاں زخم تو سیتے ہیں سب پر سوزنِ الماس سے</p>	<p>یہی ہی میں تلسلا ناکولی مجھے سیکھ جائے اُن کو در پردہ جلانا کوئی مجھے سیکھ جائے اُن کو کف لا کر ڈرانا کوئی مجھے سیکھ جائے برقِ مضطر تلملانا کوئی مجھے سیکھ جائے اپنے ہاتھوں گھر لٹانا کوئی مجھے سیکھ جائے سچ تو ہے یوں مسکرا نا کوئی مجھے سیکھ جائے دردِ دل اپنا جانا کوئی مجھے سیکھ جائے دلو قاتل کے بڑھانا کوئی مجھے سیکھ جائے جھوٹ کو سچ کر دیکھنا کوئی مجھے سیکھ جائے بات کا ایسا بھی پانا کوئی مجھے سیکھ جائے پیشوا لینے کو جانا کوئی مجھے سیکھ جائے تیور پونگنا ناڑ جانا کوئی مجھے سیکھ جائے کیا سکھایا سکھانا کوئی مجھے سیکھ جائے پہلے اُس کے ناز اٹھانا کوئی مجھے سیکھ جائے گر نہیں آنا بسا نا کوئی مجھے سیکھ جائے چاک سینے کا سلانا کوئی مجھے سیکھ جائے</p>

تو جو دم ہے غافل دم واپسین ہے
 لیے پھرتی مجھ کو کسین کا کسین ہے
 کوئی ماہ کسان کو کتنا حسین ہے
 لگانے بولے سیرا دل دور میں ہے
 زمانہ کو تو کچھ تغیر نہیں ہے
 وہی آسمان اور وہی زمین ہے

نہ ہو وہ اگر تجھ کو دم کا بھروسہ
 وہ چنوین بیٹھے ہیں اور بدگمانی
 ہنسی آتی ہے مجھ کو جب یہ آئے
 جو تم عرش سے دور بیٹھے تو بیٹھو
 نہیں وہ رہے ہم سے تم سے جو پہلے
 وہی ہے زمانہ وہی رات و دن ہے

یہ کی آہ سوزِ دل پر اٹھائے
 مجھے آفرینِ ذوقِ صد آفرین ہے

پر کچھ نشانی اپنی مجھے یادگار دے
 مفتونِ چشم کو یوں ایک تیر مار دے
 جو اپنے ہاتھ کا نہ مجھے پشتِ خار دے
 تو بے تلک نہ کیسے شلین کا تار دے
 یاں وہ نہشتے ہیں جنہیں ترشی اُتار دے
 مہل بجائے بھینہ بڑا بدار دے
 مٹی بھی جس کو تیرے نہ دکا خبار دے
 پھر میں نہ لون اگر کوئی مشک تار دے
 تو سہ نہ چشم ماہ میں سیرا خبار دے
 پہلے اگر نہ بھ کو دل بغیر دے
 یہ جس نہیں ہے جس کو سیانا اُتار دے
 قاصد جواب نہ نہ کی سعادت دے
 سچ ہے کہ ساتھ یار کا کیونکر نہ بار دے

چہلا نہیں تو چلے کا کل اب نگار دے
 تو چشم میں نہ سہ نہ دنیا لہ دے
 ہاتھ اپنا سیر ہاتھ میں کب دو نگار دے
 تانے نہ زخمِ دل میں ترادلفکار دے
 دشنام ہو کہ وہ ترش ہو ہزار دے
 کلشن کو آب گر مرثہ اشکبار دے
 کیا خاک بچہ چہ جان کوئی جان نثار دے
 وہ زلف شکبار اگر ایک تار دے
 جولان سمندر ناز کو اس شہسوار دے
 وہ ناتوان ہوں میں کہ نہ بخش کردن کبھی
 عشق اس پہی کا ہے وہ بلا جائیکے جان
 ایسا نہ کہ آتے ہی آتے جواب حفظ
 غم یار کا رہے گامے ساتھ تا چشم

<p>دل کعبہ ہے اور کعبہ مسلمان کے لیے ہے زیا بہ نفس مرغ خوش الحان کے لیے ہے مذاہب جو دعائیں ادا ان کے لیے ہے ہرے میں بھری آگ نستان کے لیے ہے اک کل بصر چشم غزالان کے لیے ہے باقی ہے تو میری شب بھران کے لیے ہے گویا سبق اطفال دبستان کے لیے ہے یہ صید کسی خیمہ مژگان کے لیے ہے جو تیرے اس تو وہ طوفان کے لیے ہے</p>	<p>تو لہن تری کا فراہین دل سے مرے کیا کام بیٹھا ہے سخنور جو گرفتار قفس کتر مستون کے لئے رات باری کے ہین تار انہوں سے نہ لاپنے میں سب بونے شبن میں کس کی مگا ہو نکاہوں جوشی کہ مری خاک کچھ میرے نصیبوں سے زیادہ جو سیاہی عاشق کا جنون طرفہ تماشا ہے کہ ہر بات وہ لاف سیہ بھینگی کیوں دام ہے نفاق دل بھی ہے مرا جان ترے شوق ستم کی</p>
--	--

دل قید تعلق سے نکل سکتا نہیں ذوق
 کیا در نہیں اس خانہ زندان کے لیے ہے

<p>ستاروں میں کیا کیا چنان چہن ہے خبر بھی نہیں بان کہ ہے یا نہیں ہے تو دل ہے نہ جان ہے نہ ایمان نہ دین ہے یقین ہے یقین بلکہ عین یقین ہے بیان ناتوان میں و بار یک میں ہے مرا عشق کم خسر ج و بالا نشین ہے بیان منتظر لب پہ جان حزیں ہے کہ میں ہوں کہیں دل کہیں جاں کہیں ہے دم سرد ہے نالہ آتشین ہے تو موج تبسم بھی چیں برہین ہے</p>	<p>چٹنی تو نے انسان جواے نہ جہین ہے نہ پوچھو کہ دل شاوہے یا حزیں ہے یہی گزرتی چشم حیرا فرین ہے منم میرے دل کو خدائی کا تیری ہر اک جانہ دیکھے ہے اُنسیوین کا رگے اشک اور آہ پہنچی فلک پر تعافل سے فرصت نہیں دان نظر کو پڑے تفرقے یہ جدائی سے تیری شب غم میں دسازہ دولہا پرنا مہنسی ہے جو کچھ بخش آئین کی</p>
--	--

یہ تیرا خوب باد دے خیال جام چلتا ہے نے منصوبہ سے رذال بق آیام چلتا ہے ابھی کچھ دم ہے سینے میں زبرد ام چلتا ہے تو یہ جانو کہ نابینا کس را بام چلتا ہے	کیا پختہ مزاجوں کو سحر تو نے دنیا میں عجب شطرنج گردوں ہے کہ حسین اپنے گھڑی کو کہو صیاد سے گرزج کرنا ہے تو بھدی کر ارادہ کر کے ناقص علو حسابہ کامل کا
---	---

خرد نے راز عالم کچھ نہ پایا ذوق اگر پایا
کہ بے آغ از آیا اور بے انجام چلتا ہے

آتا یہ کس بھروسے پہنتا چمن میں ہے پر وہ ساعنکبوت کا سقف کمن میں ہے یہ وہ غریب ہے کہ مسافر وطن میں ہے اس درد سے عشیق کا دل خون بین میں ہے زیر شکنجہ زلف شکن در شکن میں ہے بھرا تائیرے زخم کے پانی دہن میں ہے بیان کام اُگائیش زنی ہر سخن میں ہے دیکھیں سہیل کیونکہ چکنا چن میں ہے	پھولا نسیم سلانا جو گل پر ہن میں ہے سہ میں کہاں جواب نج سیم تن میں ہے دم کو ہنیں ہے سینہ میں آرام ایک دم حرف آئے مجھ پہ دیکھئے کس کس کے نام وہ دل کہ لانا سکتا تھا چین بین کی تاب یاد آتا ہے جو آب دم تیغ کا مسنا ہیں روزن دہن میں جو کثر دم لیے ہوئے دکھلا دو پشت لب پہ تم اپنی ڈر بلاق
---	---

ہوش و حسرد کو دیکھ لیا در دسر میں ذوق
آرام کو بھی دیکھ کہ دیوانہ بن میں ہے

جو تو مانگے گا وہی دوں گا خدا وہ دن کرے میرے سعد بخش کا معلوم تادہ دن کرے عید قربان سے شرف پیدا سوادہ دن کرے اس سے کم دیون ہی محشر تک وہ دن کرے عید کے دن کو نہ کیوں عاشور کا وہ دن کرے	یہاں کے آئینا مقرر قاصد ادہ دن کرے کون سی شب آئیگا وہ نہ منجم سے کہو تو کرے قربان ہیں حبدن ہمارے واسطے جب کہا قاصد نے دن وعدہ کا آیا تو کہا تیغ قاتل سے رہے جو قتل کے دن بقیب
---	---

کرتا ہے یوں نغان دل بامید وار وصل
 میں ہوں وہ گل کہ پہنچوں نہ گلشن خاک تک
 اس شمع تیری عمر طبعی ہے ایک رات
 میں ہوں وہ زندہ دل کہ مری جان بقرار
 لے دام داغ دل سے مرے سوزن کتاب
 نے جہمت نہ پاس مرہت نہ مضفی
 ہو گرمی و فاسے شگفتہ نہ گل کا دل
 بے فیض چشمہ آب مصفا کا ہے تو کیا
 جانناز عشق جان ناک اپنی لہیل جانے
 جون شمع مردہ کشتہ زلف سیاہ کو
 پھوڑے کمان جبرخ نہ تیرا پنا پھوڑا
 عاشق نہ بہتہ انجم گردون سے اپنے اشد
 بقتہ سے سیکھے شیوہ مردانگی کوئی

بصی اذان بلند کوئی روزہ دار دے
 جنبش اگر نہ مجھ کو نسیم بہار دے
 ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے
 برقی جان کو آتش مردہ قرار دے
 وعدہ پر روزِ حشر کے پر کون اُدھار دے
 پھر جان کسل امید پر یہ جان نثار دے
 جان اُسپہ اپنی بلبل شیدا ہزار دے
 مانگوں تو ایک قطرہ نہ آئینہ وار دے
 لیکن تمار عشق میں ہمت نہ ہار دے
 کر دے کھن تو دہن شہائے تار دے
 یہ آہ تیرناک میں اس کی ہزار دے
 لیون کوڑیوں کے مول ڈر شاہوار دے
 جب قصد خون کو آئے تو پہلے پکار دے

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے

کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

فلک تو ٹیڑھ ہی کی صبح سے تا شام چلتا ہے
 جہرے جاؤنگا میں صیاد دم گھٹس کے چلنے کا
 ہمیشہ دو عشرت ہے جو تم ہوا بل کیفیت
 چلا پہلو سے اُٹھ کر جبکہ وہ آرام جانِ دل
 ترا تیر نگہ بیک اُصافے کم نہیں قاتل
 سند وشت پنا تلخ گل کے مازیاں سے

مگر سید ہی نظر سے تیری اپنا کام چلتا ہے
 مے سینے میں دم جب تک بزمِ آرام چلتا ہے
 کہ مہر و ماہ سے دن رات بیان اک جام چلتا ہے
 کما آرام نے مجھے کہ لو آرام چلتا ہے
 جبرِ حشر چلتا ہے بن کر موت کا پیغام چلتا ہے
 جنوں کی شاہ راہوین سدا شہ گام چلتا ہے

<p>اور اگر کچھ نہیں دیکھو تو دھرجائیں گے پہلے جب تک نہ دو عالم سے گذر جائیں گے جب یہ عاصی عرقِ شرم سے تر جائیں گے بلکہ پوچھے گا خدا بھی تو مکر جائیں گے مہر وہ نظر دن سے یار دن کے اتر جائیں گے برسی ڈرے کہ وہ دیکھ کے ڈر جائیں گے بیانیے سب ہم روش تیر نظر جائیں گے</p>	<p>لانے جوست میں تربت پہ گلابی آنکھیں ہو پھین گے رہ گذر بار تک کیونکر ہم آگ و وزخ کی بھی ہو جائیگی باغِ بانی ہم نہیں وہ جو کرین خون کا و عوئے تجھ سے رخ روشن سے نقاب اپنے اٹ نکھو تم شعلہ آہ کو بجلی کی طرح چمکاون ہم بھی دیکھیں گے کوئی اہل نظر سے کہ نہیں</p>
--	---

ذوق جو در سے کے گہرے ہونے میں ملتا
 اُن کو سچانہ میں لے آؤ سہر جائیں گے

<p>اپنا گھر تو سو جھتا ہے سیکڑوں فرنگ سے اس ال متاب و جان مضطرب ڈھنگ سے خستری میں کھج کے نکلے ہے وہاں تنگ سے خون اگر ٹپکے نواس مرغ خوش آہنگ سے ہو کا تو جس تک میں مل جائیگے اُس تک سے اُسکی تیغ نیز آلودہ نہ دیکھی رنگ سے دل سے کہہ دیجئے کہ دیو باغ نام رنگ سے جھڑتے ہیں جاب شر باغیے قطر رنگ سے</p>	<p>دل نہ کہے کیونکر تون کی چشم شمع و تنگ سے اسے تغافل کیش جلدی آکر تو واقف نہیں بل بے باری کی کہ گویا ہر تر اتار سخن ایک بھی نکلے نہ میری سی صدائے دُخراش چپ کے بیٹھے گا کہاں تو ہے اے گھمباز جوشِ گریہ سے رہی برسات برسوں پر کبھی پہلے یہ نیت و ضو کی ہے نماز عشق میں میرے رونیکے اثر سے ہو گئے پتھر بھی آب</p>
--	---

ذوق زیبا ہے جو ہوا میں بند شمع پر
 دسمہ آب تنگ سے سجدی سے گل رنگ سے

<p>اور یہ تنگ کرین سہ تو شکایت نہ کرے قائمہ اسکو بھی تنگ جراثیم کرے</p>	<p>کوئی ان تنگ دہانوں سے محبت نہ کرے ہے جراثیم کا مری سودا الماس علاج</p>
--	--

<p>ہائے شہا ہے کہ اسکان کیا و فادہ دن کرے کچھ کرو لیکن فراموش کیا قضا و دن کرے یعنی میری فاتحہ کا کونسا وہ دن کرے</p>	<p>دن قیامت کا نوٹ پر ہر اظہارِ عمل نہیب و بوسب دن خاک جی بھی مہین کی ہو لاش دفن کر میری مہینے قاتل سوچ میں</p>
<p>آذوق کتنا خاک کر دینا جہد کو حب کا مسلسل ہوئی اس کو جا کے تبار وے جوادہ دن کرے</p>	
<p>کہ آدمی جو کئے بات سوچ کر تو کے ہر آدمی نہ مال نہ کوئے چشم تر تو کے بچے نہ شعلہ گرا پنا کے شر تو کے بھلا حباب کو دیکھیں کوئی گھر تو کے کہ جانتا ہے کئے کا ہو کچھ اثر تو کے ہمارا قصہ پر سوزِ لحظہ بھر تو کے کے بوجھ کوئی منصور اس قدر تو کے کیسا اور تو کیا پہلے اکھڑ تو کے یہ حوصلہ کوئی رکھے بخیر تو کے کہ اُسکو دیکھ کے وہ ہنسنے خوش تو کے</p>	<p>کوئی کہ کوئی تری ہو اثر تو کے میری حقیقت پر درد کو کوئی اُس سے یہ آرزو ہے جہنم کو بھی کہ آتشِ عشق بفقد مایہ نہیں گر ہر ایک کا تبہ و نام جو چپ لگا کے نہ بیٹھے تو کیا کرے ناصح جل اٹھے شمع کے مانند قصہ خوان کی زبان شہیدِ عشق کا ہر قطرہ خونِ اناحق ہے بہال کیا کہ تب آگے دست نہ دم مارے بھرے گا بارِ محبت کی کیا فلک مامی جلا سے ہو دے مرا مرغِ نامہ بر ہو مزا</p>
<p>سہر شک چشم مرے ہیں کہ ہوئے موزون میری طرح سے کوئی ذوق شعر تر تو کے</p>	<p>سہر شک چشم مرے ہیں کہ ہوئے موزون میری طرح سے کوئی ذوق شعر تر تو کے</p>
<p>مر گئے پر نہ لگا جی تو کہ صحر جانیں گے چڑھ کے گر آئے تو نظروں سے اتر جائیں گے تو ارادے بیان پھر اور پھر جانیں گے پر مرے زخم نہیں ایسے کہ بھر جائیں گے</p>	<p>اب تو گھر کے بہکتے ہیں کہ مر جائیں گے سانے چشم گریز کے کدو دریا تم نے ٹھہرائی اگر غیر کے گھر جانے کی خالی اسے چاہہ گرو ہوئے بہت مر جان</p>

<p>جسدن سے ہوا عشق مرے درپے تعلیم مر جاؤں مگر رازِ محبت نہ جیتاؤں بتیابی دل لفظوں میں کیا آئے کہ حرف بتیابی دل کا کوئی مضمون جو ہو نظم تلی بہ حسرت کو پیون کیون نہ مرے سے سے وصل میں غم بھر کا اور بھر بلا ہے آلودہ اظہار نہ ہو رازِ محبت کھو آپ کو گر ڈھونڈھتا ہے عشق کی منزل ہاروت سے وان لا کہوں ہیں شاگردِ حجا</p>	<p>ہر خار بیا بان قلمِ شوقِ جنون ہے کیسا ہی اگر درد ہو دلیں نہ کہوں ہے دکھلا رہا گا ہے حرکت گاہ سکون ہے ہر حرف پہ میرے حرکت جا سکون ہے میری ہی تیرے تپ سوزِ دردن ہے آرامِ محبت میں بہن یوں ہے نہ دون ہے دم ہو مٹوں پہ آجائے مگر میں کہوں ہے کم گشتگی اس ہ میں تری راہ نمون ہے وہ چشمِ صنوبر مگر سبق آموز فسون ہے</p>
--	--

کیون حالِ زبون اپنا بیان کرتا ہے اُسے
اے ذوقِ ترے واسطے یہ سخت زبون ہے

<p>کرے ہے کام تیغِ بار کس کس ابداری سے زبان کھولیں گے مجھ پر ہر زبان کیا بھکاری سے گذرتی ہے مزہ میں زندگی غفلتِ شکاری سے نہوتا گردہ شوقِ خود نما سرگرم آرائش روانِ شمع کے اشکوں میں چربی خاک گسل گسل کر خبر کیا پوچھتے ہو اپنے بیمارِ محبت کی جو پوچھے زانہِ شک اپنی دار و کد کو پی لے ففس کو لے اڑیں صیادِ اسیرِ صندل سے کبھی گریں اٹھا اپنا تو جون اشکِ ہرگز کان اٹھائے جاؤں کتبکِ داغ کاش اُنکے خوش ہوتے</p>	<p>دکھاتی اپنی گلکاری ہے کیا کیا بھکاری سے کہ میں نے خاک بھری اُنکے ننھ میں خاک ساری سے مرے نزدیک بیہوشی ہے بہتر ہوشیاری سے اٹھاتا ہاتھ خورشیدِ فلک آئینہ داری سے بہا جاتا ہے دل خون ہو کے اپنا اشکباری سے کہ نوبت دمِ شہری کی تھی شبِ اخترِ شکاری سے اگر پر ہیز کو پوچھے کہو پر ہیز گاری سے خبر گل کی اگر اڑتی تین بادِ بہاری سے زمین کو جانکا سرِ عجب کے اپنا شرمساری سے مری چھاتی ہے پتھر سنگدل دو چاہِ بہاری سے</p>
---	---

<p>عشق کے داغ کو دل مہر نہوت سمجھا ہر قدم پر ہر انگون سے روان ہن دیا آج تک خون سے ہے تر ہے زبان خنجر مستب صبح ازل کا ہے خلیفہ انسان ابن جلی شمع کے پردہ نہ نہیں جل سکتا</p>	<p>دور ہے کافر کہیں دعوائے نبوت نکرے کیا کرے حادہ اگر ترک رفاقت نکرے پر کرے کیا جو طلب کوئی شہادت نکرے پھر کرے کون اگر یہی خلافت نکرے کیا کرے عشق اگر حسن ہی سبقت نکرے</p>
<p>پھر چلا مقتل عشاق کو قاتل سے ذوق سریہ پر باہین کشتوں کے قیامت نکرے</p>	
<p>کہتے ہیں جھوٹ سب کر نہیں بانوں جھوٹ کے چلتا ہو ذوق قید سے بستی کے جھوٹ کے ڈھالا جو کجگو حسن کے سانچے میں سے صنم بیدار دسبند کوٹا خالی نہیں مر کیونکر حجاب ہو سکے دریائے بکیران</p>	<p>جھوٹے تو بیٹھے بھی نہیں بانوں ٹوٹ کے یہ قید مار ڈالے گی دم گھوٹ گھوٹ کے آنکھوں کی جا بے بھر دیے موتی سے کوٹ کے دائیں بھرا ہے درد مرے کوٹ کوٹ کے دریا سے بے تملک ملے ٹوٹ جھوٹ کے</p>
<p>اُس شمع رو سے رات کو حضرت ہوئے جو ذوق روئے ہن دل کے آبلے کیا پھوٹ پھوٹ کے</p>	
<p>ہر دم دل خون گشتہ میں اک جوشِ فردن ہے دنیا کی ہے رفعت کا سبب بستی ہمت بھر جاتی ہے سینہ کو مری آہ بھی اُلٹی میں درد سے ہوں عشق کے بیٹھا ہوا البریز اک غمزہ تری چشمِ نسوں کا رک کا کافر دل کرتا ہے اس کو چہ کا بے قصد تو لیتا آقاہم ہے بنا درد کی فریاد سے میری</p>	<p>جواہ ہے سینہ میں سو نو آرد خون ہے گردن کو ہے اوج اس زمانہ میں گردن ہے قسمت ہے جو پر گشتہ ہوئی بخت نگون ہے پر دل ہی کتاب ہے کہ ہر گز نہ کمون ہے سو چشمِ پرپی کو سبق آموز نسوں ہے طائر کے عوسن رنگ پریدہ سے شگون ہے جونا ہے ایوانِ محبت کا ستون ہے</p>

<p>زخمِ دل زہرِ شہہ ہنسنا تر املتا ہے ملکِ رعد ہے دفا پانی درالگتا ہے جب ذرا بھکتا ہے سر پا نواسے جا لگتا ہے</p>	<p>ہلے محتاج ہوا مرسم زنگار کا نو آبِ خنجر ہے جو زہر آبِ دفا دارِ دن کو قدِ مجنون ترے پھولوں کی چھڑی ہے لیلیٰ</p>
<p>زرد زادہ ہے تو کیا کھوٹ ابھی ہے دلین ذوق اس زر کو کسوتی پہ کسا لگتا ہے</p>	
<p>سوانحِ دیکھ لے منقارِ طوطی سنجے خون رہے بیدار ساری رات ہم آلِ حسابِ یون کلِ حکمت کئے کتنے ہی خمِ خاکِ فلاطون سے کہ تپکے جاے شبنمِ اشکِ چشمِ گردون سے کمرین آکر چراغانِ ساغرِ صہبائے کلگون سے بنانا پیرین ہے ایک برگِ بیدِ مجنون سے ویا زلفین ہیں اسکی داڑھوں مجھ بختِ اذون سے ہے اپنا دم ہوا ہوتا تری چشمِ پرافسون سے</p>	<p>اُڑانی طرزِ نالہ کی مٹی ایک دم تیرے مخزون سے نہ شبِ آنکھوں میں خوابِ یا خیالِ خالِ شگون سے یہ دنیا ہے وہ خجائے کہ حسینِ دو گرِ گردون سے اثرِ ہونالہ پر درد کا آتنا تو اسے جل شہیدِ چشمِ بگیوں ہوں کہ تو تربت پہ سیکیش ترے مجنون کے تن پر لاغری کا قطع ہے جاہ خدا جانے ہوئے بخت اپنے وارِ دن اسکی زلفون سے اُڑائیں یوں جادو گرِ ملا سے ہم نہیں ڈرتے</p>
<p>اُسی باغِ سخن میں ذوقِ می اپنا بہلتا ہے جہانِ بوعشق کی آتی ہے کچھ گلہائے مضمون سے</p>	
<p>جلی تھی بر بھی کسی پر کسی کے آن لگی نہ ہائے ہائے تین تالو سے پھر زبان لگی جو ہووے دلوں تمھارے بھی مہربان لگی رہے ہے تیری طرف چشمِ یکِ جہان لگی کہ زلفاے بت پر کشش تیرے کان لگی نہیں ہے کس کو ہوا زہرِ آسمان لگی</p>	<p>نگہ کا وار تھا دل پر پھر کئے جان لگی ترا زبان سے ملا نازِ بان جو یا د آیا کسی کے دلوں کا سونچا دل لگا کر تم تو وہ ہلالِ حسین ہے کہ تارے بن کر خدا کرے کئے تجھ سے یہ کچھ خدا نکستی اُنی حرص نے آکر جہانین سبکی خاک</p>

لگی بھی گر زمین کو پیچھے تیرے تفتہ جانوں کی | نوشل بن اُنٹھ بھلے ہیں پھر بھاری سے

نہیں آمانہ آئے جمہ اسے ذوق اس شکر کو
بلا سے خوش تو ہو جانا ہے میری آہ دزاری سے

<p>کاش کے لیے ہی یاربے کلو بارونکے لگے تیز جون ہمیشہ شرب کہ خارونکے لگے رہتے ہیں دیدے زمین کو جو ستارونکے لگے چھوٹے کتاب بخیر ماہ پارونکے لگے جون شکارا فلک چہرین چھپے شکارونکے لگے نخل فامت جب ترسینہ لگارونکے لگے خنجر و نکے برگ نخلے بھل کٹارونکے لگے آگ دم میں آشیانہ کو تزارون کے لگے تینے طعنوں کے لگے خنجر اشارونکے لگے مریم اگر زخم بر سینہ لگارون کے لگے</p>	<p>یار سنبھلے حال پر ہم دلو گارون کے لگے اور بھی ہکا سمند و حشت اپنا دشت میں کس کی کفش پا بہ دیکھے ہیں ستارے فلک بزم میں کردہ الٹ دے روئے روشن نقاب اس طرح درپے دونکے ہیں ترے چشم و نگاہ سرزمین باغ الفت میں ترے اسے فتنہ گر شہنشاہ تیروئی عین بھولے سو فانی کے محل ہو اگر گرم فغان مرغ میں میری طرح آئے ہم اس بزم میں ایک دم سوا سپر سکر دن اسے خدنگ یار مریم جا بھیں غریب نہ کیوں</p>
---	---

ذوق صحرا جنوں میں ہو گیا ہے گرد باد

تو سن چشت کوہ میں مہمیز خارون کے لگے

<p>دل پر خون کا وہان ہاتھ پتا لگتا ہے جب اچھلتا ہے تیرے سینہ سے جا لگتا ہے دل کے لگ جانے سے جینا بھی بُرا لگتا ہے نخل اندھی کا کین اکھڑا ہوا لگتا ہے سب کیا بون سے نکھ تھکسو دا لگتا ہے اور نہ پہلو مرا ہنر سے ڈرا لگتا ہے</p>	<p>باغِ عالم میں جہانِ نخل حنا لگتا ہے کیا تڑپنا دل بسمل کا بھلا لگتا ہے دل کمان سیر تماشے پہ مرا لگتا ہے جو حوادث سے زمانہ کے گرا کب اٹھا دل لگے کا سے مزا پہ کہ گزرتی ہیں ابد شب بھر میں لگتی ہے زبانِ مالتو سے</p>
--	---

<p>البتہ آدمی سوکھی آئے جائے ہے فردوس میں کب سوکھنا آئے جائے ہے پریرے پاس سے بھی کوئی کھائے جائے ہے یوں روغنِ شکِ گرم سے ٹپکائے جائے ہے دل کو ذرا ذرا مرے پرچائے جائے ہے نالہ تو وہ ہی آگ سی برسا ئے جائے ہے اس سرکشی پر سر کو وہ نہوڑائے جائے ہے ایک بال ہے کہ آگ پہ بل کھائے جائے ہے وہ مرغِ تارہ بر کو جو پھر کائے جائے ہے کیا پائون اپنے چین سے پھیلائے جائے پر شوقِ ترعائے کہ دھڑائے جائے ہے</p>	<p>لٹنا ہمارا ان کا تو کب جائے جائے ہے جو اس گلی میں مثلِ صبا آئے جائے ہے کہتے ہیں لوگ موت تو سب جائے جائے ہے ٹوٹا ہے کس تنگ کا بازو کہ شمعِ نرم لکھوا کے بھیج دیتا ہے ایک پرچہ گاہ گاہ ابرمژدہ برس کے اگر کھل گیا تو کیا فوارہ سے بجائے تواضع کا سسکیھنا کیا حالِ جسمِ زار کون سوزِ عشق سے مضمونِ اضطراب کا ہے یہ بھی اک اثر تابوتِ تیرے کشتہ کو سپیس سے کم نہیں سو کوس کیا نہ جائے کے مجنون تو وہ قدم</p>
---	---

جب تک کہ جانِ تن سے نخلِ جاییگی نہ دوق
 دل میں جو درد سے سو کوئی ہائے جائے ہے

<p>اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے پر کیا کریں جو کام نہ بے دلی چلے جو چال ہم چلے وہ نہایت بُری چلے ہم کیا رہے بیان ابھی آئے ابھی چلے سن کر فغانِ قیس بجائے حدی چلے دانش تری نہ کچھ مری دانشوری چلے تم بھی چلے چلو یونہی جب تک چلی ہے اپنی جڑ سے بادِ صبا اب کبھی چلے</p>	<p>لالی حیات آنے تھناتے چلی چلے بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے کم ہونگے اس بساطِ پر ہم جیسے بد قمار ہو عمرِ خضر بھی تو کہیں گے بوقتِ برگ لیلے کا ناقہ دشت میں دکھلاتا دوقِ شوق نازانِ نہو خرد پہ جو ہونا ہو وہ ہی ہو دنیا نے کس کارادِ فنا میں دیا ہے ساعۃ جلتے ہوئے شو کہیں ہیں اس چہرے دوق</p>
--	--

نہاے ہاتھوں ہمارے دل نگارین آہ کسی کی کاوش مرگان سے آج ساری شاہ شاہ ہر جہان میں بھی اپنی کشتی عمر	سنان و نخر و پیکان کی ہے دکان لگی ہنیں پلک سے پلک میری ایک آن لگی سوٹوٹ بھوٹ کے بارے کنارے آن لگی
---	---

خازنک یار کو کس طرح بھیج لوں دل سے
کہ اُسکے ساتھ ہے ذوق میر کا لگی

وہ ہوں میں پر عاصی سوختہ سوزنا ہست وہی ہے ایک سبب دیکھ لو خستہ حقیقت نہ سوکھے دامن تر تڑپ میرا اور جون آخر دم بکیر اٹھالے دو جہان سے ہاتھ کیاری اگر پوچھے کوئی مجھ سے کہ کیوں دھڑکا ہوا برے شوکت دنیا نہ بھو عار دین زاہد نہک ہو شک ہو یا سودہ الماس تم چھڑو پڑھو تم فانی گرا کے رقد پر شہید دن کے حریموں کو نہیں جاو سست آباد قناعتین الف کو تیری قامت کے کیا استاد قدرتی سب ہر زخم میرا ہے بال عید سے خوشتر بہت اچھا کیا بھلو کیا اگر قتل قاتل نے علاج زخم حسرت ہے مرا تیرا بیخ اسکا اگر آرائش ظاہر ہو بد باطن کو کیا حاصل ہوئی حرفوں میں گو یک نقطہ حسرت سوا زبان ریختہ کردی زبان اہل ولایت کی	حذر دوزخ کرے جسے شرارت سنگ تربت بنا واحد کی کیوں توڑیگا ملا جمع کثرت سے روان ہوں شک خلت چشم خورشید قیاس سے نماز عشق کی سمے ادا کس حسن نیت سے نومین کہہ دن محبت سے محبت سے محبت سے سمجھو شوکت العقب کو بہتر ایسی شوکت سے جرات کو مرے کیا کام سے سنگ جرات سے تو یا اس اٹھ کر اشارہ کر دے انگشت شہادت سے جو کہنے ہاتھ کو وہ پاٹوں پھیلا دواغت سے مزن صفحہ رستی پر عنانی کے خلعت سے بکھے زخمی کیا ہے کسے ابرو کی اشارت سے کہ ہو دیکھا نہ عاشق اکے بی اور سپہ عبرت سے ہنیں سنگ فسان کچھ کہ مجھے سنگ احست سے بھلا باطن میں رتبہ کیا ہے اسکو نیک طینت سے عبد میں ہے مگر رحمت زیادہ ہوتی رحمت سے محبت فوق کو از سبکہ ہے شاہ ولایت سے
--	---

<p>ہن کیا کر دن اظہار غم ہے بار غم پر بار غم</p>	
<p>ادن رات اک انبار غم میرے دل غمگین ہے</p>	
<p>ہیقل نہ ہو کر تیج پر جو ہریہ ہو کس کو غم</p>	
<p>اے فوق بیان قدر سزا آرائش و تزیین ہے</p>	
<p>اگر ہوتے ہو تم برہم ابھی سے</p>	
<p>لگے کیوں تم پر مرنے ہم ابھی سے</p>	
<p>ولا ربط اُس سے رکھنا کہ ابھی سے</p>	
<p>ترے ہمار غم کے ہن جو غم خوار</p>	
<p>غضب آیا بلین گرا سلی مرگان</p>	
<p>نہیں ہے دیر گر جانے میں اُن کے</p>	
<p>بے آنسو تو دامن کیا کہیں گے</p>	
<p>مرے لاشہ پہ بھی اُس بد گمان نے</p>	
<p>تمہارا مجھ کو پاس آبر و تھا</p>	
<p>لگے بیسہ پلانے مجھ کو آنسو</p>	
<p>وہ شاید منہ کھلے پر جائیگے آج</p>	
<p>نکلتے ہی دم اُٹھواتے ہن مجھ کو</p>	
<p>ابھی دل پر جرات سونہ دو سو</p>	
<p>کیا ہے وعدہ دیدار کس نے</p>	
<p>ہوا جانا بے غم ہونے اے ذوق</p>	
<p>کہ پھرتے ہن خوش و خرم ابھی سے</p>	
<p>حالت نشہ میں دیکھنا اس بھاب کی</p>	
<p>ہر ناز سے پگھلتی ہے مستی شراب کی</p>	

لایا ایمان و دین تو نے اگرچہ اک زمانے سے	نہیں اسپر بھی ہے ظالم تر ایمان ٹھکانے سے
ستگر تو نے رو کا سب کو سیر پاس آنے سے	اجل بھی اب بیان آئے تو آئے کچھ بہانے سے
دھلیں گے شمع کے سانچہ میں گزرے سر پہ چونکہ	بہین گئے آسنو دہن اُنکے آگے اس بہانے سے
پڑے بٹیج زاہد پر نگاہ ست اگر تیری	تو چپکے بادۂ انگور اُسکے دانے دانے سے
تھاری زلف کے کوچہ میں پھرتا ہے دودھ	پتالینا ہو گرد لکا تو لینا اپنے شلنے سے
کہان جا بچھا اُدھر کھڑے بال پر ہونین	قفس صیاد کا بہتر ہے مچھو آشیانے سے

نہ کچھ خوان و دن بہت پہ ہاتھ اے ذوق آلود

کہ یہ کھانا مرے آگے سے بدتر زہر کھانے سے

جان عش لب جان بخش پر دل غش خط مشکین پہ ہے

عیسائی اپنے دین پہ ہے موسائی اپنے دین پہ ہے

دے سین کی صورت دکھا تو ہنس لے دانت اپنے ذرا

باسین لیا پڑھو اہل قاتل مرے بالین پہ ہے

بلبل کا دل ہے خون نشان ہن عشق کی نیرنگیان

سرچی رنگ کل کہان یہ دامن گنجین پہ ہے

سرف زبانی ہو کہ خط قول اُنکا سچ ہو یا غلط

میری ثواب تسکین فقط اے دل تری تسکین پہ ہے

ہے خوشۂ انگور یا کرتا ہے دل پر آ بلہ

صد خندہ دندان ناشب خوشہ ہر دین پہ ہے

دو جام سے بھر کر پڑھا پھر دیکھ کیفیت ہے کیا

یہ خوب عینک حق ہا چشم حقیقت بین پہ ہے

ہو کوہ کے چشموں سے وہاں پانی نہ کیوں نیرین رواں
دی جان شیریں کھو جہان فرما دے شیرین پہ ہے

بہار کا خون ہے عطرستان

کس کے سوشانہ میں اسے دست پہن گئے رات جو شیشہ سے تجھے عس ٹوٹ گئے دیدہ آبلہ پا پہ ہے مرگان پسیدا ساقیا بارہ کشی میں کئی ساری برسات یاد آیا جو اسیرانِ قفس کو گلزار رونگے یار کے پشت لب شیریں پنہن نو گرفتار قفس گر پنہن تڑپے صیاد	تیرہ بختوں کے جو یان مار قفس ٹٹ گئے اسے نہ گنبد سینا کے کس ٹوٹ گئے پاٹن میں چوبکے مرے خار پس ٹوٹ گئے عہد و پیمان مرے سب کئی برس ٹوٹ گئے مضطرب ہوئے تیرے کہ قفس ٹٹ گئے شہد پر شہجہ کے ہن پاسے کس ٹوٹ گئے کوئی دم میں یہ سمجھنا کہ قفس ٹوٹ گئے
---	--

ذوق ہم ہو گئے گم ایسی ہوئی گم آواز
آج کیا قافلہ کے سارے جس ٹوٹ گئے

ہم اول ہی سے خود کو نابود سمجھے ہوانا لہ سب دود آلود سمجھے تری مانگ کی تیغ کا ہو جو زحمتی خدا کی خدائی اگر آگے آئے جو کچھ آپ کو دلیں سمجھا وہ کافر ہمارا جودل ہو گیا سو مہ ان پر	کہ بانگ ولادت کو مولود سمجھے کہ تھے عشق جلو اسے بے دود سمجھے وہ بے زخم دل کو نیک سود سمجھے وہ کافر کسی کو نہ موجود سمجھے ✓ نہ فرعون سمجھے نہ مزدب سمجھے ✓ ہم الفت کو اعجازِ داد و دے سمجھے
---	---

کیا د لکا بازارِ الفت میں سودا
زبان کو ہم اسے ذوق یان ہو گئے

خط بڑھا کا کل بڑھے زلفین بڑھیں کسو بڑھے تیرے جلوہ سے چمن میں رونق اسے گل و بڑھے بعد زخیش کے گلے ملتے ہوئے رکتا ہے جی ہاتھ ملنے کو جو مجھوں سے بڑھانے بہت میں	حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے شاخ گلبن میں نیلے گل گل میں رنگ بڑھے اب مٹا سنبھلی کچھ میں بڑھیں کچھ تو بڑھے ✓ ضغ سے مدت میں جون شاخ سر ہو بڑھے
---	---

کو چہ میں اُپر سے ترے خاک ہو کے ہم	یاں تو صبا نے اور بھی سی خراب کی
قاصد جواب جان مری وہ چلی مجھے	پر منتظر ہے آنکھوں میں خط کے جواب کی
سنے ہو سیکرہ ست ابھی تھ جھپاکے تم	داہے ہوسے بغل میں صراحی شراب کی

اے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جنا ہے
معلوم ہے حقیقت ہو حق جناب کی

قفل صد خانہ دل آیا جو تو ٹوٹ گئے	جو طلسمات نہ ٹوٹے تھے کھو ٹوٹ گئے
خارج غم دل سے کی طرح نہ نکلا عشق	ہو کے ناخن کی سینہ میں فرو ٹوٹ گئے
چارہ گر سوزان تقدیر میں کچھ اور میں تار	جیب کے تار جو ہو ہو کے رو ٹوٹ گئے
سبکدوش کا سہ سر دہر میں ناتند جناب	کچھ واسے چرخ بنے تجھ سے کھو ٹوٹ گئے
تو جو کہتا ہے کہ وہ غیر کو بھی ساغر	ہاتھ کیا اُس کے ہیں اب عہدہ جو ٹوٹ گئے
دختر رز نے وہ انداز کھائے سر زخم	رات یاروں کے دہان غسل و وضو ٹوٹ گئے
کیونکہ بن کشتی سے کیجئے سیر دریا	میکشور زیر غفل اب تو کہہ دو ٹوٹ گئے
دیکھ کر سرمہ کی قریر تری آنکھوں میں	ہیں منہم خانوں میں زنا رگلو ٹوٹ گئے
تیسے ہاتھوں میں برنگ گل بازی آخر	بند بند اپنے ہیں اسے عہدہ جو ٹوٹ گئے
چشم محمور کے اک جام میں سب یاروں کے	رات سرشتہ اعمال نکو ٹوٹ گئے
تیر کھینچے بھی اگر چارہ کروں نے دل سے	تو کچھ جھوٹ گئے اور کچھ ٹوٹ گئے
کیا بیان تم سے کروں زور شکست دل کا	کہ مری خاک سے بن بن کے سپوٹ گئے
مژدہ تر پہ اسد کر جو شب آئے آنسو	شدت گریہ سے سو برس سو ٹوٹ گئے
جذب عشق اپنا ہے کب چھوڑتا تیر و نکوترے	کھینچے بھی دل سے جو سوا کچھ ٹوٹ گئے
گلشن عشق سے کیا بار وراشد اللہ	یہ شر لائے کہ سرو لب جو ٹوٹ گئے
کہ بہ تبدیل قوانی غزال اک اور بھی ذوق	دیکھیں کس طرح سے بھلاتا ہے تو ٹوٹ گئے

<p>ہنگام ہو سہ گرم جودہ اک ذری ہوئے ثبت اس بیاہن چشم میں ہیں خط سہ سے دکھلائے ہم نے لیکے جود اس پہ ڈرا شک ایک خال زیر زلف سے ظاہر مرے لئے چلبائے خاک وحشی چشم تباہ پہ گھاس کچھ رکھتے آدیت اگر ہوئے آدمی ہم جیتے جی جان سے سہ دم ہو گئے رسوا نہ ہوتے کرتے نہ گرجب و سیر چاک مطلب نہ کفر سے ہے نہ اسلام ہے کام طالع ہوئے نہ اپنی سعادت سے حقیر</p>	<p>شکر تو تھے پسینہ سے شکر تری ہوئے جانتا تھا بسخا افسون گری ہوئے قائل ہماری آنکھ کے سب جوہری ہوئے اسے یار سو طریقہ بدخستری ہوئے لیکن ہر ن کھری نہ رہے بن ہری ہوئے یہ حور و ش تو حور ہوئے یا پری ہوئے اتنے نظر سے گرم سبب لاغری ہوئے ہم آپ اپنی با عیب پردہ دری ہوئے دل دیکے اسے صنم تجھے سبے بری ہوئے ہر چیز سو قرآن سے دستری ہوئے</p>
---	--

اسے ذوق آج سائے اس چشم ست کے

باطل سب اپنے دعوی دانش دری ہوئے

<p>اک صدمہ درد دانت مری جان پر تو ہے آنا ہے اُنکا گرچہ قیامت پہ منحصر ہے سرشید عشق کا زب سنان یا اسے شمع دل ہے رونے میں جلتا تو کیا ہوا ہے دل میں درد اگر نہیں ہو رہا پیر پاس اسے دل بھوم رنج دالم سے نہ تنگ ہو اسے بت نے غائبانہ کہا یا نہیں کہا تربت پہ دل جلون کے نہیں گرچہ پھل کشتی بھر غم مرے حق میں ہے تیغ یار</p>	<p>لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہے ہم خوش ہیں یہ کہ آنے کی اُنکے خبر تو ہے صد شکر بارے نخل فابا در تو ہے ہو جاتی اس میں رات بلا سے بسر تو ہے دلسوز اگر کوئی نہیں سود جگر تو ہے خانہ خراب خوش ہو کہ آباد گھر تو ہے چپ ہو گیا وہ بارے مجھے دیکھ کر تو ہے سینہ میں سوزش دل دماغ جگر تو ہے کر دیجی ایک دم میں ادھر سے ادھر تو ہے</p>
--	--

<p>گم زہا ہے حسن کے دیوان میں غلط بشت لب بڑھتے بڑھتے بڑھ گئی وحشت درگاہ پہلے آہ تجھ کو دشمن دان شرارت سے جو بھڑکاتے ہیں دہ واہ ساتھی کیا ہی دی ہے داروں فرحت فرا بون دم گریہ ہوا دل سے مرے نالہ لبذ حسن کیفیت سے ہو مہمور اگر مینا سے دل بان بڑھی دلی طیش ادھر ہے خبر کی گنگا چرخ ہر نور قمر را توں بڑھے را توں گھٹے کچھ تپ غم کو گھٹا کیا فائدہ اس طبیب جاسا ہے دل بڑھے الفت کی اُسے رسم و را</p>	<p>ایک مطلع اور زیر مطلع ابرو بڑھے ہاتھ کے ناخن بڑھے سر کے ہمارے ہو بڑھے جاتے ہیں اور شرارے شوخ آتش ہو بڑھے جسکے اک قطرہ سے سیردن جسم میں لو ہو بڑھے جس روش پانی کے باعث سروا بچو بڑھے پھر نو جام جم سے قدر کا سہ زانو بڑھے گرمی صحبت تری اے شوخ آتش ہو بڑھے حسن تیرا روز بروز زانے ہلال ابرو بڑھے روز نسخہ میں اگر خرفہ گھٹے کا ہو بڑھے ہر وہاں قابو نہیں کس طرح بے قابو بڑھے</p>
---	---

پیشوا کی کو غم جانان کی چشم و دل سے ذوق
 جب بڑھے نالے تو اُسے بیشتر آنسو بڑھے

<p>اتنے ہی تو نے گھر کے چر جانے کی سنائی مجھوں دکوہ کن کے سنتے تھے یار تھتے جس بات پر تمھاری سب غش میں سے چھو شکوہ کیا جو میں نے گالی کا آج اُس سے کیا جانے کیا کیسا کچھ کہنے کو ہے نا صح کہنے نہ پائے اُس سے ساری حقیقت اک دن صورت دکھائے اپنی دیکھیں وہ کس طرح سے</p>	<p>رہ جاؤں میں نہ کیونکر یہ تو نہری سنائی جب تک کہانی اپنی کہنے نہ تھی سنائی ہم کہوین آنکھوں دیکھی وہ سب سنی سنائی گالی کے ساتھ اُس نے اک اور بھی سنائی دینا نہیں مجھے تو اے بیخودی سنائی آدھی کبھی سنائی آدھی کبھی سنائی آواز بھی جس نے بکھو کبھی سنائی</p>
---	--

قیمت میں جنسِ دل کی مانگا جو ذوق بوسہ
 کیا کیا پھر اُس نے بکھو کھوئی کھسری سنائی

<p>گورنگ آئے تو چھاتی پہ قدم بھی رکھ دو حیرا عاشق نہ ہوا سودہ بزیر طوسے باد آجائیں جفا سے جو کبھی آپ تو پھر دایع دل پر مرے پھانسیں ہیں لگا را زخم دل بولے تیرے دے لکے نکھاروں سے حضرت عشق کے مکتب میں ہے تعلیم کچھ اور گر حقیقت میں بڑھنا تو نہ رکھ خود بینی</p>	<p>کوئی بیدل اور آئے تو بتا یا در ہے خلد میں بھی تھے کوچے کی ہوا یا در ہے یاد عاشق کو نہ کیے گا بھلا یا در ہے چارہ گر لیجئے جھٹکی سے اٹھا یا در ہے بھلا کچھ تو محبت کا مزا یا در ہے یان کھایا یا در ہے اور نہ پڑھایا در ہے بھولے بندہ جو خودی کو تو خدا یا در ہے</p>
--	--

عالم حسن خدائی ہے بنوں کی اسے ذوق
 چلے بہت خانہ میں بیٹھ کر خدا یا در ہے

<p>چشم قاتل میں کیونکر نہ بھلا یا در ہے میرا خون ہے ترے کوچے میں بہا یا در ہے کشتہ زلف کی مرقد پہ تو اسے لیلی ویش خاکساری ہے عجب وصف کہ چون بوجہ ہو یہ لبیک سرم یا یہ اذان مسجد یاد اس وعدہ فراموش نے غیر دینے بدی خط بھی لکھتے ہیں تو لیتے ہیں خطالی کاغذ دو ورق میں کف حسرت کے دو عالم کچھ علم قتل عاشق پہ کمر باندھی ہے اپیل اس نے طائرِ قلبہ تابن کے کما دل نے سب مجھے جب یہ دیندار ہیں دنیا کی غارین پڑھنے ہم پہ سو بار جفا ہو تو رکھو ایک نہ یاد</p>	<p>دوست انسان کو لازم ہے سدا یا در ہے یہ بہادہ نہیں جہکانہ بہا یا در ہے بید مجنون ہی لگانا کہ پتا یا در ہے ہوصفا اور دل اہل صفا یا در ہے سیکھو قفل مینا کی صدا یا در ہے یاد کچھ کم تو نہ بھی اور سوا یا در ہے دیکھئے کب تک انھیں سیری خطا یا در ہے سبق عشق اگر تھک دو لا یا در ہے پر خدا ہے کہ اسے نام مرا یا در ہے کہ تڑپ کر یو نہی مر جائیگا جا یا در ہے کاش اسوقت انھیں نام خدا یا در ہے بھول کر بھی کبھی ہو دے تو وفا یا در ہے</p>
---	---

وہ دل کہ جس میں سوز محبت نہ ہو وہ دے ذوق

بہتر ہے اُس سے سنگ کہ جس میں شرر تو ہے

خدا نے میرے دیا سینہ لالہ زار مجھے
وہ خط جو کھتے نہیں جز خط غبار مجھے
نکسے اُس کی مجھے سخت بقیہ راکیا
بمال بارے مگر بھی دیکھنے نہ دیا
تھارے عشق میں ماہی سے تاباں فلک
نظر جو بطف کی ہے روز وصل پر توں
عیان ہے آئینہ رخ پہ جب خط غبار
ہو اسے وادی وحشت مجھے موافق تھی

تو نہ میں کے نظر آؤ تم ہمارے مجھے
سمجھتے تھے کہ میں اپنا خاکسار مجھے
بلا سے مار دے اگر کوئی کٹار مجھے
پکارتے رہے دیر و حرم ہزار مجھے
دکھائی دیتے ہیں دلہا سے داغدار مجھے
تو کرنا کیا تھا نظر سب انتظار مجھے
وہ خط میں لکھتے مگر در خط غبار مجھے
دکھا رہے ہیں چین کی یہ کیا ہمارے مجھے

نہ دیتا عشق اگر چشمِ اشکِ بار اسے ذوق

جلا چکی تھی مری آہ شعلہ بار مجھے

مرضِ عشق جسے ہو اسے کیا یاد رہے
تم جسے یاد کرو پھر اسے کیا یاد رہے
لوٹنے سنکڑے دنِ پنجیر میں کیا یاد رہے
رات کا وعدہ ہے بندہ سے اگر بندہ نواز
قاصدِ عاشق سودا زہ کیا لائے جواب
دیکھ بھی لینا ہمیں راہ میں اور کیوں صاحب
تیرے مدہوش سے کیا ہوش دھڑکی ہو اس
کشتہ ناز کی گرون چھری پھیر جب
ساک بردار نہ کر نامری اُس کو جبہ میں

نہ دوا یاد رہے اور نہ دعا یاد رہے
نہ خدائی کی ہو پروا نہ خدا یاد رہے
چیر و دسینہ میں دل کو کہ پتا یاد رہے
بند میں دے لو گرو تاکہ دنا یاد رہے
جب نہ معلوم ہو گھر اور نہ پتا یاد رہے
ہم سے منہ پھیر کے جا یہ بھلا یاد رہے
رات کا بھی نہ جسے کھایا ہوا یاد رہے
کاش اس وقت تمہیں نامِ غریب یاد رہے
تجھ سے کد تیا ہو نہیں بادِ صبا یاد رہے

لگے کہنے کہ شیریں نیشکر ایسے نہ ہوتے تھے پریشان در نہ جون گردِ سفر ایسے نہ ہوتے تھے کہ مضمون سوزِ دل کے پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے کہ پہلے خارِ صحرائیں تر ایسے نہ ہوتے تھے مگر صدے ہماری جان پر ایسے نہ ہوتے تھے پراسِ قامت سے جو ہن شور و شر ایسے نہ ہوتے تھے	خدا تک عشق کھا کر زخمِ دل فرما دے باہم سفر ہے ابکی جان کا حضرت دل مٹھے حیران کتابِ دل شرارِ عشق سے ہے جل اٹھی شاید ہمارے آبلوں میں آب ہے یا آبِ ارجی ستم و نیا کے جو جو تھے سنگِ دل پہ تھے گدھے زمانہ بن ہن سننے شورِ مدت سے قیامت کا
--	--

ہمارے شعرِ سنگِ ذوق جیسے بزمِ عالم میں
ہوے قائل ہن یا ہل نظر ایسے نہ ہوتے تھے

نکالے ہے مثلِ باہی تصویرِ پہلو سے کہ وہ توجہ چکا ساتھ آہ کے جونِ تیر پہلو سے نہ سر کا یہ حامل اسے بت بے پر پہلو سے گیا ناپاے قاتل ازہ شمشیر پہلو سے دبا کر بیٹھ اُنکے پانوں کی زنجیر پہلو سے کبھی ملکر نہ بیٹھا پہلو سے تصویرِ پہلو سے صدائے العطش جونِ نالہ شکر پہلو سے چھٹے پہلو سے محل کا یا تھڑ پر پہلو سے کہ بے دکھلار ہا میرا دل دیکر پہلو سے سبا ہی ہے جدا کرنا نہیں شمشیر پہلو سے	نہ کھینچو عاشقِ تشنہ جگر کے تیر پہلو سے نہ لے اے ناؤں انگن دلوں سے چہ پہلو سے دل سپارہ کوئے ٹانگ مغویہ و غین بکھل کے وہ ہوں بے دست دبا بسملِ سانی جب کاٹنی اسیرِ زلف دیوانے میں دیکھ اسے پاسانِ شکو مصورِ لیلی و مجنون کی ناکامی چیران میں یہ دل لب تشنہ تیغِ یاد کا ہے رات بھر کرتا عجب حسرت کا عالم تھا کہ مجنون کہتا تھا ہم نہ کہنا استخوان انکو یہ عالم لاغری کا ہے خیالِ ابرو سے جانانِ نہیں ل بھولنا اکدم
--	--

تمام اہل سخن بزمِ سخن میں ذوقِ حیران میں
ملا جو قافیہ تو نے کیا محسوس پر پہلو سے

برقِ میرا شیان کب کا جلا کر لے گئی
کچھ جو خاکِ سترِ چاندی اڑا کر لے گئی

	<p>محو تے بھی نہو عشق تبان میں سے ذوق چاہئے بندہ کو ہر وقت خدا یاد رہے</p>	
<p>کچھ یہ بھی خبر سے تری تقدیر میں کیا ہے تقدیر کا کیا دیکھنا تصویر میں کیا ہے معلوم نہیں زلفِ گر گیر میں کیا ہے پھر آپ ہی اکسیر ہے اکسیر میں کیا ہے اب باقی بھلا اس ترے پتھر میں کیا ہے نکل دیکھ باخاؤں بختِ بید میں کیا ہے بستک میں کیا ہوتا ہے بکیر میں کیا ہے تو دیکھ تو کچھ اس ترے پتھر میں کیا ہے اس تیر میں کیا لطف ہے اس تیر میں کیا ہے کیا جانے دلِ عاشقِ دلگیر میں کیا ہے تاخیر ہو کیوں فائدہ تاخیر میں کیا ہے کیا جانے اس آبِ دمِ شمشیر میں کیا ہے لو نام تم اللہ کا تکبیر میں کیا ہے</p>		<p>تدبیر نہ کر فائدہ تدبیر میں کیا ہے اسے اہل نظر عالمِ تصویر کو دیکھو ہے شانہ کہ میرا دل دیوانہ ہے ابھرا پارہ کی جگہ کشتہ اگر ہو دلِ بیتاب اسے صیدِ فلک کرتا ہے کیوں اتنی چھری تیز کچھ سلسلہِ صباں جنوں سے ترا جنوں بیٹھا ہے در کعبہ پہ حیران ترا شیدا صبا دعبث گردے تو اس کے شبِ روز ہے صیدِ لکھ کتا قصا سے یہ تڑپ کر یہ غنچہ تصویر کھلا ہے نہ کھلے سکا خبر سے ترے ہاتھ میں اور ہم نہ خنجر اُترا تھا گلے سے کہ جگر ہو گیا ٹھنڈا زاہد کی طرف دیکھو نہ تم میرے دمِ فرج</p>
	<p>ذوق اس لبِ شیرین کا جو تو وصف ہے کتنا کیا کہئے طلاوت تری تصویر میں کیا ہے</p>	
<p>دلیکن جیسے تم ہو فتنہ گرا یہ نہ ہوئے صبا کے جھوکے بیانِ وقتِ بحرِ لب نہ ہوئے نما بانِ قطرہِ خونِ جگر لب نہ ہوئے کبھی نادم ہم اسکو چھیر کر لب نہ ہوئے</p>		<p>ہری رو کیا ستر پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے وہ جب دان بے حلف رات بھر ایسے ہوئے کسی کی فتنہ بین یا فانی ہیں رہ نہ مر گئے جو دین ہیں گالیان اس ہرز با کلوچ کیا</p>

قاتلِ جوتیر سے ہاتھ بن بچی ہوز ہر کی
 ہے موجِ رنگِ بادیہ کیا ایک کامِ بن
 یارب کہ صحر کو جائے یہ جاننا زید و دو غم
 اتنا بھی دم نہیں ہے کہ تیرا معنی غم
 شبِ گھر پہ اُنکے غیر نے تو آیا کھنسا بہ
 کچھ اپنی شرحِ سوزِ دل بقیہ دار آج
 اندر سے اضطراب کہ جو آتشِ قلم
 یہ کیا شبِ وصال کہ دو نوہم تو ہیں
 کعبہ نہیں یہ کعبہ دل سے مقامِ دوست
 ختم آؤ گے تو آؤ نہیں مجھ کو نو بل
 برگشتہ سخت وہ ہوں کہ پھر جائے ناز سے
 میں نے کہا جو اُسے نکلتا ہے میرا دم
 دیکھو نہ جاؤ حضرت دل زلفِ یار میں

ن

مرہم کو زخمِ دل سے اٹھا دھین ہم پر سے
 ہونٹے سوار کشتیِ نفسِ قدم پر سے
 اندر سے کھڑی ہے پارِ طرفِ بیخِ غم پر سے
 سہ کے نظریے صورتِ نفسِ قدم پر سے
 دیوارِ بام پہنچے چڑھے ہم کہ دھم پر سے
 آیا تھا جی میں بیٹھ کے لیجئے زخم پر سے
 ہاتھوں سے جا پڑا موت چھٹکر قلم پر سے
 پر سے وہ ہیں بیٹھے پر سے اُسے ہم پر سے
 رہنا ذرا یہاں سے طوافِ حرم پر سے
 گھر سے محاربت گھر سے اس کے قدم پر سے
 مژگانِ تک اس کی آنکھ کا کرم پر سے
 بولے خدا کیواسطے رکھنے یہ دم پر سے
 رستہ نہیں ہے آبکی سر کی قسم پر سے

کرتا ہے کیا سانسِ نزل کا نسکِ ذوق

ہے اب تو یان سے ملکِ عدم دو قدم پر سے

ذکرِ مژگانِ تیرا جسکے رو برو نکلا کرے
 اگر فناں اچھا نہیں تو جب بھی رہنا ہے بجا
 لائے گریبا دصبا اُس نصفِ مشکین کی خیم
 دیکھے میرے آنسوؤں کی آبداری کو اگر
 چشمِ مستِ یار اگر دکھلائے تاثیرِ لطف
 اسے منہم پہا کرے جو دلیہیں تیری آرزو

اسکے بے رشتہ رنگِ جان سے لہو نکلا کرے
 کچھ تو سینہ کا بخارا سے دل کھو نکلا کرے
 شمع کے گل سے گلِ شبنمی بو نکلا کرے
 آبِ دریا سے گہرے آبرو نکلا کرے
 قیامت پھر دل آہو سے ہو نکلا کرے
 پھر نہ اسکے لب سے حرفِ آرزو نکلا کرے

<p>اُسکے خرموں تک نہ جیتیابی پڑھا کر لیگئی ناتوانی ہلکے ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر لیگئی صبح رخ سے کون شام زلف میں جاتا تھا آہ حزن سے فراوانے رنگین ہوا داماں کوہ سننے تو پھوٹا ہی تھا اسے ہزار ہاں قافہ نوک فرکان جب ہوئی سینہ فگار دستان چلے دیکھی کچھ دلکی کشش لیلی کہ ناز کو نہ وہ گئے کھر خیر کے اور بیان ہیں ہم بھگت کے بعد واہ اسے سوز درون کو پہ میں اسے برق آہ جو شہید ناز کو پہ میں بھارت تھا پڑا دشت دشت میں بکولا تھا کر دیا نہ تارا آگ میں ہے کون گر پڑتا مگر پروا نہ کو اسے پری پہاڑے میرے کیا کہوں تیری نگاہ</p>	<p>ہاں وہ پلٹے دئے اور پھر ہٹا کر لیگئی جیونئی سے جیونئی دانہ چھڑا کر لیگئی اے دل شامت زدہ شامت لگا کر لیگئی کیوں نہ صبح شیریں دھبہ چھڑا کر لیگئی لیکن آواز جبرس ہلکے جگا کر لیگئی بارہا ہاں دل سے گھدستہ بنا کر لیگئی سوئے مجھوں آفریں رستہ بھلا کر لیگئی برگمانی انے گھر سو گھر بھرا کر لیگئی مات بکولہ قدم شعل دھکا کر لیگئی کیا کہوں تقدیر آستہ کیونکر اٹھا کر لیگئی روح مجھوں بہ استقبال آکر لیگئی آتش سو محبت تھی جلا کر لیگئی دل اڑا کر لے گئی باپ لگا کر لیگئی</p>
--	--

فوق مرجانے کا تو اپنے کوئی موقع نہ تھا

کوئے جانان میں اجل ناحق لگا کر لیگئی

<p>حد رقم ہے وصف جبین سے صنم پرے رفتار وہ کہ فتنہ ہے سو قدم پرے کہن ہے کس کو ناز سے تو دہم پرے بسمل ترے تڑپ کے بھی ہو چنے پائون تک کیوں گرم اضطراب ہے اس درجہ اسے شہ پھر کر بارے کہے دل میں جنس زلال بار</p>	<p>برحق ہے تلخ سدرہ سے لوح و قلم پرے قامت کے ہے شور قیامت کو ختم پرے تو دو قدم کے میں رہوں تو قدم پرے باد و قدم درے رہے یا سونہ دم پرے ہستی سے کہنی دور ہے ملک عدم پرے کہتے ہیں دیکھ رہو غزال حسرت پرے</p>
---	---

بار احسان ہے صبا کا بھی نہ نکلت کھل
 خنجر سوچ نہ سم سے نہ گلشن بن
 میری آنکھوں میں نظر آتا ہے ظہورِ ان
 عالمِ دل میں کبھی آ کے فلک کو دیکھ
 ہاتھ سے دست جنوں ناراض چھو دیا
 بڑے کے جو ہمکارِ زمانہ میں کھائی دیا کم
 جو جواہرِ غلاف میں پھنسا ہے وہ مجھے
 دیکھ کر ہے بتِ مغرور یہ اندازِ ستم
 کائناتے دورِ تارے گھر جو نہیں وہ گھر میں
 دل پر دوسوہ کا عقد جو ہے فضلِ سوس
 غرور ہے ابلہ پانی کہ پھر آنکھوں میں مری
 کم نائی سے ہوا ماہِ اقا عید کے چاند
 دل نے ہے دیکھ لیا ذوقِ نقد پر نام
 چشمِ ساقی نے یہ بیخانیہ میں پھیلایا کفر
 صحتِ اہل صفائی ہے سرکشِ کوہِ اُت
 تنگ جو ریت سے عین تختہ تاروں میں

کون گلشن میں سبکبار نظر آتا ہے
 دیکھا ہر گل کو دل انگار نظر آتا ہے
 دل کا ویرانہ جو ہے بارِ نظر آتا ہے
 کیا پس پر وہ رنگار نظر آتا ہے
 تن پہ تو مجھ کو مین مارِ نظر آتا ہے
 روزِ کسبِ اخترِ دمِ افسر آتا ہے
 شیرِ خرب میں گرفتار نظر آتا ہے
 شرم سے چرخِ نکونساں نظر آتا ہے
 حلقہٴ دہن مارِ نظر آتا ہے
 اس کا کھنسا ہے مجھے دشوار نظر آتا ہے
 دامنِ وادی کسارِ نظر آتا ہے
 کہ برس میں بھی اکبارِ نظر آتا ہے
 فلک اک نقطہٴ بیکارِ نظر آتا ہے
 گردنِ شیشہ میں زناںِ نظر آتا ہے
 نخلِ پانی میں نگونساں نظر آتا ہے
 میرے اک تختِ ہوا دارِ نظر آتا ہے

اور معنوں میں ترے ذوقِ زبس بیش بہا

کم کوئی انکا خسارِ نظر آتا ہے

دکھلائے خالِ ناتِ تو ہے گلبدنِ مجھے
 بہرِ وبالِ دوش نہ کر پیر میں مجھے
 چھ تارے چمن میں سب دیوانہ پن مجھے
 ہر لالہ بیان ہے ناقہٴ مشکِ ختن مجھے
 کاشا سا ہے کھنکشا مرانِ بدن مجھے
 زنجیرِ پاپ ہے سوچِ نسیمِ چمن مجھے

<p>خط مشکین کا تھا مے وصف اگر کیجے رقم حضرت دل ہم توجب جانین کرامات آپ کی نیرے ترک چشم کو مگر شوق غور نہ ہی نہو</p>	<p>خط مشک نشان قلم سے سو ہو نکلا کرے کھال کے دھکے روز اس گھر سے عد نکلا کرے بازدھکرتلواریوں اسے جنگم نکلا کرے</p>
<p>خداست پر مغان سے لو وہ دار و چنگ فدق نشہ سے جس سے بے جام و سو نکلا کرے</p>	
<p>خسہ ابر و تراجب یار نظر آتا ہے جب تراشعلہ رخسار نظر آتا ہے گھر میں جو وزن دیوار نظر آتا ہے ست چشم اسکا جو سوار نظر آتا ہے کیا تھیں اے اے الابصار نظر آتا ہے صنف سے تارتن زار نظر آتا ہے سبزہ خط گل رخسار پہ ایک عالم ہے معنی رنگ خموشی سے جو دل ہوا گاہ جتنا بیوش ہوا اتنا ہی سوا ہوا آرام زلف کے دام میں ہے مرغ دل آتا ہیں یاد خواب غم میں بھی ہے آرام اگر آجائے آنکھ اٹھا کر تو ذرا دیکھ کہ زیر افلاک میرے رونے پر جو ہے دیدہ سوزن دروتا صید بکس پترے کون ہے کتنا تکبیر تیرے مجنون کو ہے سامان جنوں رائش ہے غضب سر نہ چمکا یا تری انھیں کو</p>	<p>کوئی کیجئے ہوئے تلوار نظر آتا ہے سردخو رشید کا بازار نظر آتا ہے چشم افنی مجھے بے یار نظر آتا ہے ہے تو دیوانہ پر ہشیار نظر آتا ہے بیان تو اغیار میں بھی یار نظر آتا ہے سرراتن پر گراں سبب نظر آتا ہے خط ریحان خط گلزار نظر آتا ہے برگ گل میں لب اظہار نظر آتا ہے مست ہاتھی ہو تو بے یار نظر آتا ہے جب کوئی مرغ گرفتار نظر آتا ہے ہے وہ بے چین جو ہشیار نظر آتا ہے جو ہے سرکش وہ نگوں سدا نظر آتا ہے تاراں آنسو و نگار نظر آتا ہے یہ تو ہوتا یونہی مردار نظر آتا ہے داغ سودا گل دستار نظر آتا ہے آج فتنہ ہیں بیدار نظر آتا ہے</p>

مار کر تیر جو وہ دلبرِ جانی مانگے اسے صنم دیکھ کے ہر دم کی تری کم سخن خاک سے لٹکتے دیدار کے سبزہ جو اٹھے مار پیمان تو بلا ہیگا مگر تو اسے زلف دہن یار ہو اور مانگے کسی سے دلکو دل مرا بوسہ بہ پیغام نہیں ہے ہدم	کمد و ہم سے نہ کوئی دیکے نشانی مانگے موت گہرا کے نہ کیوں بہ خفقانی مانگے تو زبان اپنی نکالے ہوئے پانی مانگے ہے وہ کافر کہ نہ کاٹا ترا پانی مانگے وہ جو مانگے تو باز ہستی مانگے یار لیتا ہے تو لے اپنی زبانی مانگے
--	--

جلوہ اُس عالمِ معنی کا جو دیکھے اے فوق
لطف الفاظ کے حسنِ معانی مانگے

نہیں گواہی جو داغِ کفن نہیں دیتے بھامین بات وہ کیا حگتہ نہیں دیتے جو بولوں کچھ تو مجالِ سخن نہیں دیتے سحر ہے روز دکھاتا نخی چمکِ غورِ شدید ہیں سنج کر رہے رونے کو یہ جو نادان دشت یہ پڑ گئیں تنِ لاغر میں بھڑپان ہیں مرے شہیدِ ناز کے چہلم ہے نظرِ شاہد اجل ہے پوچھتی پھرتی مرا پستِ یار و عدم کی راہ میں بھی کچھ تو ہے خطر کا گذر جو مانگا آبِ دمِ تنج اُس سے لیل نے بیانِ تنج جو ہے وصفِ جو و شعلہ طور وہ تیر کہنے ہے پہلو سے کدے ابدانِ زار ہوا نکلی زلف سے کیا زخمِ دلکو چشمِ امید	دکھائی لیا مرے تن پر چمن نہیں دیتے کہ درو جان ہیں اب زخمِ تن نہیں دیتے سیون بھی میں پہ وہ سینے دہن نہیں دیتے دکھا اُسے مراد داغِ کفن نہیں دیتے بجھانے کیوں مجھے دلی جلن نہیں دیتے کہ اتنی زلف میں بھی وہ کفن نہیں دیتے کہ سرسہ آنکھوں میں تم جان میں نہیں دیتے بتا اُسے مرا بیتِ احزن نہیں دیتے کہ ساتھ لینے بجز یک کفن نہیں دیتے تو بولا زخمی کو اسے خستہ تن نہیں دیتے درا دکھا اُسے اپنی بچیں نہیں دیتے کہ ہے نشانی ناوکِ فکن نہیں دیتے لگا بجلے کو وہ شکِ حق نہیں دیتے
--	---

قنچ دورِ بزمِ من دیکھو اسام کو
 اسے میرے باسمن ترے دندانِ آبدار
 مہرابِ کعبہ سے ہے ترا خیم کمان
 ہے تن میں ریشہ ہائے نئے خشکِ ستوان
 اسے بس سی کو پھینک کہ نلیم ہے کم بہا
 ہوں شمع یا کہ شعلہ خبر کچھ نہیں مگر
 اک سرزمینِ لالہ پیار و خزان میں ہوں
 خسرو سے تیشہ بولا جو چاٹوں نہ تیرا خون
 رخیں تمہارے دام جوڈا ہے سببِ زہ نے
 یہ دل وہ ہے کہ کر دے زمین کی مٹا کو خاک
 کو پہ میں تیرے کون تھا لیتا بھلا جسہ
 دکھلاتا آسمان سے ہے روئے زمین کی سیر
 رکھتا ہے چشمِ لطف پہ کس کس لدا کے سار
 ہے جذبِ دل درست تو چاہ فراق سے
 دکھلاتا اک ادا میں ہے سو سو طرحِ بناؤ
 جیسے کولہن میں ہو کوئی تارا چمک رہا
 آکر اے بھی دو کبھی آنکھیں ذرا دکھا
 آئے مے میں کہ ہو امین تری ہوا
 یارب یہ دل ہے یا کہ ہے آئینہ نظر

بخشی ہے حق نے زیبِ سراپا سخن مجھے
 گلشنِ میں میں رلاتے گل باسمن مجھے
 صیدِ حرم سمجھتے ہیں ناوکِ فغن مجھے
 کیون گھنچتا ہے کاٹھونیں صنفِ تن مجھے
 باقوت دے دیا کوئی غسل میں مجھے
 فانوس ہو رہا ہے مرا پر سن مجھے
 یکسان ہے داغِ نازہ و داغِ کمن مجھے
 شیریں نہ ہو دے خونِ سر کو کمن مجھے
 آتا نظر ہے پردہ نقاد سن مجھے
 اکدم کو برق دے جو پنہا پر سن مجھے
 شبِ چاندنی نے اکے پنچایا فغن مجھے
 اسے رشکِ تہ تیبری حسین کا سخن مجھے
 دیتا ہے جامِ ساقی پیمانِ شکن مجھے
 کیسے کی تیری زلفِ شکن و شکن مجھے
 اس سادہ پن کے ساتھ ترا بانکین مجھے
 دل سو جھٹلے یوں تیرا چاہِ ذفن مجھے
 آنکھیں دکھا رہا ہے غزالِ حلقن مجھے
 صحرائے دل جو اے چمن درمیں مجھے
 دکھلا رہا ہے سیر و سفر در وطن مجھے

آبا ہوں نور لیکے من بزمِ سخن میں ذوق
 آنکھوں پر سب ٹھانیں گے اہل سخن مجھے

کہ نہ تجانہ میں اے شیخ بتوں کو دل سنگ	دہان تیرے کعبہ کے اندر تھے تو کیا پتھر تھے
کتنا رو دیا ہوں ولیکن نہ بچے وہ سنگ	سنگدل گرنہ سنگر تھے تو کیا پتھر تھے
ساقیا خاک ہے گرشیشہ دل میرا تو کیا	اور بلورین ترے سانہ تھے تو کیا پتھر تھے
سنگدل وہ رہے اے ذوق صلاحی میں سر	
غیر کے حق میں جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے	
بزم میں ذکر مرالسب پہ وہ لائے تو سہی	دہن معلوم کروں ہونٹ ہلائے تو سہی
سنگ پر سنگ ہراک کو چہ میں کھائے تو سہی	پر بلا سے ترے دیوانے نے کھائے تو سہی
گر حبس ازہ پہ نہیں قبر پہ آئے وہ مری	شکوہ کیا کیجے غنیمت ہے کہ آئے تو سہی
کیونکہ دیوار پہ چڑھ جاؤں کوئی کتاب ہے	پاؤں کا ٹوٹا انگوٹھے کو جھالے تو سہی
بارہ معصوف دل تھے ترے کوچہ میں پڑے	آتے پاؤں کے تھے شکر کہ پائے تو سہی
آکے غرض میں نہ بیٹھے تو نہ بیٹھے وہ شوخ	روزن در سے ذرا آکھ لڑائے تو سہی
گم گھٹا ہے گیسے مہ کو بڑھاتا ہے فلک	پر شب سحر کو ہم دیکھیں گھٹائے تو سہی
کردن اک نالہ سے من جشتر میں ہر پاسو شتر	شور محشر تھے سونے سے جگائے تو سہی
تھے تم ہی نکلے جو اس نام بلا سے اے ذوق	
در نہ تھے چچ میں اس زلف کے آئے تو سہی	
خیاں دل میں ہری نہ لاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے	
تم آتے آؤ نہیں نہ آؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے	
یہ دل ہے آئینہ تم ہو صورت نہیں ہے یاں نام کو کہدورت	
کسی کو گھر میں بلا بٹھاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے	
خل بنائے مکان کو پہنچے تو ہو کا نقصان کہیں کو پہلے	
مکان کو دل کے نہ تم گراؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے	

<p>پڑے ہیں دامن کسار و دامن صحرا زبان طلاوت الفت کالے مزہ کہ نہ لے بلا یا زہر دکھا یا ہے سے کا پیسا نہ سنبھال ناخن وحشت کو اب تو دست خون</p>	<p>ترے شہید کو دگر کفن نہیں دیتے لب اپنے صدمے گزرنے سخن نہیں دیتے بہ دعویٰ کے اسے بت پیمان شکن نہیں دیتے کہ سینے پہ مرا چاک کفن نہیں دیتے</p>
<p>گلون سے بن چکے جب دونو ہاتھ طلسمتہ تو بولے ذوق جلاتن بدن نہیں دیتے</p>	
<p>اس صنم بھر میں ہم جیتے بھلا پتھر تھے وہ جی دن یاد ہیں جب کوئے صنم میں ایل دل مجھ میں نے جو کھائے جنون میں پتھر پوچھا اُس بت نے تو نکلی نہ زبان سے اک بات جن دلوں نے ہے کیا چور مراد شیشہ دل عمر بھر کھانا رہا سر و ہڈی کے دشنام کون ہدم شبِ غربت میں تھا بکیں کا ترے تھے دلِ سنگ میں جب تک تو رہے قطرہ خون خاک اُس زینت پہ جب تک در اُس کے نہ ہوئے میرے نالوں نے تو پتھر سے بہائے چشمے</p>	<p>سینہ تھا ہاتھ تھا سراپا تھا یا پتھر تھے بستر خاک تھا اور تکیہ کی جا پتھر تھے اسکو وہ سنگِ جراحت سے سوا پتھر تھے حضرتِ دل و دمان کیا بار خدا پتھر تھے اسے جو دل تو نہ تھے وہ بکڑا پتھر تھے اس شجر سے مری قسمت کے سدا پتھر تھے یا تو سناٹا تھا یا دیتے صدا پتھر تھے تاجِ شاہی میں لگے لعل تو کیا پتھر تھے مر کے ہم خاک میں جیتے تھے تو کیا پتھر تھے اسے تو تم ہی پسے نہ ذرا پتھر تھے</p>
<p>کعبہ عشق کا اسے ذوق کیا ہم نے طواف آئینہ خاک بھی اور سنگ صفا پتھر تھے</p>	
<p>دل کے مجلس جو تو نگر تھے تو کیا پتھر تھے مر کے گر خاک میں تو چھاتی پہ پتھر ہی دھرا تاجِ شاہی میں جگہ پائی تو کیا ہاتھ آیا</p>	<p>اب تو نگر ہیں جو گوبر تھے تو کیا پتھر تھے کھائے کلیو نہیں جو پتھر تھے تو کیا پتھر تھے اور دھڑے گر ترے در پر تھے تو کیا پتھر تھے</p>

<p>کہ فلک کو بھی نگوں سارے پھرتی ہے کہ قصا باغ میں تلوار لے پھرتی ہے بے قراری ہے کہ سو بار لے پھرتی ہے</p>	<p>وہ میرے اختر طالع کی ہے داڑیوں گردش کردیا کیا ترے ابرو نے اشارا قاتل جا کے پھر نہ تھا اکبار جہان دان مجھ کو</p>
<p>موتی ہے اجل کی بیان تک آنے ہوتے آکھڑے ہو بام پر تم بال سکھلاتے ہوئے سج گیا آخر گھبر بھیر کھڑکاتے ہوئے کس شہید ناز کو دیکھا ہے کفالتے ہوئے</p>	<p>کون دنت اسے واسے گدرا جی کو گھبراتے ہوئے آتش خورشید سے اُٹھتا نہیں دیکھا دھوان وہ نہ جاگے رات اور یان صد بختِ خفہ کی چاک آتا ہے نظر پر بہن صبح بہار</p>
<p>جو کور ہو عنیک سے اُسی کیا نظر آئے پانی دہن چشمہ کوثر میں بھر آئے نا قوس کا دل آبلہ کی طرح بھر آئے جون شمع مجھے لاکھ پسینہ اگر آئے</p>	<p>ناقص کا صفا کیش سے مطلب برائے فردوس میں ذکر اس لب شیریں کا گر آئے بتخانہ میں گراہ کر دن عشقِ صنم سے مکن نہیں کم ہو دے تپِ سوزِ محبت</p>
<p>چار چاند اور فلک پر مہر روشن کو لگے ایسے کیا فعل لبِ غیرتِ گلشن کو لگے بند کرنے تری دیوار کے روزن کو لگے</p>	<p>نفل جب شغل سے نوترے تو سن کو لگے بوسہ کے مانگتے ہی پھیرنے جنوں کو لگے آشیاں ہو جو مریں سوا کا برباد</p>
<p>بے درد اگر دل بخدا بھی ہے تو کیا ہے بے درد دوا دیکھو دوا بھی ہے تو کیا ہے اسے ذوقِ جودہ آبِ بقا بھی ہے تو کیا ہے</p>	<p>زاہد کو اگر صدفِ وفا بھی ہے تو کیا ہے آزارِ محبت کا مزہ کیا کمون جس کی سیراب نہو جس سے کوئی تشنہ مقصود</p>

	غلط ہے نہتے استرا ہے کہ ہم نے دل اور کو دیا ہے
کسی کے کہنے پر تم نہ جاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے	
تم اپنی رنج میں ہو کر رہے دن ہو رات میں شب کے عقدے گن گن	نہ گھر کے جانے کی اب سناؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے
ہزار دل سے ہمیں بھلاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے	مکان دیدہ پسند خاطر اگر نہیں ہے کہ ہونے کے ظاہر
تم اسکو دو داغ مثل لالہ دیا کرو ٹھیکہ کرا حلالا	تو خیر تشریف تم نہ لاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے
بگاڑو تم اسکو یا بناؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے	یہی زبان سے ہے ذوق کہتا تمہارا ہے دیہان آسمین رہتا
دہن کا ذکر کیا بیان سہی غائب ہے گریبان سے	زبان پیدا کروں جون آسیا سینہ میں پکان سے
برستے پھول میں ہر پر شرار سنگ طفلان سے	اڑاے خوب گلچہرے نخل مجنون نے زندان سے
گرا آغایہ بھی شک سرمہ آلود اسکی مڑھکان سے	فلک کیا فتنہ سازی میں ہوئے سرشتم فنان سے
لگے گی ابر رحمت کی جھڑی چشم گریان سے	چمکنی ہے سر مجنون چسبلی سنگ باران سے
اٹھائے سور لاشہ کو ہمارے دست ٹھکان سے	یہاں تک ناتوان بن ہم گزر جائیں گرجان سے
کہتا ہو جاے لذت آشنا غمی دوران سے	اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کون پھرتا ہے یہ مردار لے پھرتی ہے	سب کو دنیا کی ہوس خوار لے پھرتی ہے
ہوس گرمی بازار لے پھرتی ہے	پھرتا گزشتہ زمانہ میں بھلا کیوں ٹھوٹا

ابرجست ہے تجھے اسدم لگا دے تو ٹھہری		کہنے ہیں جانے کو وہ دیکھیں تو کبوتر کا بیگ
گرد و دہے کھونا دل مضطر سے کسی کے		پانی تو پلا دیر کے سر پر سے کسی کے
دل بس میں چڑاؤ کے کہ جو بس میں نہ آیا		جادو سے نہ ٹوٹنے سے نہ منتر سے کسی کے
اند کرے یان ہین جو بند ز میں کا		جب بھل ہو بہتر تر ابتر سے کسی کے
جو مل نہ کشمکش طرہ دریا میں ٹرے		تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا میں ٹرے
ہواے سایہ طوبے نہیں ہے مستو کو		رہیں گے تاک کے نیچے کہیں ہوا میں ٹرے
بنو کے دزد نظر سے ہے دل مرانا لان		یہ جو رہہ ہیں کہ جو خانہ خدا میں ٹرے
متفرقات		
ایک کلک آہ بس ہے شرح غم کے واسطے		کون نیرے واسطے ڈھونڈے قلم کے واسطے
سروے تن پر مرے تیغ شہ کے واسطے		پر لگا رکھتے ہیں وہ جھوٹی قسم کے واسطے
تم بیٹھے بغل میں جو قیبِ دغلی کی	پہنچا ہوا ہے	کی گرم بغل ہم نے بھی گور بغلی کی
اے ذوق نکر نور میں آئینہ شِ ظلمت		کیا کام تیرہ کو محبت میں غلی کی
مقابلِ سُرِ رخ روشن کے شمع گر ہو جائے		صبا وہ دھول دکھائے کہ بس سحر ہو جائے
وہ دلیں رکھتا ہو نہیں آہ آتشیں اے ذوق		کہ برق دیکھے توفی النار و الشقر ہو جائے
سیری پر زری مرنا ہوں آنری دیکھیں سے		جوانن سے ہوئی گردن نہ اُترا طوق گرہن سے

<p>بے وہ مثل کہ بھول نہیں نیکوٹری سہی سچ پوچھنے تو جوٹ ہیں نے کڑی سہی ٹھہرا رکھوں کہ اور بھی بیان دو گھڑی سہی</p>	<p>گر زنج کا بوسہ دیتے نہیں لب کا دیکھنے فرما دھڑپ تیشہ سے ہے سخت ضرب غم غم دو گھڑی کو آؤ تو میں لب پہ جان کو</p>
<p>واسطے وان کے بھی کچھ باسب ہیں کیواسطے اس سکندر کس لیے دو گز زمین کیواسطے بالائی اپنے خستہ المسلمین کیواسطے</p>	<p>کیا وہ دنیا جس میں کوشش ہونہ دیکھ دے خون کے دریا بہ گئے عالم تہ و بالا ہوئے ذوق عاصی ہے پراسکا خاتمہ کجوبخیز</p>
<p>تدعی جل گئے اچھا ہوائی النار ہوئے ہم ہیں صیاد کی آفت کے گرفتار ہوئے دو اگر خشک ہوئے اور ہرے چار ہوئے</p>	<p>سوز دل سے مرے نامے جو شرر بار ہوئے ٹکڑے اڑ جائیں قفس کے تو اڑینگے نہ بھی جس دل سے ہوئے کم نہ گلِ بختِ جگر</p>
<p>پھپکا کے پھولوں میں منہ صبا سے جو سکرائے سحر کلی ہے تبستم اس کل کا یاد کر کے عجب ہوئی دھکوبے کلی ہے تپش دکھائی جو میں نے دل کی تو لوٹا پردانہ داغ کھسا کر دکھایا تم نے جو دردِ روشن تو شمعِ محفل میں کیا جلی ہے بناؤ لہجہ چوبِ صندل سے میرا تابوت اسے عزت یزد کہ قتل مجھ کو کسی نے دکھا کے رنگ اپنا صندلی ہے</p>	
<p>آگے جائیں مجھے جائیں جائیں پر جائیں گے خشک ہیں جنے کنوین پانی سے بھر جائیں گے</p>	<p>ساتھ تیرے ہم بھی جوں سایہ مقرر جائیں گے لیکے جب زیر زمین ہم دیدہ تر جائیں گے</p>

۲۰/۴
 دل و دماغ میں کچھ اور کچھ ہے
 دل و دماغ میں کچھ اور کچھ ہے
 دل و دماغ میں کچھ اور کچھ ہے
 دل و دماغ میں کچھ اور کچھ ہے

کیا بشر ماخذ یوسف کیا بشر ہاروت و	عشق کے ہاتھوں سے ہو جاتا اسیر چاہے
عزیز و ناقہ الیسی کے دیکھ کے شتر غزے	اگر مل جائیگی مجنون کو خدمت سار بانی کی
کمان ہم۔ اور کمان غم سیکھ نگو غم سے کیا	مگر ہے حضرت دل اپنے یہ مہربانی کی
رہے خاطر نہ بے شغل محبت کیونکر بندہ سی	کلید قفل دل فریاد ہے مثل سپند اپنی
زمین کیا ہے فلک پانوں کے نیچے سے نکلی ہے	ہماری خاک پر دکھلا دور قمار سمندر اپنی
جو دل سے اپنے دم آتشین نکل جاے	فلک کے پانوں تلے سے زمین نکل جاے
ستم نے سیم عنون کے کیا ہے ناکین	انہی تن سے ہم ادم کہیں نکل جاے
اٹھا ما عشق کی کیوں بدل نادان کھوئے	ابھی تو مال جو کھوں ہے پیر لگے جان کھوئے
پیش اکرام سے ساری کراست ہے یہی	عادت بد ترک کر تو خرق عادت ہے یہی
پھرتے ہیں لکھے پڑے سود میں مال چاہے	طفل کتب ہے بن گنبد میں سیم اللہ کے
لحد کو چاہے یون پر پشت خسم دیکھے	سرا کو جیسے تھکا ادنٹ دسہم دیکھے
پلائے آٹھا را بکو کسکی سا قیا چری	خدا کی جب نہیں چوری تو چہ بند کی کیا چری

مجھے گوارہ بھی تھا کشتی طوفان زدہ آسا	راہ جون طعلی اشکِ اُخت رسیدہ بین بوکچہ
بان لک چکے سب بنِ دہل و جان ٹھکانے	اب تک نہیں کافر نرا ایمان ٹھکانے
کیا جانے خبر لایا ہے کیا دان سے کتامر	آئے نہیں تیرے نظر اوسان ٹھکانے
مڑے حسنِ عمل سے عصیت بھی غار کرتی ہے	مری توبہ پہ توبہ توبہ استغفار کرتی ہے
اگر انسان قانع ہو تو ہے اُسیر سے بہتر	ہوا دھرم لیکن اُسکی مٹی غار کرتی ہے
ہم بن غلام اُنکے جو بینِ دہل کے بندے	اسکو یقین کرنا اگر ہو خدا کے بندے
ست بھول بندگی پر غرہ میں آ کے بندے	زاہد سے تا بہ فاسق سب میں خدا کے بندے
ہم بتو کواپنے جذبے ل سے کھینچے جانیگے	پر بڑے پتھر بن یہ شکل سے کھینچے جائیگے
دیکھیں تو کب تک نہیں کرتے ترے دلیں اثر	ہم بھی نامے اپنے جذبے ل سے کھینچے جائیگے
کام لیجے گا کہیں اور ہی دانائی سے	نامہ جو جان نہ لپو کسی سودا لی سے
کیونکہ عینک کو نہ آنکھوں سے لگاؤں ایسے	چار آنکھیں ہوئیں تجھ قوتِ بیانی سے
کوئی دن نگہ تیر نہ خور نہ رہی	مجھ پہ ظالم تری ہر روز چہری تیر رہی
آتشِ عشق تو ہے گلشنِ صفت کی ہوا	بانِ گم آتشِ دوزخ سے بھی کچھ تیر رہی
ہلکوا کیا بانِ راہ پر ہے کوئی یا گمراہ ہے	اپنی سب راہ ہے اور سب یاد اللہ ہے

نہ جی سوسے ونگاوت
مرید

بغیر اسی کا سبب ہر کام کی اُسید ہے	تا اُسیدی سے مگر آرام کی اُسید ہے
اگر اُسے تو آزدہ جو مجھے تو خفا بیٹھے	لگا یا جی کو اپنے روگ جب سے جی لگا بیٹھے
بانی ہے دل بن شیخ کے حسرت گناہ کی	کالا کر بچا سندھ بھی جو ڈار می سیاہ کی
عیان ہے اشک کی گرمی ہوید اسودش نل ہے	کہ آتا اپنا اشک سوختہ مانند طفل ہے
درد دل سے لوشا ہون میرا کسکو درد ہے	مین ہون غمزدہ جس پہلو سے دیکھا ہر دو
دل گرفتار ہوا یار کی عیاری سے	ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے
جو کہو گے تم کہیں گے ہم بھی بالچہنی ہی	آپ کی یونہی خوشی ہے مہربان یونہی ہی
جس در پہ یہ غل تھے کہ آتی کان پر می آواز نہ تھی عقل سحر اُس در پہ تھی حیران کھڑی آواز نہ تھی	
راز درون غم سے کہے اس پردہ میں آگاہی ہے یون تو ہر ایک زعم میں اپنے افلاطون الہی ہے	
وہ لعل شیرین کسی کے دل کی اتنی کیا ہو گیا دوا ہے کہ بیٹھا بیٹھا سا درد کل سے مرے کبجو میں ہو رہا ہے	

رہی ماسطح بعد از مرگ نیا کی ہوسنا کی	شرابی کر کے تو چہ بطرح ہو جاے تریا کی
ماتون کو نہ ہو حق کراے شیخ سنا طاتی	سوتے ہوے چو نکسین گے رندان خرابانی
کیا ہم بخنی کرتا ہے اس گل کے دہن سے	خفہ سے یہ کہہ دک چٹک جلاے چمن سے
قطرہ قطرہ آنسو جیکے طوفان طوفان شدت ہے	لکڑے لکڑے دل جو پڑا ہے تودہ تودہ چھری ہے
جسے ہم چاہتے ہیں وہ بت گمراہ بھی جاے	ہمارے دل نے تو چاہا باکرا اللہ بھی جاے
کل کے جو وصل کے عالم ہیں نظر میں بھرتے	آج تنہا خفقانی سے ہیں گھر میں بھرتے
ہم اور غیر یکجا دو دن ہم نہ ہوں گے	ہم ہونگے وہ نہ ہونگے وہ ہونگے ہم نہ ہونگے
جنون کے دست مبارک ہیں سپرین کو لگے	رہا بھی تار نہ باقی کہ جو کفن کو سگے
لاشتے کو دنن کچے میرے کہ پھینک دیجے	مردہ ہرست زندہ جو چاہے سو کیجے
معلوم ہوا جی واپر دے بتان سے	اک تیرے گویا کہ چڑھا ہے دو کمان سے
ڈسا ہو کاسے سے جسکو کا ذر تودہ فنون کے اثر سے کیلے دبان دیکسو کا تیرے ما انا سندھ سے بولے نہ سر سے کیلے	

مردن سی لنگ رہی ہن زخم جگر کو میرے	مردن چارہ دیکھا کیا چارہ گر کو میرے
جو کچھ کہ تھی مراد محبت میں مل گئی	مٹی سے اپنی مٹی جو تربت میں مل گئی
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے	بدنہ بونے زبر گردن گر کوئی سیری نئے
سیکدہ اپنے واسطے مدرسہ فرنگ ہے	لاں کتاب اپنی اب بادۂ لالہ رنگ ہے
دوزخ بھی ہو تو انکی حلون پہ آگ رکھے	کیا تاب دل حلون سے جو برق لاگ رکھے
یہاں تو کوئی صورت بھی وہاں نہ ہی آئے	کرے کعبہ میں کیا جو سترخانہ سے آگے
رہا یا خانہ رنجبیر رہنے پائے مردی سے	ہمیشہ کام مجنون کو رہا صحرانوردی سے
کہ میں صورت ہوں وحشت کی دیو نیکی ہو	مجنون سے میرے مجنون بھاگتا جیسے بکولا
پھر بکولا تو ہے کیا آندھی بھی بولائی پھرے	خاک اڑانا دشت میں جب بتراسو دلی پھرے
کہ پہلے صبح کا ذب ہے تو پچھے صبح صادق ہے	جہان دنیا میں نکھا سچ کے اوپر صبح بخائیں ہے
کر کے میں ضبط سہنسے دیکھوں ہن باطن اپنے	ذکر کچھ چاک جگر سے کاسن سن اپنے

کتنے مفاس ہو گئے کتنے تو نگر ہو گئے	خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے
اب ہے باز پر مغیلاں ترے دیوانوں کی	مدون چھان چکے خاک بیا بانوں کی
الفت کا نشہ جب کوئی مر جائے تو جائے	یہ درد سراپا ہے کہ سر جائے تو جائے
رات جو ن شمع کٹی ہلکے جو روتے روتے	یہ گئے اشکو میں ہم صبح کے ہوتے ہوتے
کوئی جو اس کو پڑھ کر عاشق کھانے	اک حرف مدعا پر توبے فقط سناے
لاشے کے ساتھ جی نہ مری قبر تک چلے	ہوتے ہی اذن عام کے گھر کو کھسک چلے
سین چکی چکی شام سے اکدم ٹھہرتی ہے	ترے پیار غم کو موت شاید یاد کرتی ہے
<p>ناخن سے منقار کی میرے داغ جنوں کو زانغ کھجائے عشق یہ تیری نظرت ہے تو سر سہلا بے بھیجا کھائے</p>	
چاہئے زراں تباہ سیم تن کیواسطے	یاں قلندر بن نہیں کوڑی کفن کیواسطے
پھر مبار آئی کف ہر شلغ پر پانیہ ہے	ہر روش پر جلوہ باد صبا ستانہ ہے
ہوتا نہ کردل تو محبت جی نہ ہوتی	ہوتی نہ محبت تو یہ آنت بھی نہ ہوتی

<p>کہ کر قطع تعلق کد ام شد آزاد بریدہ زہمہ باخند اگر نتا راست</p>	
<p>دیکھتے ہیں جلوہ گلمائے رخسار زنگ ہم آخرش ہوگا وہی اکدن خزان کے ہاتھ سے ہے غنیمت کوئی دم نظارہ زنگ بہار در عدم بودیم دو دیگر در عدم خواہیم رفت</p>	<p>مثل زنگس جب تلمکے اس چمن میں شہم دا جو کہ عالم اپنا اس نشوونما سے پہلے تھا بھر کہان یہ گلشن اور گل اور سبزہ یہ ہوا این تماشا لے جان رامفت سے جینیم ما</p>
<p>رباعیات</p>	
<p>کیا فائدہ فکرمیش و کم سے ہوگا جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے ترے</p>	<p>ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا</p>
<p>اعلیٰ جو علی کی ہے امامت کا مقام جو لوگ صف اول میثاق میں تھے</p>	<p>رکھتے ہیں جزا اس سے بیان خاص علم پوچھے کوئی اُن سے کہ وہ کیسا تھا امام</p>
<p>سبطین نبی یعنی حسن اور حسین عینک ہے تماشائے دو عالم کے لیے</p>	<p>زہرا و علی کے دونوں وہ نور العین اے ذوق کاکا نکھوئے انکی غلین</p>
<p>دل کو سر باز بہان کرنا اچاٹ اے ذوق فلک کے حبس ہیں بارہ ہفتے</p>	<p>جس طرح بنے سود زبان میں دن کاٹ سودا ہونہ کیوں زیر فلک بارہ باٹ</p>
<p>جب تک تھے گرہ بن اصفون کے پیسے</p>	<p>سب کہتے تھے اُن کو آپ ایسے ایسے</p>

<p>بہت دیکھا نہ دکھلا یا ذرا بھی کہا جی نے مجھے یہ بھر کی رات لگے پانی چولے منہ میں آنسو مگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی کہ قسمت سے قریب خانہ میرے بشارت بجلو بیچ وصل کی دی ہوئی ایسی خوشی اس قدر اکبر</p>	<p>طلوع صبح سے منہ روشنی نے یقین ہے صبح تک دیگی نہ جھینے پڑھی سین سر خانے کیسی نے نگار کھے تھے میری زندگی نے اذان مسجد میں دی بابر کسی نے اذان کے ساتھ بن دفرخی نے کہ غوش ہو کر کہا غدیہ غوشی نے</p>
<p>سوڈن مڑسا بر وقت بدلا نری آواز سکے اور مینے</p>	
<p>کل ایک تارک دنیا سے بن بچا ذوق گدزئی ہوئی آرام زندگی تیسری کہا یہ اُس نے کہ قید حیات میں انسان اٹھائے ہاتھ جہان سے ولیک کیا امکان پھٹا جو کوئی گرفتاریوں سے دنیا کی ربا دہ خدمتِ رشد کی قید میں برسوں گر ایک عمر میں پہنچا مقام عالی پر جو دستگاہ تصرف میں بھی ہوئی اُس کو ہمیشہ جنگ رہی بعد صلح کل کے بھی جو ہوشیار ہے تو ہے وہ شرع کا پابند نہیں ہے دامِ علاقوں سے مطلق آزادی کہا ہے خوب کسی نے یہ شعر جربستہ</p>	<p>کہ تو اظہر کے اُدھر سے ادھر ہوا پست کہ تجھ کو اب نہ غم نیست ہے نہ شادی بہت کہ نہ ہو گا دل آسودہ گو ہو ست بہت کہ با فراغ کرے کچھ عافیت بیشبست تو سلسلہ میں فقیری کے وہ ہوا پست کہ حق پرست ہو وہ پہلے جو ہو پیر پرست کہا یہ شوق نے ہو مہمت بلند نہ پست تو بہ ارادہ ہوا اور بھی ہون بالا دست کہ نفس دشمن سرکش ہے اسکو دیکھتے پھٹا ہوا ہے وہ کیفیتوں میں گرے بہت مجال کیا کہ نکل جائے کوئی کر کے جہت کیا زبان سے نکل اسکی جیسے تیر زہشت</p>

بد اصل کو کیا نام خدا کو لی بتائے	بندوق کا طوطہ نہ کہے حق اشد
اس جہل کا ہے ذوق ٹھکانا کچھ بھی	والش نے کیا دل کو نہ دانا کچھ بھی
ہم پید و عشق و عشق اپنا ہی	جو عشق کے ذوق کو سلتا
کھلتا نہیں اسے ذوق یہ ہم پر معنون	ہر شخص جو ذہب کہے اپنے مفتون
اے زاہد و تم سے کیا جھگڑ کر لون میں	غصہ سے کروں کس لئے دلو خون میں
بر ذوق تو نہ چھوڑے گا اس پر زال	خس سر کا ہے یہ بال اسی سر میں جڑ دے
جنگو اسوت میں اسلام کا دعویٰ ہے کمال	عز سے دیکھا تو اسے ذوق ہے نکایہ حال
تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اسے ذوق	ہے برا وہ ہی کہ جو کجک برا جانتا ہے

بندوق کا
طوطہ نہ کہے
حق اشد

عز سے
دیکھا تو اسے
ذوق ہے نکایہ حال

مغس جو ہوئے نو پھر کسی نے اسے ذوق	پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے تھے
اسے ذوق کبھی تو نہ خوش اوقات ہوا	ایک دم نہ ترا صرف مناجات ہوا
جب تک تھاجوان تھا جوان بہ مست	اب پیر ہوا پیر خرابات ہوا
آنکھ اُسکی نشہ میں جب گلابی ہو جانے	صوفی اُسے دیکھے تو شہزادی ہو جانے
دکھلائے جو وہ روئے کتابی اسے ذوق	سب مدرسہ کا زکریا بنی ہو جانے
جن دانتوں سے سنہتے تھے ہیفہ کھل کھل	اب دروے ہیں وہی زلاتے بل بل
پیری میں کہاں اب وہ جوانی کے مزے	اب ذوق بڑھاپے سے ہے ذاتا کھل کھل
اسے ذوق فرشتے ہیں یہ کہکر روتے	اسے کاش کہ انسان ہی ہم بھی ہوتے
غفلت میں یہ رہتا ہے یہاں تک ہشیار	شیطان کے چلا دیتا ہے سوتے سوتے
ان آنکھوں نے روئے لالہ گون بھی دیکھا	اور پھر ان کو پر اشکِ حزن بھی دیکھا
کیا کیا دیکھے نہ رنگ ہم نے اسے ذوق	یوں بھی دیکھا ہمارے دین بھی دیکھا
دنیا کے الم ذوق اُٹھا جائے	ہم کیا کہیں کیا آئے تھے کیا جائے
جب آئے تھے روتے ہوئے آپ آئے تھے	اب جائے اور وں کوڑا جائے
دل جن کا ہے آہن کی طرح سخت و سیام	وہ لطف سخن سے نہیں ہوتے آگاہ

گو ندے سورہ اخلاص کو پڑھ کر سہرا
گالین مرغان نواسیج نہ کیونکر سہرا
نار بارش سے بنا ایک سرا سر سہرا
سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا
تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا
اللہ اللہ رے پھولوں کا معطر سہرا
کنگنا ہاتھ میں زبیا ہے تو سر پر سہرا
کھول دے منہ کو جو تو منہ سے اٹھا کر سہرا
دم نظارہ ترے روئے نکو پر سہرا
واسطے تیرے تراذوق ثنا کر سہرا
دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

تانبے اور بنی میں رہے اخلاص ہم
وعدہ ہے گلشن قافی میں اس سہرے کی
روئے فرخ پہ جو بین تیرے برستے انوار
ایک کو ایک پہ تزیین ہے دم آرائش
ایک اگرچہ نہیں صدکان گہر میں پھوڑا
بھرتی خوشبو سی ہے اترائی ہوئی باد بہار
سر پہ طرہ سے منقش تو گلے میں نذر صی
رومانی میں تجھے دے بہ دغور شد فلک
کثرت نام بطرے ہے تماشا یوں کے
دور خوش آب مصفا میں بنا کر لایا
جن کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنا دوا لکھو

مشوی

زمینت نامہ زیب سر نامہ
یا قلمدان ہزار صنعت کا
اوس سیاہی کو روشنائی دی
مصرعہ قدس رو پر بلا
کیا عاشق کو تختہ مشق جفا
زخم دل کرتے ہیں بریز بریز
وسمہ قوس قزح کے ابرو کا
بلبلین ہوں ترانہ سنج ہزار

چاہت نام اسی کا اے خامہ
ہے فلک اک نمونہ قدرت کا
رخ قرطاس کو صفائی دی
دیاقہ سری کو مصرعہ مال
کے عطا نو خطوں کو کلک ادا
کلمت نشان ہے عشق شور انگیز
عکس ہے سبزہ لب جو کا
آنے گلشن میں فصل گل سو بار

اور اگر تو ہی بُرا ہے تو وہ سچ کہتا ہے	کیون برا کہنے سے تو اُس کے برا ماننا ہے
قدم سنبھال کے رکھ راہِ عشق میں اذوق جو کوئی آبلہ پائے سور بھی ہے بیان	گزرنا اس رہِ دشوار سے نہ آسان ہے ترے ڈبوسے کو وہ بھی تنورِ طوفان ہے
نذر دینِ نفس کس کو دنیا دار سچ کہتا ہے کسی نے یہ اے ذوق	واہ کیا تیری کار سازی ہے مالِ موزی نصیبِ عیسیٰ سازی ہے
اے ذوق کر گیا کوئی دنیا کیا ترک کیا دخل کہ ہو ترک کسی سے دنیا	دنیا ہے بری بلا ارے کیا ترک جب تک نہ کہے آپ اُسے دنیا ترک
دل سے میں اپنے رسولِ عربی کا ہون غلام میں حضورِ یمن رہوں اُسکی نہ کس طرح دلام	دل کہو جان کہو جانین میں اس بات کو سب ہے یہ شہور مثل مالِ عرب پیشِ عرب
اوصحا مچھکھلاست تو نہ کر بسکہ مجھ کو عشق بازی کا ذوق	کس طرح میں عشق سے بنیاد ہوں کیا کروں میں ذوق سے ناچار ہوں
اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا آج وہ دن ہے کھلے درختم سے ملک تاجِ حسن سے مانند شعلہ خورشید کے وصلِ عجب پہ کئے سبحان اند	آج ہے میں دساعات کا ترے سر سہرا کشتیِ زندہ میں ہر لڑکی لگا کر سہرا سینچ پر نور پہ ہے تیرے منہ سہرا دیکھے کھڑے پہ جو تیرے ہر دواختر سہرا

<p>ہرستم بنستم شریک سپہر اور نعل میں ترا دیک جاننا گردن شریکان ہجوم شاگردان قد وہ سبحان ربی الا علی کرے شایون کو اشراقی لیک جاری زبان ہر سو سے غزنی کش بھر خون سے مردم عین رشتہ کار و عقدہ دشوار</p>	<p>ماہ بے مہر بلکہ دشمن محسوس برق کا وہ ذرا چمک جاننا فتنہ استاد نرگس قنار رخ تعالیٰ ذریعہ وصل علی زلف جنیان میں رُخساری گوانا رنگ بزمِ سندھ سے شمع بجھلی بازو کی پاسے دو الفین اکرو نات از بے دل زار</p>	<p>ذوق در خمار در کمال</p>
	<p>زنگ پان لعل روح افزا پر خون ثابت کرے سیجا پر</p>	
	<p>قصیدہ نمبر ۱</p>	
	<p>سحر جو گہر میں بیکال آئینہ تھا میں بیٹھا نزار و حیران</p>	
<p>لو اک پری چہرہ حور طلعت بختل ملقبیں دماہ کنعان</p>		
	<p>پہی کی صورت چمن کی رنگت گرا سکا شیوہ تو اسکا جلوہ</p>	
<p>زبان شیریں بیان رنگین کلام رندان خرام ستان</p>		
	<p>انیس خلوة جلسیں جلوہ حریف حکمت ظریف صحبت</p>	
<p>پہ بزم باریان بیل بہار ان بابل عزت گلے بامان</p>		
	<p>حسین و بختل و بہ نور عرق کے قطرے ہیں اس میں اختر</p>	
<p>ایلا ال برو حکماء جاد و ضدنگ شرکان و چشم قنار</p>		
	<p>بر دے رنگین نگارستان شکوفہ خندان مگر نہ خندان</p>	
<p>ہو کے پچاں ہے عشق پچاں جو ہیں پریشان تو دل پریشان</p>		

ساقیا جلد اٹھ درنگ نہ کر
 طاق سے دُا تارے شیشہ
 شیشہ سے کی یہ دراز زبان
 مین ہوں مانند ساغر لبریز
 جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے
 کر دے بانگ مجھے نشہ میں چور
 دل کے سارے پھولے پھوڑیں
 شبِ حیران بسر نہیں ہوتی
 بسترِ ریخ و کینجِ تنہائی
 شام سے حال ہے یہ صبحِ ملک
 کیوں نہیں بولتے سحر کے طیور
 مگر لکھن خط میں بقیہ راری دل
 مضطرب اب جو ہر بادل ہے
 دل کی داسد کی کیا کردن تدبیر
 جان بیتاب جیسی بے کل برق
 نبضیں چھوٹی ہوئیں خشی طاری
 دل سے رخصت ہے تابِ طاق کی
 ہوس سیرِ باغ ہے کس کو
 کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر
 اب ہو یک لخت دل کو ہر صد لخت
 ہو چکی دل کی اپنے عشق میں خیر

عصہ مطلب کا دیکھ تنگ نہ کر
 طاق پر رکھ کتاب اندیشہ
 اور پھر یہ ستم کہ پنہ و بان
 جان بلب جان بلب کو کیا پرہیز
 بانوں تو بہ کے ٹکھڑانے لگے
 تاکہ مانند خوشہ انگور
 نکتہ باقی نہ کوئی چھوڑ و ن مین
 نہیں ہوتی سحر نہیں ہوتی
 رات کیا آئی اک بلا آئی
 نہیں لگنی مری پلک سے پلک
 کیا شفق نے کھلا دیا سینہ و
 نامہ بر ہو کہو تر بسمل
 دل ہے یا مرع نیم سہل ہے
 غنچہ دل ہے غنچہ تصویر
 وہ بھی گرم رہ فنا کا لبرق
 ایک فرقت ہزار بیماری
 بقراری نے استقامت کی
 دل ہے کس کو دماغ ہے کس کو
 سگ دیوانہ بن گیا ہے گھر
 تن بقدر سنگ آمد و سخت
 رہیں دریا میں اور مگر سے بیر

تری عدالت میں ہے یہ قدغن کسان کو دیکھتے نہ ماوروشن	
دو گرنہ ہمارے ہر طوق گردن کہ تا ہر دل میں بہت پشیمان	
جو تیغ بران کو اپنی سشا ہا کرے علم بردار سچا	
تو زبرد امان ابراہینا و کھائے جلوہ نہ برق خشان	
یہ تیرا خنجر ہے یا کہ شہر کہ جس کے نکلتے ہی دم میں از گرا	
ففس سے ہوتا ہے تن کے پران سے مخالف طائر جان	
ہے عید قربان میں نیری ہیمن رکھا بزرگوں کے شتر گردن	
کہ کھائے گا و زمین نہ ہیبت کہیں بزرگ زمین ہو لرزان	
کھے گا غفور صدیقی خانہ تو کہ دے آئے شہ زمانہ	
بنا صفا بان پر آستانہ کہ بیٹھے دارا بجائے دربان	
تری سخاوت کا سن کے عالم اسنڈ پڑا ہے تمام نام	
عرب سے آیا ہے چل کے حاتم لبب سال و بہت امان	
جو آئین جنبش میں حل شریں چک ہوا کی کلام رنگین	
تو حکم دیو سے تو ہو دین آئین تو منکے بولے تو گل ہو خندان	
جو ہو سوار سمنڈ تازی کرے تو میدان میں سب تازی	
تو تہیے دور فلک کو بازی بپائے گوئے و بہت چوگان	
وہ تیرے نیل کوہ بیکر کہ سبہ لہتے ہیں سب نظر کر	
فلک پر مدار ہیں دو اختر و بانایان ہیں اس کے دندان	
ترا جو وصف تجستہ شاہ لکھے قلم کو کمان ہے یارا	
شاد عابر ہے ختم کرنا جو ذوق تیرا تنہیت خون	
کہ سوز تجھ خوشی ہو افزاں حسود ہوں سرنگوں گھنچنا	
یہ جشن ہو فرخ و ہمایون سا بعد فر و شوکت شان	

وہ گوش پر زب کج کلا ہی جو دیکھو مینی نو یا اہتسی	
دین میں منجھ بون میں گلرگ وروئے روشن میں مہر تابان	
نگاہ ساغزش تا شاہیاض گردن سسرا حی آسا	
وہ گول بازو وہ گوری ساعد وہ پنجہ رنگین بچون جان	
کمر نزاکت سے نہلی جائے کہ سے نزاکت کا مارا تھا	
اور اُس پہ سو نور لہر کھالے پھر اس پہ دوقمر وروزان	
وہ ران روشن وہ ساق سیمین وہ پانازک حنائین نگین	
وہ قد قیاست وہ فستق قیاست دلو نہ شامت جو چوہان	
جو نام پوچھا کہا خوشی ہوں جو وصف پوچھا تو دلیری ہوں	
سبب جو پوچھا تو سنکے بولا کہ ذوق تو بھی عجب ہے ہمارا	
وہ شاہ جو ہے محمد اکبر جہان میں رشک جم و سکندر	
اجلو جس شبنم اس کا ہے فلک پر سی کے پرتو میں ستارے	
یہ سنتے ہی میں نے بالہایت لکھا وہ مطلع شفق شباہت	
کہ جسکو حسن کے سخنور پر ہے تحسین ہر اک سخن دان	
مطلع	
شہنشاہ تیرے رہے دوران پھر میں بچے ہو تافتہ زبان	
اگر ہفت اختر بہ ہفت کشور میں آج کیسے مطیع فرمان	
وہ ہے ترا اختر ہما یون کہ ہو کے روشن چراغ گردون	
مرا م کا پیسے ہے شعلہ آسا بزیر فانوس صیغ گردان	
سحاب بہمت جو درفشانی کرے ہنگام حکمرانی	
تو ہو محال سے پانی پانی ہوا پہ یکدست بربریاں	

سانی موش ست شبانہ مطرب دکش صرف ترانہ	
مژدہ عید اقبال مجسم وقت سعید انوار سہرا پا	
ایک بت ترسا بادل سنگین لبست کا فریا ہمہ تمکین	
صورت لات و شکل سنات در شک جوقی وغیرت کج	
کمان ملاحت بھر صباحت جوئے فصاحت گلشن راحت	
شور میں لپے نور میں سلی لہجہ میں شیریں جلوہ میں عنده	
وہ لب سیکون عارض گلگون وہ قد موزون چشم پرافسون	
برگ گل تر لالہ اعراس و صنوبر ز کس شمسلا	
خال لب بے نقطہ مشکین یا ہے ہلال چشم شیرین	
مردم دیدہ محو دیدہ لالہ بد راغ و دل بہ سویدا	
فوج نظارہ جون رم آہو آہو گئے کعبہ ز کس عابدو	
چمن بہ حسین محراب کعبہ طاق دوا پر دوسجد اقصیٰ	
چاہہ زرخندان آب زلال اور اُسے تکلم چشم شیرین	
ناصریہ روشن جون کف موسیٰ زلف شکن در خط چلیپا	
پان کی سرخی لب سے گلونک دست دگر بیان قوت فخر سے	
وام ہر اے گردن غنقا چشم و چراغ دیدہ حورا	
بیت زلالی لب بہ تکلم سر خیالی رنگ تبسم	
موسے میان جون معنی نازک تنگ دیوان سربہ سما	
عارض گلگون چشم پرافسون سبزہ تر سے طرز نظر سے	
مایہ ناز و غمزہ طراز گلشن راز و راز بدلیسا	
نقشہ طراز باقر لرست دفاین چیت جفا میں چشم سے دوبا بھر حبا میں ناصیہ رو بر عالم بالا	

	قصیدہ نمبر ۲	
	صبح سعادت نوزادوت تن بر یا صنت دل بہ تمنّا	
	جلوہ قدرت عالم وحدت چشم بصیرت محو تماشا	
	نصیر رفیع دشمن وسیع طرز مستحج سلج مربع	
	باغ ارم بار و ضلّہ رضوان خلد برین یا جنت ما دے	
	میرغ خوش امکان بر سر بہستان بر گلستان خرم و خندان	
	گوشن شقائق محو سرود و دیدہ نرس است تستان	
	لحن قاری شکل مستحج صوت عنادل در و مہلل	
	سرود بہ قامت نخل دعا و نکمت گل بادم بہ سیجا	
	فصل ربیع و موسم اردی معتدل اک جا لرمی و ہمدی	
	سیل عناعر سوسے طبایع ربط قوسے با عالم اشیا	
	چہرہ گلشن آنش رخشان سرخی گل من لعل بہ خشان	
	بنہرہ بہ شبنم رشک جواہر لالہ بہ ژالہ لولہ لا لا	
	قلب کو فرحت روح کو راحت عقل کو قوت طبع کو جودت	
	جلوہ ساقی نغمہ مطرب نالہ بہ چنگ دوشہ چہہب	
	خندہ گل پر شاہل پر سر و چین پر لطف سخن پر	
	نغمہ بلبل نالہ صلصل فقہ قفل پر لب لبنا	
	غلغلہ اندہ محفلستان وجد من خیل بادہ پرستان	
	نغمہ طرازان بار بہ آسا چنگ نوازان شکل نگینا	
	جام بلورین با سئے لطین صبح بہار و گلشن رنگین	
	پنبہ مینا بر سر مینا اشتہ صبح و گنبد خضر ا	

تجھ سے ہی قائم شام و صبح ہے تجھ ہی سے دائم ناز و ہر	
بار مراد و برگ نشاد و شاخ اسید و خنک مسنا	
توبہ ریاست توبہ فراست توبہ مقاتل توبہ سیاست	
فطرت لہجیان فکر طاعت حسن بیاض و غنہ حسرا	
رو برضا و لب پر عاؤ دست بہشت پایہ اقامت	
لب ہدایت دل بہ وراثت صرف بزر و محو بہ نقوی	
توبہ حقیقت توبہ طریقت توبہ شریعت توبہ ودیعت	
پاک برشت و نیک نوشت جسم مطہر قلب مصدق	
رو بہ تحمل خو بہ تحمل کف بہ تکلف لب بہ تکلم	
روکش یوسف ہر صالح ہرہ موئے ہدم عیسیٰ	
تیری محافظ آئیہ کرسی تیری معاون ایت قدسی	
زیب بنام سرور یا سین حسن عزائم سورہ طہ	
جانب اعدا تو سریدان لہنج لے جہدم صارم تران	
نعرہ مواس کا اقل اقل مذیہ ہو اس کا عثر قتلنا	
جلوہ سے تیرے ہو نہ منور شام و صبح آفاق تو کیونکر	
مہم ہو دوانے دیدہ بہتر ہر ضیاء حسرت ربا	
تو دم فرحت تو دم عشرت تو دم صولت بر سر دوست	
ماہ بسر طاق زہرہ بیزان تیرے قوس و شمس ہر جوزا	
فہم ترا وہ عقل ارسطو بالغہ حسن سے جو ہر ثانی	
عقل ترا دے درس فلان طوائف سفہ حسن کی ابجد اولے	
حالی و عالم تجھ میں پیدا ہو ہے یہ نور کشف ہو یا غیر قیاد غیر سرورہ غیر تفاؤل غیبر بہ رویا	

رویت ہو کر صرت تکلم ناز سے ہو کر کب تبستم	
مجھ سے کہا ہو زمرہ میرا تو بھی تو بولے بھل شیدا	
مین نے پڑھا ایک مطلع روشن مدح میں تیرے جسے گلشن	
روح مغرے اے شہ عالم غش ہو جبریر اور شاد ہوا غشی	
اے شہ عالم درجہ عالم عالی اسکے والی والا	
لب بہ تاش ال بہ نیاش جلوہ طراز عرش معلیٰ	
نفس خلافت از رہ رتبت تخت خلافت عرش عظمت	
تو ہے بہ حکم وجہ جو صورت وہ ہے نفس نہ ہو سلا	
روح مجسم عقل کو کم نفس مقدس جسم طرب	
باتن صافی جان صوفی پر وہ بہ دنیا جلوہ بہ عقبیٰ	
علم حقیقی علم محازی تیرے حلوں ساری و طاری	
اصل مبانی نقل صافی عقل کو تیرے عیش مہیا	
سارے بڑھے اسماء الہی سب ہیں موثر اے شہ اکبر	
اسم جو اعظم ہے تو وہی ہے جس سے تیرا اسم سمنی	
فہم میں سے کر صافی طینت رکھ کے نظرمین ارج قرینت	
عزق حیا میں زمرم و کوثر سر بہ زمین ہیں سدرہ و طوبیٰ	
خالق کریم بنفس نفیس وابر فیض و فائز رحمت	
آب بقا و خاک شفا و نار حلیل و باد صبا	
توسیر و نیا ظل الہی حکم ترا تا ماہ بہ سا ہی	
تحت ترا ہے تا بہ ثریے اور فوق ہے تیرا تا بہ ثرنا	
حکم پہ حاضر نظم پہ ناظر یہ جلوس جشن کی خاطر فرج سکندر شکر و ارا تحت فریدون سند کسرا	

ہشت ہوا سکی بود ج ز زمین قوس قزح سے متک رنگین	
تیرا طالع اسے خسرو خدا و صبح شفق کر دے ہویدا	
نہا جو سخن آغاز تہائے خستہ سخن جو حسن ادا ہے	
ذوق سخن دان بیری دے علمے طرز سخن سوزون ہو سراپا	
دل ہے ترا پانوں کا عالم مکہ فردغ طور کا عالم	
پیش نظر ہے دور کا عالم سن تو سہی افلاک پہ ہے کیا	
ورد ملائک نام خدا ہے دیکھ زبان پر کس کی تہا ہے	
دل کہ سراپا دست دعا ہے دست دعاؤں میں شہا	
تاکہ زمان منضم بہ زمین ہو دور میں جہر چرخ برین ہو	
شاد کا عالم زیر رنگین ہو سطح زمین ہو نسالم بالہ	

قصیدہ نمبر ۳۳

اور شاہ راہ دل پر چشم ہروری ہو	خضر نصیب کی گردنیا میں رہبری ہو
روشن قلم سے پرے تاج سکذری ہو	منظور ہر نظر میں تب شکل آئینہ ہوں
اور نام سیرا روشن جون مہر و شری ہو	تارہ کی طرح چمکے ذرہ مرے سخن کا
دیتا جو زور قسمت دل کو شادری ہو	میں رستم معانی اور سیستان سخن ہے
گردن بھی سرنگون پھر یہ دیکھ سروری ہو	برگشتہ محبت اپنا گرائے راستی پر
وہ بات کہہ کر جسمین بیری بھی دلبری ہو	یہ کہ رہا تھا میں جو کیا بے عقل بولی
رفت سے پست حسی شان سکندی ہو	تھکوا خبر نہیں کیا ہے دور شاہ اکبر
اور دل کا اس کے مقصد خود بندہ پری ہو	ہے فکر کیا جب ایسا فیاض ہو جہان میں
جس پر کہ اس کی چشم الطاف سروری ہو	مثل سحاب جا کر اندھے ہوا فلک ہے

تیری شمیم خلق سے طاری تیری نسیم طبع سے جاری	
باد بہاری شکبت تیری عود قاری غنیمت سارا	
فکر فرنگ و دانش یونان آگے ترے ہے طفل دبستان	
تو ہے وہ باہر تو ہے وہ باہر تو ہے وہ بنا تو ہے وہ دانا	
سج سے تیری پیکر دشمن حلقہ بہ حلقہ جب ہو بہ جوشن	
پیش حلیان کب سے ثابت عقل سے جزو لای تجرئی	
زینت لوح شوکت و شان تو زیب سر تو قیاس جان تو	
اسپہ منتون جون گل طغرا اسپہ سبیل جون خط ہضا	
حاکم دوران منذر لعلان رستم دستان شیرستان	
تو بہ سخاوت تو بہ عنایت تو دم جرات تو سر ہمایا	
حسن ادا میں نکستہ سوزون طرز بجا میں گوہر مکنون	
شغل و عمل میں نظم مستحجج حرف سخن میں نشر مقفی	
تیرا ہے توسن سایہ ذوالمن بر سر جستن در دم فقل	
برق جہان دآب روان و شعلہ آتش موجہ دریا	
باد بوقت تیز روانی ابر بوقت قطرہ نشانی	
جب تو اڑا دے کوہ جبل پر جب تیرے روان ہو جائے صحر	
ایہاں سے دو خورہ گئے	
فیل ہے تیرا امہ بہاران پر بخیال بادہ گساران	
ہو دے درخشان برق بہ باران دے جو ہار نجر سلطان	
بحر بوست کوہ برفست پردہ کوہ نور بہ طلعت	
اسپہ طلوع جلوہ طلعت طور بہ گویا نور تحسین	

ابو کرم سے تیرے کیا دورے کہ شاہ
 سورج کی جو کرن سے گردوں کے زین تک
 ترنج کو فلک پر جس شیخ سے ہو ہیبت
 لغزہ سے تیرے ہووے ہیبت کا چاک سینہ
 تیرے سوا جہان میں کون آج ہے توانا
 ہار و بکش ہے تیرے مشکوے حسرت کی کا
 خورشید نذر آئے جب افسر شعلہ سے
 ابرو سے تاج خشی جسم کو کسے اشارت
 لائیں پہنے سواری تو سن کو جب سجا کر
 چلتا ہوا ہے افسون اڑتا ہو چھلا وہ
 کیا ترش قلم دان دکھلائے شہسواری
 خاک قدم ہو اُس کی اہل نظر کو سونا
 تو اُس پر برسر زین جون رحل پر اویسے
 کس وصف کی ہو شیر سی ہاتھی پہ پیر ہون
 اس طرح جلوہ گر ہے تو برسر عمار
 چار آئندہ بدن پر دشمن کے گر سجا ہو
 پر جیسے آئندہ سے تیرے نگاہ گزرے
 کیا سہو بخش کا پاں رہوے حساب باقی
 ختم شاہہ کرتا اپنے حق اس دعا پر
 جو ہو ترادعا کو گل رنگ ہو وہ کھل کر
 ہو میر نجست تیری گرا و جہیمست پر

کشت فلک میں پیدا سر سبز می تری ہو
 مانند عشق چکان پھر سرسبز ہری ہو
 دشمن کو بھاگ کر پھر کیا اُسے جا بڑی ہو
 دل پر دلادری کے وہ تیغ حیدری ہو
 جو دل کے ناتوان کو دیتا تو نگری ہو
 زیبا ہے ماہ کو گر زمان مستری ہو
 منشور افسری پر تو فیج خاوری ہو
 کشتی میں لے کے حاضر وہ افسر زری ہو
 صورت میں ہووے پتلی پرواز میں پری ہو
 پھر اس سے آگے بڑھ کر کیا سحر سامری ہو
 جب تو سن تصور کھاتا سکندری ہو
 جو نقش شہ ہے اُس کا وہ مہر اکبری ہو
 اُم الکتاب لیکر حبیب لیلے دھری ہو
 کرتا نہ میل گردون جس کی برا بری ہو
 بیج محل میں جیسے خورشید خاوری ہو
 اور سر پر اسکے ٹوپی فولاد کی دھری ہو
 یوں غرق اُس میں تیرے ہر تیر کی سری ہو
 جب چھائی آسمان پر فرزند اختر ہو
 تو مدعا ہے اس کے گرفت ذری ہو
 بدخواہ اگر ہو خندان صد برگ مجھری ہو
 وقار نجست اعدا بر رج قنقری ہو

دربار میں تو اُس کے ہو بہرہ یاب جا کر لیکن وہ رسائی اُس وقت ہو گی روشن تو بھی تو سوچ دل میں تیرے دُرخان کا اُسکی نظر چرخین گریہ تا بہار گو ہر تب بھر فکر میں دل غواص ہو کے اتارا مطلع یہ باخدا یا شہوارین کے موتی	بہر دزی ہووے سیری اور تیری بہتری ہو جب خضر راہ تیری طبع حسنوری ہو اُسکے سوا جہان میں کون آج جوہری ہو پھر نام تیرا روشن مانند انوری ہو سعدی مہر سب کو زور شناسوری ہو شرمندہ جسکے آگے سد کان جوہری ہو
--	--

شاہ نظر کرم کی جس ذرہ پر ذری ہو

وہ آسمان پہ جا کر خورشید خاوری ہو

دیکھی ہے چین ابرو آئینہ حسین میں کیا تاب ہے فلک کی بنائش کرے جلے یہ آستانِ دولت ہے سجدہ کا عالم دارا کو تیرے در تک ہولس طرح رسائی سورج کھچی کا تیرے اک پھول مہر انور بانع جہان میں نرگس کیونچ جامِ نرین دکھلائے آبداری جب تیغ شعلہ دم کی کشتِ اہل کو سرسبز آبِ گہر سے کر دے میشہ میں سعادت کے وہ شیر ہے تو شاہ شیوہ مہوسون کا مہر کرم میں تیرے گر آفتاب تیرا ڈالے کرن کو اپنی تیری شان میں شاہ لکھتا ہوں اب مطلع پاؤں نقشِ پا سے تیرے جو کنکری ہو	کیونکہ نہ فن میں اُسکے ہیبتِ تھہری ہو گر ہر پائے بندی ایسا سرسری ہو دل کو تیری غنیمت اور نگ سروری ہو دربان جو تیرے در کا کرتا سکندری ہو قربانِ تیرے دولت نہ چرخِ چنبری ہو جب ہر گدا کو دیتا اک ساغر زری ہو شیردن کے دلیں ٹھنڈا خونِ دلاوری ہو ابرِ کرم کی تیرے جب فیض گستری ہو نو شیردانِ کوزے سے ہر گز نہ ٹھہری ہو تیری گداگری ہو کیونکہ کیا گری ہو تاج گدا کا جلوہ جون تاجِ مقصری ہو جس کی چمک سے کاغذ چوکی غد زری ہو جا کر فلک پر اسکو تا دن کے برتری ہو
---	---

تاکرے سلوم اصطلاب سے آخر شناس
 تاز جل کے ساتھ شکل عقدہ انگیس کو
 ہودے دائر عرصہ برزخ میں تاجت حکیم
 رد کرین نادعویٰ ردیت کو اہل اعتزال
 محبوب تک کہ جوگی شغل سدا میں
 تاکرے سالک مسلک تقویٰ میں کرتا ہو سلوک
 تا وجود پاک سے ابدال اور اوداد کے
 تا خراسان و عراق و زابل و خیر نر سے
 مدح و پنج کھرچ کند عار و دھیت او کجا
 تاکرے فروری ابار و آب ایلول و اوئیل
 یارب اس کا رتبہ عالی ہمیشہ ہونزد
 کون وہ یعنی محمد شاہ اکبر دین پناہ
 زور دینداری سے جس کی ہے دکھاتی خود
 کیا تعجب ہے اگر اس کے بہار فیض سے
 مرغزار عالم اس کے فیض سے ہے بسکہ سبز
 لکستان سے لے عسا تقریٰ پر فلک
 لے شیم خلق اس سے گر تو ہو جاب ابھی
 گلشن مرج و ثنا سے اس کی ہے گلشن فکر

اور تفلع ہر ستارہ روز و شب یا صبح و شام
 زانچہ میں دیتے ہوں صاحب مل نسبت اہم
 ہوں مذہب جبر اور تقویٰ میں اہل کلام
 اور ملاحد و سوسون سے دین نبی کو انہام
 سینہ دسر میں رکھے منع نفس کو اپنے تھام
 تار ہے مجذوب بست بادہ غفلت مدام
 انتظام اہل عالم ہووے عالم میں تمام
 نغمہ ریزہ فارس آبادان کرے اپنے مقام
 نغمہ ہندی کا ہو کسات سر سے انتظام
 ماہ شمسی ہو مطابق ہر ولایت میں مدام
 دولت اس کی ہو کنیز اقبال ہو آذ غلام
 نیک صورت نیک سیرت نیک طالع نیلنا
 بیخ و بنیان ضلال و کفر شکل انہدام
 گلشن گیتی ہو رشک روضہ دار السلام
 پائے ہے رنگ زمر و پارہ سنگ رخام
 کرتا ہے وقت سواری شکل چاؤش اہتمام
 طبایع عطار کی صورت معطر ہر مشام
 لاکھ معنوں تازہ جلد ہر اشتام

محترم یون ذات عالی ہے جمہور انام

حلقہ تسبیح میں چون سر بر آورده امام

سلطنت عالی سے تیرے سب کو پہنچے ہے طہام

ماندہ اور من و سلویٰ کی کسے ہے احتیاج

تھیدہ نمبر

نام زبان زد بہرین ہو فلسفی کا یہ کلام
 تا خط مورچہ ہو سے گرم گردش آفتاب
 سب سے ستارہ ہوں ساڑنا سرفیت آسمان
 منجھ ہو کر بیان طبقہ ہائے زمہریر
 آب باران سے گزر کر نامنقشہ ہوشماع
 ما حقیقت کے لئے لطف سخن ہو سے مجاہد
 تا کرین روشن معانی و بیان سحر برنج
 تا آن ولن کے اذن دین قبل کو نصب
 تا کہ علم شعر ہو داخل بہ اوزان بجزور
 اور زخافون کا عمل لیکر رویت وقایہ
 تا اطباء زمان کو ہو سے علم طب کے ساتھ
 تا حس و حکاک لازغ رخوہ و ناقب نقیل
 کلیات خمسہ ہوں منطق میں ایسا غویا
 تا دی دماغی علت کو تا صورت کے ساتھ
 تا ریاضی و طبیعی سے ہر در فلسفہ
 تا کہ بیت سعد اکبر ہوں فلک پر قوس حوت
 سنبہ کو تا منجم کہو سے ہے شاید عقیقہ
 حکم ہو بر حبیب کیوان کاروان جبرین و سحر
 تا خراسان مہر کو بہرام کو ہو ملک حرک

سے چنے افلاک لازم نفی خرق و لقیام
 تا نہ تطہیر فلک تک پہنچے در صبح دشام
 ہو ثوابت کا پہرہ شہتین پر از و لام
 قطرہ افشان تا بخار ابر ہوں بن کر غمام
 انوکاس رنگ سے قوس قزح ہائے نظام
 صنعتیں پیدا ہوں اس سے بامرام و بے مرام
 جن سے ایراد معانی ہو چرخین الکلام
 جازم فعل مضارع ان دلہم لآؤ و لا تم
 تا انا عیل و تفا عیل اس سے پائین انقسام
 کہ عرب کا ہے عجم میں انکو دے سوزن مقام
 غور نبض و فکر کسب لہن فکر الوان قوام
 جب تک امراض مسلک کا اطمینان نام
 یعنی حبش و فصل و نور و خاصہ و عقل علم
 علت غائی پر دیون اہل انش و نظم
 فیلسوفان جہان علم و عمل میں لیون کام
 تا کہ جوا اور حمل میں شمس کو ہو احتشام
 تا کہ ہو دست و نعل جوا فلک پر شاد کام
 تا کہ تیر و ماہ روم و بلخ پر رکھیں مقام
 تا درار النہر پر ناہید کو تا ہو قیام

تیرے وصفِ نادرِ اندازی پتر اندازِ فکر	مطلعِ برجہ کو سے لکھ کے دیتا انتظام
برسرِ پرواز ہوں جب میرے شہازِ سہام	جو ششِ جسمِ عددِ مین ہو دے دمِ محسوسِ دام
<p>دستِ دہقانِ مینِ فلّاحِ شعلہ جو ارمو گر کھابِ قہرِ ترا ہو تگرِ نشان تو ہو وادیِ بلخامین جیسے برسرِ اصحابِ فیل جہنمِ شامہ سے میرے سرہ ہو برقِ جہان تگرِ تازی مین پڑی تھی اسکی شوخی پر نظر صفیٰ خجرا پہ کھائے نقطہ رمالِ رشک سرعتِ ملی منازل کا لکھن گرا اسکے وصف غرضہ جو گان مین جب اسکو بوقتِ محرم گاہ سر پہ گہ اڑان اور گاہ بیٹھا پوئیہ اور اشارہ ہو اگر اس قاف سے اُس قاف پر فیل کو تیرے شبِ پیدا تو کتا ہے جہان یاسیہ خمیہ ہے لیلی کا دیا ہے قلم گئی حلقہ زلفِ بتان کب کھٹکے یوں بیچ دیا نزلِ توصیف کو کیونکر تری ملے کر کے نسبت کو ہے دعا پر ذوق کرتا مختصر جو کہ ہوں بد خواہ وہ ناشاد اور غمگین رہیں</p>	<p>لین تیرے برقِ غصہ کا کشتِ اعدا پر جہاں حالِ ہل قاف وہ اسے خسرو عالی مقام سجڑ طیرا ابابیل آیا وقتِ ہزارم گر کر دن شاہِ رتم و صفِ سمند تیر کام الین چشمِ بتان کی ہو گئی ترکی تمام دیکھے نقشِ سیم جو اُس کا جلوہ گردِ خاتم حالِ استقبال کا دخلِ فضلِ ماضی مین ہونا م لائے جولانی مین دیکر جنبشِ دستِ لگام گاہ دلی ایسیہ اور گاہ جاے شاہِ گام اس طرح اڑ جاے جون مرغِ نظرِ بالا بام پر جو ہے نقشِ قدم اسکا وہی ماہِ تمام جانِ قدسِ تفتہ دل بکرو صوانِ شکلِ غلام جب اٹھا خرطوم کو اپنے کمرے ہے وہ سلام دم کھان پیکِ خرد مین یہ خیال اسکا ہے غلام ہو مبارک تجکو باعیش و طربِ عیدِ صیام اور ہوا خواہوں کے دل ہو دیں ہمیشہ شاد کام</p>
قصیدہ نمبر ۵	
عیشِ براؤ کیا اک ان مین مانندِ براق	مجددِ فکر جو تھا سیرِ فلک کا شتاف

بہرہ درخور شید سے کوہ بخشان ہے فقط
 غنچہ نقویر کو بھی مثل کلمائے چمن
 ہے ملا دستِ سخاکے ساتھ خجک زورِ حکم
 فیض تیرا ہے کہ پاسے خرقہ ماہی درم
 دشمن بدین کو آبِ خضر بھی زہر آب ہے
 پر ہوا خواہوں کو تیری رحمت سے حسرت
 دستِ صحت سے رگ ہر رنگ کو دوست میں
 دین مرغیوں کو دم عیسیٰ تو یوں نخلین ان
 مستغید نور کب ہے شمس سے جرمِ قمر
 روبرو دستِ کرم کے ہوتی گرد و باد ہے
 تو مجھ کو کون میں جو بیٹھے آکے بہر عدل داد
 مانہ آئے زخم عاشق کے دل نا کام ہر
 اسے فریاد تو جو کر دے راو خوزیر کو بند
 شائد ضحاک کے مانند ایک اسکی موج
 معجز انصاف سے تیرے سر دشتِ وصل
 قصد صید اُس کا کرے کوئی معاذ اللہ اگر
 آج تیرے مقابل اسے نہنگ بحرِ زم
 گنجِ استقلال پر ہے قفل اگر تیری سپر
 جون عصار حضرت موسیٰ سر دیا سے نیل
 ہے خدنگ تیرا یا ہوا پر ہے عقاب
 گر عدو سے سکندر کو کرے چار آئینہ

نیر اجلال کی تیرے نظر عالم پر عسام
 ہے نسیم لطف سے تیرے ہوا اقسام
 دستِ قسام ازل سے سبکو وقتِ انقسام
 حکم تو دیوے تو رہوے زیرِ دیوانہ کام
 اور دم عیسیٰ گلے میں زہر آبِ حسام
 فیضِ انفاس الہی میں نفوسِ انتقام
 فیضِ سالم کی طرح جنبش دکھائیگی دوام
 قطرہ ریش کرین بطرح سے وقتِ زکام
 نیر اجلال سے تیرے جلا لیتا ہے وام
 ابرو سے ابر کو ہر بار اے ذوالاحترام
 شیر و آہو گھاٹ پر جہنا کے ہوں اسپین بام
 تیغ ابرو پر بتان دے کھتے ہیں بھم سے نیام
 اور لبوں سے جام کے چھلکے رقیق لا لافام
 مار پیچان بن کے ہووے سجد با خطِ حام
 ہر غزالہ ناقدہ صاحب ہے گویا بے زام
 ہو خدا کا قہر نازل اُس پہ بہر انتقام
 شکلِ خرچنگ لے پاؤں ہٹ کیا داستانِ سلام
 وقت پر شمشیر سے مفتاحِ الہامِ حمام
 نیزہ تیرا لشکر اعدا میں کر جاتا ہے کام
 دہم دم دے ہے تھنا کا اڑکے اعدا کو پایہ
 آگے تیری تیغ کے دلی ہے پر کا فذِ حمام

آج دور و زما یوں ہے جسے کہتے ہیں عید
 بزم خسرو میں چلے اسے بار بزم سخن
 تیرا قانون ترے پاس خطا سطر ہے
 تیرے نغمے ترے مضمون ہیں بہشت کا قلم
 زمزمے مدح کے نکلے اسکی جسے کہتے ہیں سب
 کون وہ یعنی شہنشاہ محمد اکبر
 طبع و قادی گرا اسکی رقم ہو تو صیف
 تیرا جاہ سے خورشید ہلال آسے
 عطرت نشینہ افایک بودم میں لبریز
 خسرو اریات کو تھا منزل دلیں میرے
 انکے خرمینوں جن جن کے میں آیا ہوں شام
 تو ہے وہ نسل خواہین بتا آفاق
 مگر تر اہم طبیعت ہو بہ جزائے غضب
 گریز دے حکم تو چہ ابر کے سینہ میں کبھی
 تر زبان و صف میں سب میں شہ طفلان شام
 تیرے شیلان کرم پر ہے زمانہ مہمان
 مگر سبق لیں نہ ترے فلسفہ حکمت سے
 ہوں نظر سے کبھی باہر نہ غوا مض کے طہور
 درک امراض کریں جبکہ اہل تیرے
 دیکھا کرم سعادت کا ترے سن طلوع
 توجہ محراب عبادت میں رکھے سر بسجود

نہ کہ سخی میں شگفتہ ہے دل اہل مذاق
 سب یہ کہتے ہیں کہ تو نکتہ سرائی میں ہے
 چھیرے زابل و نیز بزو خراسان عراق
 دم کشی پر ہے سر دست کمر بستہ و جاق
 تائب ختم رسل تھل خدا سے خلا ق
 دست بخشش سے غفل جھکے ہے بحر آفاق
 مہرہ اختر کا ہوا دریاہ سے آگے مہراق
 کابش رشک سے رکھتا ہوں استغراق
 ہوتے تر نخلہ سا اسکی نسیم اخلاق
 کاروان شہر سمرقند کا رکھتا اتراق
 مدح حاضر کے لئے تیرے بعد استغراق
 جسے توران سے کیا ہند میں اگر قشلاق
 زہر پر از پے آرام جان ہو سیلاق
 رحمت عام ہوا یہ ماہ مصراق
 دایہ غیب سے پلوانا ہے شیر اشتقاق
 سہ داغیم سے فلک پر ہیں مہیا اطلاق
 اہل یونان پہ نہ ہو دے حکما کا اطلاق
 تیرے شہباز فراست کا ہے یہ استحقاق
 جنھن آسا متحرک ہو رگ سنگ سماق
 مادر شب سپرد کو کرے شرم سے عاق
 طاق مسجد میں جھکے آگے سر ہستم طاق

چمک اس برق جہان کی ہو بیان کیا کہ اگر
 شعلہ رنگِ حنا کر کے اڑا دوں بھی
 رات بھگو یہ فلک گردِ دیوانہ لیکے گیا
 فلسفی دہر کے جو جوتے ہوئے مشائین
 تھے سعادت سے جو سب برجِ فلکِ مالِ مال
 تھی تعجب کی نہ جا بارِ جلالت سے ہو کر
 انجم ثابت و ستارِ سعادت سے بہم
 انجم نابیدِ لقب جس کا ہے رفاہِ فلک
 بدرِ تعالٰیٰ میں قمرِ بل میں نظر آتا بلال
 اس کا طہنور جو دیتا تھا سرِ دن کو بہتات
 تیر گردِ کا خوشی سے تھا جو دلِ لہر اٹھا
 جلتی لگ ایسی بجاتا تھا کہ سب وجد میں تھے
 نظر آ جانا تھا اگر اختر و مدار کوئی
 ہاتھ پر مار کے چورنگ کا اک پھرتی سے
 جو چلا پارہ تن اُس کا سوئے عالمِ خاک
 سعد اکبر کہ جسے کہتے ہیں قاضیِ فلک
 ہوتا زاد بھی تھا آمادہ پئے دامادی
 چرخِ بخت پر فلک ہے تو بطنی الحکمت
 نفعِ نصیحت سے پر باد ہے گردن کا شکم
 ہے جو ہر کوچہ میں آرائشِ نوبتِ خانہ
 یوں جو آراستہ افلاک پر ہو نرمِ طرب

افق طبع پہ دکھلاے فروغِ اشراق
 قفسِ دل میں جو ہیں بستہ طیورِ عشاق
 کہ عقولِ عطلہ کی تھی جہان طاقتِ طلاق
 نوازِ اشراق سے تھے ہو گئے سب اہلِ رواق
 بختِ دولت سے یہ لہرِ زخمِ ہر تھوڑا دن
 حرکتِ چرخِ گرانبار کی قطبینِ پشاق
 یوں نظر آئے کہ جو ن دستِ بغلِ اہلِ رواق
 تھا چپ و راست بآہنگِ ہاؤسِ عشاق
 خدمتِ دائرہ داری میں تھا ہر رنگ سے طاق
 جرمِ خورشید سے ہوتی تھیں شہا جہاںِ اشراق
 ہو کے ترتیبِ ثریا کو باقیِ سامِ اباق
 لعبانِ فکلی صورتِ اہلِ اذواق
 دیتا تیرخِ دم تیغ سے اُس کو احقاق
 دم میں تھا اپنے پلچہ پہ چڑھا تھا چھاق
 یہ اڑا اسپہِ ثرا قادی اڑا اسپہِ ثراں
 حسن کو عشق سے دیتا تھا ہم ربطِ وفاق
 زالِ دنیا کو جو تھا بیٹھ رہا دیکے طلاق
 عالمِ خاک میں پر ہے نگ و دو کا مشتاق
 لیکن اس وقت میں تنقیدِ بہتہ اس کو شاق
 خالی آوازِ دمار سے غم کوئی رواق
 کلشنِ عیشِ طرب کیوں نہ ہو نرمِ آفاق

تو عجب کیا ہے کہ اُس کشور برغانی میں دل مرا ہو گیا اس وقت ہے وہ عالم نوز کر دعا صدق ارادت سے کہ ہے وقت نما دوش گردون پہ ہوتا فرغل سحاب غلام دستِ رز کو پس سر محفل اہل تقویٰ تجھ کو آفاق میں ہو دے رمضان بھی ربِ عبد اور ترے نیز اقبال کے آگے دسمن	شعلہ تیغ شہر بار ہو برقی حراق جس کی مشرق سے کرن نور عالی اشراق کیون خموشی پہ کیا ذوق زبان کو شاق سبزہ ناخاک پہ ہو پیر بن استبران جب تلک سینہ مینا میں رہے دروفاق ہو ترے رویت دیدار چسبہ آفاق یون رہے جیسے کہ ہو ماہ با یام سماق
---	---

صفوحہ دہر سے پھر گردش افلاک اُسے
حرف باطل کی طرح دیوے جہان سازان

قصیدہ منبر

گردش میں چشم مست کی ہو دل مرا گرہ سینہ میں دل اگر نہ گرہ تھا تو کس لئے اپنا دل گرفتہ ہیں میں نہ ۱۱ ہوا چلتا نہیں ہے پنجہ مژگان کا کچھ عمل قمری ہے لانی چاک گریبان چمن میں آہ ہوں وہ گرفتہ دل کہ مژہ پر ہجوم اشک میں مجھ فرستائیں ہوں کیا دانہ پسند نقدیر غنچہ ہوں چمن روزگار میں مرقد پہ میرے طستہ شمشاد کی طرح آبا ہوں میں سرشت میں لیکر گرفتگی	اور کھولے ہائے دانہ کی یون آسیا گرہ ہر اشک میری آنکھ سے ہو کر گرا گرہ غنچہ ہزار جا پہ کھلا اور ہوا گرہ ہے ایسی چشم تر سے بہم آٹھنا گرہ اے سرہ گل سے دے سر بند قبا گرہ ہوتا ہے شکل خوشہ انگور آگرہ کھولے ہے کاربہ کی میری صدا گرہ وا کر کے گی میری بھلا کیا صبا گرہ پھوٹے گی نخل شمع میں بھی جا بجا گرہ ہو دینگے استخوان پہ ٹھوٹے ہما گرہ
---	---

پاس دین تیرا جواز ناک کی جا ہے تبدیل ہو گیا تیغ سیہ تاب سے ہے سرمہ گلو رعب شمشیر ترا یون ہو سپر سے وہ چند ہو ترے فیضِ حکم سے شفا عام تو ہو عدل نے ترے اُستادِ دفع یہ کی خونریزی اللہ اندر سے لشکر کا ترے جلِ چشم تیرے دربارِ جلالت کے جو میں بغیر غضب اور ایک مطلعِ دلکش نے طبیعت سے مری	دوش گردن پہ خطِ نقطہ ہو خطِ لطفِ افاق دم نہ مارے گا ترے آگے حدودِ بقا جیسے نقطہ سے کریں ایک کو دس اہل سابق زہر کی حادہاں مار میں پیدا تر یا ق خضد کی منع اطمینان سے ہے نفعِ خفاق ہم عدو جس سے نہ اذ بک ہو نہ ہمسر قلماق لکھناں کو میں سرِ دوش لئے مثلِ خفاق سے ترے عدل کی تعریف میں پایا اوصاف
---	---

اٹھ گیا مدرسہ دہر سے یہ شتر و شقاق
زیادہ عمر کے دلمین نہیں باقی ہے نفاق

چرخ کے گنبد بے دین رہن گے عجیب گر لکھوں وصف ترے اُس جہانِ دکھ میں تن میں اس طرح سے ہے اُسکے پھر کئی شوخی ماہی زیرِ زمین لوٹ کے ہو جانے کباب وقت کو باز دھ کے فراق میں راکب اُسکا اُس فلک سیر کو گلشت میں گرتو شام یون اڑے سوئے فلک جیسے تفریحِ شام کیا لکھوں وصف ترے فیلِ خاک پیکر کا عمرِ طبعِ عالی میں رہا مغت خان میں ستاروں کی بھی انگلیں انھیں ہاتھ کھو لگی بر سر دشمن کپشیں بہنگامِ وغنا	دم نہ مارینگے مگر گونج کے شور و شلقان دے فلک زپے پامال قلمِ ہفت اوراق قفسِ تن میں ہو جون طائرِ جانِ عشاق بھاڑے گرسنگ پہ وہ نعل سے اپنے چھاق چرخ پر دائرے کھینچا کرے مانندِ نفاق جو دتِ طبع کی جنبش کا چھوڑ دے مطراق ہوئے گل جانے تنفس میں دمِ استشق کہ گرا ستاری ہے اسکی تنِ البرزِ پشاق صفتِ اطمینان پر خام رہا جونِ بسحق نورِ بہت کا زمانہ میں جو ہے عالمِ انفاق گر قشون ہووے جلورِ یزدشتِ تجماع
--	--

<p>دل بستہ تاروے میان سے ہوں نخلِ ناز نقطہ کی طرح مرکزِ گردش رہا صدا دل تھا گرہ خیال میں جو آ کے عقل نے اُس آفتاب پر تو نظر کر کے چون نگر وہ کون یعنی اکسبہ ثانی کہ جس نے فنا کھل کی گرہ بہار کرے گر صبا سے وا یا ہوں بہرِ نذر میں مدد دوز آب دار جون برق لکھ کے مطلع پر جستہ خامہ نے</p>	<p>چشم نشادہ کار رکھے مجھے کیا گرہ میں تھا مگر بہ دائرہ ویر پا گرہ یوں کھول دی بناخنِ فکرِ سا گرہ بل بھر میں ایک زمانہ کی ہے کھولنا گرہ تیرے بھی کام دل سے ہے کی بار بار گرہ وہ کھول دے دلون کی پے فضلِ خدا گرہ جو جھکو دیکھ آپ دُربے بہا گرہ مطلع سے آفتاب کے دی ہے لگا گرہ</p>
---	--

مہ طلعتوں میں جن سے کی تو نے وا گرہ
کیوں میرے دل میں خالی سویدار ہا گرہ

<p>کھل جائے نام پاک سے اُن میں ابھی ہیبت سے تیرے لطف کے تجا رنگے ہے چاہے جو اُس کو آبِ فصاحت کرے روا تیرے سحاب جو دے گلشنِ صمد گردِ خنک کی جان فرو بستہ کھج کے ہو تو ناخنِ نگاہ سے مانند آفتاب کھولے ہیں کار بستہ عالم سے دانہ دار دستِ گرہ کشائے ہے باقی کمان رکھی البتہ دل میں غنچہ پیکان کے ہے ترے یا جو تری کمان نگارین میں ہے سود اکدم میں تیرے ناخنِ شمشیر سے ہون</p>	<p>گر ہو دے کوہِ مردہ و کوہِ صفا گرہ دعوے کے لب پہ آ سخنِ مدعا گرہ لکنت وہیں زبان پہ دیوے لگا گرہ لے مشب زربے غنچہ گلِ باندھتا گرہ ماہ میں کوہِ قاف میانِ شستا گرہ دے کھول دم میں دیکھ کے یہ ماجرا گرہ تیری ہوائے لطف و سحابِ عطا گرہ جز نکہ ہائے پیرِ بنِ اغنیا گرہ جانب سے حاسد و نیکے صبلِ مساکرہ وہ ابرو دے نگار پہ ہے خوش نما گرہ ہیں سحر جو حاسد و نیکے بروزِ وفا گرہ</p>
---	---

رہو یگانہ شکل : ست خنابہ حشر تک
 کرین گرفتہ دل ہوں تو جون دانہ انار
 میں عکس اپنا دون تو ہو جو ہرست آئینہ
 عکس دل نسرہ سے میناے بزم سے
 یہ زہر عجم پڑھا ہے کہ سبزہ بزی زلف
 میں دل گرفتہ آہ اگر کاروان میں جن
 رو یا میں شکل شیشہ کبھی کھول کر نہ دل
 دل بستگی کا اپنے قلمبند کیے حال
 کھائیں کبوتران گرہ باز کی طرح
 وہ دل گرفتہ ہوں کہ اگر نکلے پاس سے
 پھیلاؤں گر شمیم مصنا میں کو بند میں
 رحبت سے غم کی مری ماہی سپہر
 پیدا ہوں سو گرہ اگر اک دل سے کھلے
 گھنا نا ماہ رو کا ہے کتنا کہ دیکھو
 آہ میں تو کھینچیں سینہ صد چاک سے بہت
 سوزن کا رشتہ بن کھنچا ہنتری میں آہ
 قطرون سے خون دل کے ہوں سو گرہ جان
 یہ عقدہ مثل ابرو سے خوبان کسینہ جو
 زمال قرعہ ڈالے جو اس عقدہ پر تو ہو
 ہر قطرہ سرشک مرے روئے درد پر
 یارب وہ شانہ پاؤں کھان میں دل سے آہ

ق

قاتل کے دست و دل میں مرا خونہا گرہ
 محفل میں ہو گا خندہ دندان ناگرہ
 جون دام موج و شکل خط بویا گرہ
 رہ جائے شکل دانہ انگور کھسا گرہ
 سو تجھے ہے یون کہ زہر کی تھی یہ بلا گرہ
 حیرت سے اینٹھ کر ہوزبان در اگرہ
 میرے گلو میں گرنیہ ہمیشہ رہا گرہ
 باز وہ مرغ دل کے اگر دون لگا گرہ
 سینے سے انکر سر دوش ہوا گرہ
 جون غنچہ ہو رہوں بہ حسین صبا گرہ
 ہووے ختن میں نافہ مشک خطا گرہ
 خرچنگ بن کے بیٹھ رہے ایک جاگرہ
 جون کو کنار و لالہ و خیم حنا گرہ
 قیچی کی طرح کترے ہے چرخ دنیا گرہ
 کھلنی تھی میرے دل کی مگر کیا بھلا گرہ
 ہے زیر پائے رشتہ بپا دوسرا گرہ
 ایک آبد سے دل کے جو کھولوں ذرا گرہ
 ہے ڈالتا بنا خن عقدہ کشا گرہ
 انگلی سے پوری پوری میں اسکی جدا گرہ
 خاطر گرفتگی سے ہے جون کمر با گرہ
 دے کھول شکل عقدہ زلف و دنا گرہ

<p>بن بن کے تازمانہ کی صبح و سہاگرہ ہو خوشہ دار عقد ثریا سہاگرہ اور دور رس سے ہو ذنب و اس تاگرہ ہر دم گلوے شیشہ میں ہو قہقہاگرہ تاوین بجال لب بت شیرین اداگرہ تافہ میں ہو دے مشک ختن بے حظاگرہ اور مشکلات خلق کی ہوں اس سے داگرہ</p>	<p>غفلان بزرگیند گردون ہوا کرے تہہ پنج واژگون پسہ شلخ لکشان سیدان ہونا سپہر کا اور گوے ماہ و ہر تامل گرفتگی سے زمانہ کی بزم میں حب نبات کو پے در در میں عشق جب تک نسیم کامل پچان کے رشک سے ہر سال تجلو جشن مبارک خوشہ و</p>
--	---

پر تیرے مدعی کی نہ داہودے جون حباب
 ہرگز محیط دہر میں غیب از فناگرہ

قصیدہ نمبر

<p>تو اپنے نقش مٹا دین جہان کے جادو کا زبان سے اُسکی ہے دہستہ اُنکے سب سر کرے قلم و معنی کو دم میں باج گندہ تو اڑ کے صورت شاہین کرے لہ سکھار کہ اس پر اڑ کے مضامین میں کرتے جی شہار کہ لفظ و معنی و مضمون ہیں بے شمار و قطار قلم و قریح کا ہے دان پڑا بے کار کہ سوہن دل تو ہر اک کی ہے اپنی اپنی بہار کہ جو گہر ہے وہی اس میں ہے دُر شہوار متاع بخت کو چوں جو میں تو کس بازار</p>	<p>قلم جو صفحہ کا غد یہ ہو دے نکتہ نگار سخن ورنے جو باندھے سخن کے ہین رنگ سوار تو سن دست روان پہ ہو دیہ جب جو شلخ سدرہ پہ بیٹھا ہو طائر مضمون زبان تیغ نگہ سے لیا مضمون سشاہ ہین دست بستہ کھڑے جاہوں باندھ لوں جسکو ہے کرتی کام جہان جا کے اُسکی نوک زبان سخن زبان پہ ہے آہ نگاہ دل پر سخن شناس اچھین دیکھ کر کہتے ہیں کروں میں اُسکو مگر کیا کہ مشتری نہ رہے</p>
--	--

تیرے فروغِ نیرِ حشمت سے کیا عجب
 اندر سے تیری قوت بازو کمثل گو سے
 تو چاہے گر نو دامن ساحل میں بھر کو
 پنجہ سے تیرے مہر کے گردون پہر بحر
 ستار ماکیان کی طرح ناخنِ مہلال
 لاسے جو شعلہ حرفِ شرارت زبان پر
 اندر سے بیمِ عدل کہ خونِ زمانہ میں
 زلفون کے دامِ جیسے سینانِ نازین
 مارسیہ کے سر میں اسی طمع زہر مار
 انجم سے تیری سالگرہ کے لئے فلک
 تو سن تر ازین پہ جو کا دے کا ڈالے نقش
 جولان پہ اپنے آنے تو جون جنبش صبا
 دامنِ ابر تر پہ وہ پاتا ہے برقِ نام
 گرا سکی گردِ سم سے بسیدانِ کا زار
 لالے اُڑا کے تو اسے از شرق تا مغرب
 رفعت پہ تیرے فیل کی طبعِ رسائے رات
 آیا نظر کہ صفحہ چشمِ زمانہ میں
 ہے بکھر رکھتا عقدہ کشائی کا دلیخون
 کرتا ہے آشنا سے دزدان سے وہ غلط
 سلکِ دُرخن میں دلا صبح تا پشام
 واکر لبِ سوال بدر گاہِ ذوالِ محلال

ق

گر مہر ہو سٹ کے ہر شکلِ سہاگرہ
 چو گان کے آگے کوہ کو ہے جانتا گرہ
 دو نو طرف سے کھنچ کے دیوے لگا گرہ
 کھلجاتی ہے ستاروں کی لا انتہا گرہ
 ہے بقیۂ فلک کی سدا کھولتا گرہ
 تاثیرِ عدل سے ہو تری لب پہ آگرہ
 شبنم بھی رکھے کر کے حبیب پر آگرہ
 ہن ڈال دیتے دیکے بسوے تھا گرہ
 ہو دیگا مثلِ مرہ مار ایک جا گرہ
 ہر سال کھکشان میں ہے دیتا لگا گرہ
 سمجھیں کہ بیٹھا مار کے ہے اثر دہا گرہ
 غنچوں کی کھولے باغ میں وہ بادِ پا گرہ
 اُسکا شرارِ بغل جو دے ہے اڑا گرہ
 ہو کر دبا دامنِ صحرایں کھا گرہ
 کھلنے نہ پائے یانِ حبیبین ہوا گرہ
 پھینکا کند و ہم کو جو کر کے دا گرہ
 اک نقطہ مشکِ ناب کا ہے ہو ہا گرہ
 دیکھا جو مشکِ مین کہ ہن جا بجا گرہ
 اس واسطے کہ اُسکی بھی ہو دل کی دا گرہ
 جون سجدہ دیکھا بیٹھا ہوا تا کھبا گرہ
 تارہ نجائے سینہ میں دل کی دعا گرہ

پڑھوں حضور میں اک مطلع و عایت قبول جس سے دعائیں ہوں بسر و بار

شہادۂ عالمی خدا سے سی مری ہر بار

کہ شادیاں ہوں غنیمت میں تیرے لیل و نہار

شکوہ شادی شہزادہ کس زبان سے کیوں
جو کہنے بنجائیں حاجت کا وصفِ انش
یکایک اتریں پرستان سے آنکر پان
ہجومِ عیش و طرب اس قدر زمین پر ہوا
یہ لعنتاں فلک پر ہوا خوشی کا جوش
شبِ برات کی وہ روشنی کہ تعلق ملے
جو سنگیوں پر ہونی روشنی تو شور مچا
دیباچے لایا رستہِ تلکے ہونان سے
لگے ستار و کمربت ان کے تیشوار
یہ رنگے آگ کا دانہ سب اپنے سورہن کو
سب ان طرف کو لگی جڑ کاٹنے چادہ پہنچ
ہمارے کانوں کے پردے توڑ گئے اسٹیم
پکار سے سب کہ قواعد ہے نوح میں تباہ
عجب تماشا ہوا چاندیوں کو جب دی آگ
ہوائی کستی تھی جا کر شہابِ ناقص سے
ہین ابر طور سے برستہ زمین پر پورے جہول
اب اس دعا پر قصیدہ کو ختم کرنا ہے فوق
ہراس ہراس کی ابھی پچھٹ رہی ہے ہستانی

کہ چون شکافِ قلم بند میں لبِ اظہار
و بخلا غار سے ہر حرفِ قحاط خطِ گلزار
ہوئیں جو کشتِ ہوائی پہ ناچنے کو سوار
و ہر حریف سے بھی ہو سکا نہ اسکا شمار
سہاں گانے کی زمرہ بن کے موسیقار
سورہ زبید اگر آئے سائے شبِ تار
فلک نے چھپتی زمین پر ستاروں کی دیوار
کھلایا ہے سکندر میں چین کا گزرا
تو بولے اہلِ لندہ کھنسا ہے طرفہ ہمار
تو آئے ہو دین کے طاووس خلد اپنے شمار
زمین پر سب کو نظر آئی آسمان کی ہمار
جانے کہنے لگے چھٹکے جب ہم تکرار
کہ غیر از یہ ہے ہر صف میں بین قطار قطار
کہ ناچنے لگے ملکہ ثوابت و سیار
کہ نذرِ یادہ ہے بامین فزون ہوں شمار
زمین تو نو ذرہ گل ہے کی آسمان گلہار
کہ دوست تیرے سرفراز اور عدد ہوں شمار
تعمد میں سالِ دہائی کا پھول دیوتے ہمار

شراب و رومے دل ہو گیا ہے مست ایسا
 بنائے نادک نقدیر خاک تو وہ جسے
 ہزار و درو اسے بید روی زمانہ دکھانے
 میں لایا سینہ میں تہا دل کی جا پہ آئینہ ق
 سو اس کو توڑا ہے لوگوں نے سنگی ران
 صفا کا اُسکے اک ادائے سا و صف یہ کبھی
 میں آگینہ کے آگے ہوں آپ شرمندہ
 مگر تردد و اہام کیوں کر دن اسے جرت
 لے آیا حسن و قدر اس آستان پہ مجھے
 سحاب جو دے اُسکے زمانہ ہے گلشن
 یہ سن کے منجھ سے کہا طبع نے کہ اے نادان
 ہے اُسکے نام کا لینا بھی یوں تو بے ادبی
 سو میں زبان کو گیلے کے دیکھے دریا میں
 اور اُسکے بعد ہوں کتنا کہ نام پاک ہے وہ
 خدا کا سایہ ہے اور نائب رسول خدا
 ملک صفات و فرشتہ سیر ولی خصلت
 خدا شناس و طریقت ما حقیقت میں
 نہ حق و صف ہو اُسکا ادا کبھی لب سے
 ہوا ہوں لیکے میں حاضر یہ تہنیت کچھ ل
 شاہ ہے آج اُسی شاہزادہ کی شادی
 وہ شاہزادہ ہے پر ہے ابھی سے شاہ نشا

۱ کہ شام ریز جزا تک نہ جکا اُتر سے خار
 بچا کے اُسے کہا خاک بیلے کا حصار
 زبان پہ لایا نہ لایا شکوہ یہ زہار
 کہ اہل دل اسے سمجھیں گے مطلع الانوار
 میں کتنا تھا کہ گھر بار ہوں گے یا گلبار
 خباہت کی خاطر میں ہو تو اس پہ ہے بار
 کہ ایک بات سے پڑتے ہیں بال سین ہزار
 نہیں رہا تری گردش سے کچھ مجھے سروکار
 کہ سجدہ کرتے ہیں جھک جھکا کچھ پس ہزار
 نہال ابر کرم اُسکے ہیں صفار و کسار
 کچھ اُسکے نام کی تصبیح بھی تو ہے درکار
 کہ چشمہ پاس نہ دریا نہ ابر دریا بار
 مذاق آب گیسو میں بدلیا کئی بار
 جسے نماز و نین لیتے ہیں سب بچار بچار
 محمد اکبر و عالم نواز و عرش و قار
 بدین پناہ و بدل دولت و برنج انوار
 بدست جو دے دریا پہ نکنت کسار
 زبان بہر سر ہو آ کے گر کرے گفتار
 کہ اور پاس نہ رکھتا تھا کچھ برائے شار
 جان میں جو ہے جتا گھر شاہ نیک اطوار
 وہ شاہزادہ جو ان ہے ولے کہن کردار

شاہ کا پوچھو جو سر زند تو شہزادہ سلیم اس لئے عیشِ طرب مثل قرآنِ سعیدین مین اس عقد نے بخشا۔۔۔ جہان کو ایسا آج وہ دن ہے مبارک کہ ابھی لئے نثر دیا شکون مین ہے پیوند یہ انسانچ بزمِ عشرت کی طرف کرتا ہے جو نظارہ	ہو سلامت روی اُسکی بسلامت منظم متفق ہو کے ہے تہیت آئے اُسدم جو گرہ آج لگانین سو ہے لگتی محکم دو درخون کو جو پیوند لگانین باہم یہ قلم سمجھے نہ تہذیب نہ جانے سلم پڑھتا یہ مطلع رنگین ہے وہ ہو کر خرم
--	--

ہے اٹھا عیش کا طوفان بسرِ حاصل

زمرہ سوج کا بربط ہے ہوا ہے ہمد

گنگری کا سا ہے لچھا بہ گھوٹے مینا لوگے جس سازِ ساز کو آغوشین آج اثرِ نغمہ شیرین سے جہان جوں گسیا جن مزا میر کو ہم سنتے تھے واعظ سے حرام سارِ طنبور بنی آج رگِ سنگِ صفا نہیں کچھ درد کہ تبدیل ہو امبہ کا لباس وہوم اس شادی کی یہ ہے کہ شدھے کیصوت رقعہ شادی کا ہے اس نگ سے تحریر ہوا شاخ گل پہنے کلائی مین کلی کا کنگنا عطر و این گلِ زر گس وہ بھرے عطرِ سہاگ بل بے تیاری پوشاک کہ سپرِخِ طلس یہ خیالہ کی ہے جلدی کہ کھلا جانا ہے یہ چڑھاوے کی ہے کثرت کہ جڑے ہے ہر صبح	بچکیان قفل مینا جو ہے لیتی پرہم تا چپیر دگے کھرج کا تو سونگے ہچم کہ سواراگ کے سم کے ہے کوئی اور بھی تم وجد مین آئین سنین آج گرا ہوئے حرم بے زبان زمرہ سخی کرت سوج زمرہ اکہ دکھلائی نہ دے صورت اہل ماتم بھا گیا طش آفاق پہ ہے ابر کرم کہ جو مان چین آئین جوں کر باہم رزد جوڑے پہ بہنت اپنا دکھائے عالم سارے گل بھرنے لگین بلبل بیتاب دم لایا اطلس جو لگائے تو ہسان تکی کم شکم کرم بریشم ہی مین تارِ ریشم جو گدگی پر گل داؤدی کے ہیرے شبنم
--	--

اسی خیال میں غامد کھینتا خدا کی ٹٹرن	کے خوشی ناکرت کے واسطے گفتار
کو سر بسبب سے شادی فرزند	سبارک آکھو ہوا سے شہ سپہر وقار

جو ہو دین اُسکے ہوا خواہ وہ رہن سر ستر	
ہوں اُسکے دشمن بد کیش خالدا فی النار	

قصیدہ نمبر

<p>آج یوں آنے سحر جیسے دو پیکر تو ام دولت باد میں یا حضرت عیسیٰ ہدم لام الف لکھتا تھا اسلام کا یا قوت رقم یا کہ پوز تھے دو نخل گلستان ارم یا وہ اک بنی کے دو پرے تھے باہم ہدم کوئی مشاطہ بھی یوں گوندے نہ جد برخم ایک مضمون کے دو فقرے تھے مگر مستحکم ابریسیان سے گرین لاکھ اگر قطرہ ہم یک زبان درون وہ اسطرح کہ جون چاک ظلم نالا زبر کے ہمراہ ہو جون نالا ہم تو یہ ہاتھ نے کسا غیب سے ہو کر طلسم جب معلوم تو پھر بات رہے کیوں بہم کہ شجاعت میں وہ رستم ہے سخا میں جاتم جس کی بہت سے ہوں دریوزہ گرا باں ہم</p>	<p>افق دل پہ مرے عیش و طرب درون ہم ایک کا ایک سے وہ ربط سخن تھا گو یا روش ناز پہ بدوش تھے یوں جیسے کبھی یا تھے دو مصرع مر بوط ہم دست و نعل ملکے دو تار نظر ایک ہوئے تھے دو لون دونوں پیچیدہ ہم لیے سپہ سستی میں ایک معنی کے وہ لفظ مترادف تھے دو تھے جڑ سے دو در شہوار کہ ہر گز نہ ملیں ایسے تھے دونوں وہ یکدل کہ دو قالیگان آنے لپٹے ہوئے یوں عالم سرشاری میں میں نے پوچھا جو سبب اُن کے ہم ہونے کا کیا سمون کے دل تنگ میں مٹی ہوں تنگ آج اُس شاد کے فرزند کی ہے شادی بھی کون وہ نخل خدا شاہ محمد اکبر</p>
---	--

وصف میں اُسکے پڑھوں کیونکہ ان میں سے تو سن طبع نے اب نیز نکالا ہے تسلّم

بارہم نہیں لیکن ہے وہ نسل آدم

ہے وہ اُس نسل میں اصل میں خوش رستم

گذرے گرد لین توقف تو دہن جبکہ تم
خوب آدم ہے ولیکن نہیں نسل آدم
چاہے اسکو زمین پر نہ گلیم و نہ علم
جھوٹے گنج ستارہ دن کے کمان ہن ہیم
شعلہ اسکا علم کا ہکشان کا پرسم
جیسے رکھے ہون تراشے ہوئے جام سلیم
سر کو دو کوہ کے ٹکرا ہے مانند غنم
ہے انارون میں اچھے کا تا شا عالم
چرخ میں آیا ہے دیکھ کے گردون دزم
شاخ متی گل کی قلم بنگنی شورے کی قلم
جز تک لپٹے ہوئے تھل گلستان ارم
شمع ابرک کے کنول میں ہے دکھائی عالم
تاب کیا خانہ گیتی میں رہے سایہ غم
بیخ شاخون کو کوئین نہ کبھی دست صنم
اسم اعظم تھا عیان خط شاعی سے قلم
غیرت از چشم کسم روئے نو دین مذہم
و صوم ہے جلی گئی تاسر مغنم طارم
بیخ اکبر شرف ثانی کردن پھر زیب رستم

دھڑا کب سے یہ آگاہ وہ صرصر رفتار
ہے تودہ حور شامل نہیں پر زادہ جو
بادین بیجا متاب کی ہے بسکہ فلک
نور کے قطرے فلک سے ہن زمین پر برے
سراٹھایا یہ ہوائی نے ہے آخر کہ ہوا
ٹھنیاں جھومی ہن اس رنگ سے نافرمانگی
ہاتھی لڑتے نہ سمجھتا بل عشت شیراز
تخل بھولا ہوا دم بھر میں نخل آتا ہے
چھوٹے گھن چکر اس انداز سے کھا کر چکر
پھولین کیونکر نہ چک کر گل آتش بازی
بھار ابرک کے نہیں چادر متاب کے ہن
شجر طور کا جون دادی ہن میں ہولوز
ہن جو سرگرمی شادی کے فتنے روشن
باندھے سو شعلہ قدوق بسر انگشت
کھولا مصحف نور ہے ہن کہ سر لوح درق
رونمائی پہ لگی رشک سے زہرہ گانے
ایسے شادی کے تھل کھسے کیا کوئی
جی میں ہے تو سن خار کی عنان پھر کے ہن

اللہ اللہ سے نوشتہ ترا عالی رتبہ
 ہوئی نوبت کی یہ نوبت کہ سحر اسکی منور
 نئے قلیان کو بھی گرمی سے لگاتا ہے کوئی
 پہنچا یہ طنطنہ کوس کا گردون پہ دماغ
 آتی اس طرح سے ہم ہے جلاجل کی صدا
 کتاب ہر دم ہے یہ تقارچی پر فلک
 سارے ارمان نکالو نگاہ اس شادی میں
 چو گھڑے روپے کے اور سونے کی ٹھلیاں اینٹ
 ہے یہ سلک در شہوار گبو شس سجت
 ہر سبوجے پہ یہ جو بن ہے کہ جیسے کوئی شوخ
 دیکھ نکلونکو سبوجن میں یہ حیران ہے خلق
 ایسے شیریں کہ اگر رکھے زبان پران کو
 کردن تحریر جو زلفت کو صنا بندی کی
 ہوے روشن جو کنول شکل رخ آتش ناک
 کاغذ زرد کے بھولو نہیں یہ گل کرتے تھے
 نخل آرائش اگر دیکھو تو ایسے دنگش
 بیاہ کی شب وہ محبت مل تھا کہ اللہ اللہ
 سچ کہو کرتے ہو نظارہ جہان کا جب سے
 دیکھے دولہ کے نہیں دستِ خاں اے بھی
 سنہ پہ نوشاہ کے یون سہرہ رزائ کی زیب
 ہوا شہدیز فلک سیر پہ دولہا جو سوار

جس کی انگلی میں پنچائیکا سلیاں خاتم
 گوش افلاک سے بھرتی ہے سوا گوش صم
 تو وہ بھرتی ہے ہم آوازی شہنائیکا دم
 کہ نہیں رکھتا سر رو سے بین اپنا قدم
 کہ پر یزاد ہے آلی کوئی لڑتی ہے ہم
 کہ تحافت سے دامد کا مرے پھوٹا شکر
 اسکے سینہ سے جو نکلیں گے آواز دہم
 صف بہ صف دیکھ کے اُنکو یہ پکارا عالم
 یا کہ ہستی ہے خوشی دانت نکالے ہم
 اپنے اُبھرے ہوئے پستان پہ چڑھا دئے ہم
 کہ بھرے مہ تیون سے کیونکہ حباب لب ہم
 وصف شیریں سخن پائے زبان اکبر
 شاخ گل مندی ہو بھولوں سے ابھی میرا علم
 تو لٹیں اپنے دھوئیں کی بوئیں زلفین پرچم
 آگیا تھا گل صد برگ کا پھر کر موسم
 نہ جوانان میں جیسے بعد ناز و نسیم
 کتاب تھا دیدہ انجم سے یہ گردون ہر دم
 کبھی یہ جلوہ ہے دیکھا تمہیں آنکھوں کی قسم
 ورنہ سٹھی کا ابھی غنچہ کے کھل جاتا بھرم
 رو سے خورشید پہ جون خط شاعی کی جھلم
 روز نے صدقہ کیا اشب و شب نے ادھم

ہوں وہ لب تشنہ کہ میں دامن دریا بھون
وہ خنک دل ہوں کہ جسکے غمیں سر دے آؤ
میں ہوں وہ شعلہ جوارہ بزمِ گردون
میں وہ مجنون جگر تفتہ ہوں جسکے دمِ فصد
چشمِ سوزن سے نہ لو سلسلہ زنجیر کا تم
ہوں وہ افتادہ کہ بہت کبھی یاد ہو تو ہو
ہوں وہ تصورِ سرِ صفحہ عالم جس پر
دل گرفتہ ہوں وہ میں دہر میں مانندِ انداز
ہوں وہ فرسودہ غم جسکے چشمِ بنش
قطرہ شبنم کا ہو گل پر تو مری نظرون میں
میں وہ ہوں کشت کہ بیگانہ ہے ہجرہ جس
غلک سبز کے نیچے ہوں میں تلوار کا کھیت
ہوں وہ خود رفتہ کہ چون عمر تلف کر دیجے
ماہِ مخشب کی طرح ہوتا عیان ہوں سرِ کوہ
ہوں وہ گزشتہ کہ کرسافی و ساغر جا ہوں
اس گلستان کی روش پر گل بازی ہوئیں
دل نے لیمو سے کیا رنگِ طلا کاروشن
میں وہ گردشِ زدہ دہر ہوں جسکا پر گ
میں وہ ہوں سہلِ دل خون شدہ جسکے خون میں
اشکِ خونین ہے مرا آتشِ بافتِ بین
دل اڑا جا آئے جلِ جل کے جو بن آگ مرا

برقِ پُرسوز کا ہاتھ آئے جو طرفِ دامن
دمِ میں کج لبستہ ہو جس پر چشمہ مہرِ نشان
کہ اگر دل کو تسرا آئے تو چکرِ یونجِ جان
سہرِ بن ہوئے عرصہ نونکے نکلتا ہے دھواں
دلِ وحشت زدہ ہے لاغر ہے تارِ توار
دستِ نگاہ کے سوئے آئے مغرہ مورچگان
موقوفم دو تو کرے کارِ سنان و بیکان
اک گرہ وا ہو تو صد گرہ جو اندہ دان
کرتا سرِ چین دہر سے کا بسوہاں
سنگِ سرت ہو کہ رکھتا ہوں بزمِ دہان
اور اگر ہے تو ہے آغشتہ زہر آبِ سنان
آبِ شمشیر مجھے دو کہ یہی ہے مری جان
حشر تک ٹھونڈ میں تو ممکن چنیں ہاتھ آئے نشان
اور ابھی پل میں جو دیکھ تو عیان ہوں مٹان
حلقہ دورِ فلاح میں ہو بدستِ مقبضان
نہ ادھر ہوں نہ ادھر ہوں نہ وہاں ہوں بیان
ترش روئی سے یونجِ زدہ ہے میرا تابان
سنگِ بقوہ بھی چکر میں ہو آتشِ دفسان
تخی کا کلِ روشِ کشتی دریا ہو روان
گرچہ ہوں آسپہن لیکن ہوں ہمیشہ سوزان
طاہرِ رنگِ حبان کے ہوا ہوں چہر ان

بس کے باعث سے تہ ہے چرخِ غمخیز نکے دینداری کے نقارہ لی اندر سے صدا جس پوچھو کہ تو اگر ہے کیسا کہ سب مج میں اسکی رقم کرتا ہوں ایک تازہ نخل	جس کی دولت سے ہے آراستہ بزمِ عالم از عجم تا بہ عرب اور ز عرب تا بحسب انت تعارف کہو جس سے وہ کیسا کہ نعم کہ غزل خوان ہے ہر ایک آج بجانِ خرم
--	---

تو ہے وہ ابرِ سخا تو ہے وہ دریائے کرم
جس میں ہوں فلس کی جاکیسہ و ماہی پر درم

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو چھو کیا ہے عجب پہنچی ہے روحِ عدو ہم کے ناک سے ترے تیرا خجوب نہ نکالیا کہ غسرق نہ ہر آب میں میں اعدائے ترا تیرے پیغامِ قصا تو سے دل شیشہ کا برزخ ترے عہد میں تیرے انصاف کا پر تو ہے جو عالم پر محیط دیر و بخت آہو کے نہ روشن ہو چسپارِ رخ گلشنِ مدح میں دے تیرے ترا ذوقِ انکا پر یہ سمجھا کہ ہے جز کرتا دلاست کل پر یہ دعا کرتا ہے دل سے کہ مبارک ہو مجھے	مشک سودہ کرے ہر زخم پہ کا رہم مثل آہوے رسیدہ ہر محسوسے عدم تیری شمشیر وہ اثر ہے کہ ہے آتش دم اور ترا جو شمشیر قصائے سبم رحم کھاوے کہ لیا اسے ترے گھر میں خیم تو نہ پایا ہے نہ پائیں گے فروغِ اہلِ تم ڈالے روغن کی جگہ ایں جو پیدِ ضیعف خرمن گل کی جگہ تازہ معنائیں کا اٹم ککے اک شتہ تری وصف کا آئینک شہر شادی و صلتِ فرزندِ بصد جاہ و حشم
--	---

ہوں شہستان میں ترے دستِ بغلِ عیش و طرا
کھر میں حاسد کے دل آشوب رہیں محنت و غم

قصیدہ نمبر ۹

دل کہ اس دہر میں ہے گرسنہ نازِ جان	نم تیغ اسکو ضیعت ہے کہ دیکھا لبِ جان
------------------------------------	--------------------------------------

سرخ ردئی ترے حاسد کو جگر خاری ہے
 کانپتے ہیں پُرس ہیبتے ہلنگ و زنگ
 ہے ذرہ نکھتی اسی واسطے ماہی تر آب
 تیغ ہندی تو کمرین ہے پر ایک اک جوہر
 کوہ پر بیٹھے کے یون بیٹھے بہشت ماہی
 ترے ٹخبر کو ملا شہر قدرت سے ہے دور
 تیر نادک کو ترے دیکھ کے ہے لوٹ رہا
 آتش قہر کی ہیبت سے تری نارِ سعیر
 گنبدِ سپنج ہوا کلبہ پر دودا سے
 تیرا فرمان تھا کہ فرمان بردار کے ہوا
 ہوئے یہ سنکر اقبال ترے ناپیدا
 ترے متاب کرم سے جو سرِ قلیزم قہر
 عدل نے تیرے دکھائے ہیں ہمیشہ دُعا
 دل افکار کا ہے سودہ الماس علاج
 تیری تاثیرِ محبت نے دیا ہے تریاک
 اُنقِ صبح سے کا فز کا لبیک کرم
 سرزنشِ عمدے کی تیری بیانتکِ عدم
 بے علف ناقہ ایسے ہے مگر قفسِ غریب
 ضرور تیری توانائی اقبال سے آج
 سور کا سلسلہ نقشِ ہندم گر ہو کہین
 آگے جلوہ کے ترے پر نورِ شید ہے گرد

خیر کے بال سے ہے تیز تر اسکو رگ پان
 بھر دہر ہے تری تیغ کی برشش یکسان
 پہنے جوشن ہے نیستا نہیں ہر اک شیرِ ثریان
 رکھتا درز پر نگین ہے صفحاتِ صفیان
 بچھے ابرو سے بتان ہوتے آئینہ عیان
 مربعِ دل سینوں کے چون زراغِ ذوقِ مین پران
 طائرِ قبلہ ناخاک کرے گا طیران
 رکھتی شعلہ سے ہے انگشتِ زبردندان
 روح کو سینہ حاسد میں بجائے خفقان
 ہووے اک برگ نہ پیدا پہ گلستانِ جہان
 کہ چمن میں نہیں آگیا ہے گلِ نافرمان
 پر وہ نور میں ابلا ہے تنورِ طوفان
 اب آئینہ میں روشن ہے رخِ برقِ شان
 سنگ ہے سنگِ جرات بہرِ زخمِ جہان
 در نہ تھار ہر دلون کو خطِ سبزِ خوبان
 رکھتا متاب ہے ہر سینہ صد جاں کتان
 کہ نظر آتا نہیں دشتِ مین کا منو گشتان
 نہیں دیتا بہ ضیافتِ سرِ خارِ مژگان
 ناتوانوں کو ہوئی دہر میں یہ تابِ دیوان
 اپنے حلقہ میں جگر دیتا ہے صد سلیمان
 آگے رتبہ کے ترے خاک ہے جرمِ گمان

<p> طفل معصوم کا ہے خواب مری موت معیات وہ سپہ بخت ہون میں خاک نے جس کی کبیر میں وہ بیار ہوں مایوس شعا جسکے لیے اٹھ سکا سر نہ مرا مزرعہ کیستی میں ذرا شمع جالوز سے میری نئے قلیان کی طرح دل مایوس یہ تھا کہ رہا مجھ سے کہ خرد پھر تو کر عجز کہ راج ہے کس شاہ کا تو وہ شہنشاہ کہ جشن اسکا ہے افلاک کی سر ماہ گردون پہ ہے اور آکے زمین پر مستاب شکے یہ خردہ جان بخش ہر ایک کو یا تنک دیکھتا ہوں کہ سر شاخ خردہ کا ہے چشم آج عالم کا ہے دل شاد کہ چون عالم نوز ماہ فرخندہ لقب شاہ محمد اکبر دیکھا ہے دولت وصول کا جو کے اقبال مدح حاضر کے نے حاضر دربار ہو ذوق </p>	<p> کہ ہی لب مرا خندان ہے یہی ہے گریان ہے سپہ کردیا آئینہ چرخ گردان دم عینے نے کیا کار نفوس نقبان دل رہا دانہ روئیدہ تر سنگ گران کیا عجب نائے قلم سے جو غل آئے دھوان ہون لگی کہنے کہ بے فائدہ کیوں آہ نقان دیکھ وہ ابر کرم تسلیم جو دو حسان بستے موش ہین تو کرتے ہین سکار افشان کثرت عیش سے دریا میں ہے شب کے نقصان شوق نظارہ ہوا عام بہ گلزار جہان ریح نظار گمان پر ہے بتا غر اس دان جلوہ گر ہے سدا رنگ بھد شوکت شان تاج شان زمان فخر سلطین جہان دہر سرکش کا بھی قد ہو گیا خم مثل کمان تو ہے خاقانی ہند اور دکھ خاقان زمان </p>
---	--

پوچھو آج فلک سے کہ ہے خورشید کمان
 گر ہے کچھ وزن تو آجائے بسوے میزان

<p> ترے جلوہ کی تجسلی نے جو روشن کیا دل آستین اپنی ہلا دے جو ترا دست بکرم کیوں نہ ارباب مجھ ہوں تری ہمت کے غلام آگے دریا ترے خود کھولے ہے کہا سول </p>	<p> ہو گیا شمع مرے سینہ میں تار رنگ جان ہر شکن سے ہو عیان لہجہ بھر غمان حق ہی ہے کہ الانسان عینہ الاحسان کوئے کس بندے کے پنجہ بھی ہے رکھا مر جان </p>
---	--

<p>سب قبلہ ہے ابر آیا سردکش بجا اس کی تنگ پیر ہو وہ بخارِ خرطوم اوساگر بہ بنینِ مضمون تو کسی موش کی اُس کے دندان یہ بنینِ غدے دیکھا بن کیا لکھن آگے ترا وصف کہ نہ میں پر ختم کرتا ہے شائیری دعا پر اب ذوق بھلو چشمنِ مبارک ہو بعد جاہِ دلال جو دعا گو ہیں ترے ان کی دعائیں مجن قبول</p>	<p>مچھم ہے آج چلے جام نہ آگے بیان کر بن آنکھوں پر رقم قوس قزح کا عنوان زلف پر گل ہے دیا کا گل عنبر افشان کشور نگ میں آئے ہیں فرنگی بچکان پاس آداب سے جو نہ شطربان، لڑکان کہ زبان کو سب اب آگے نہیں یارا بیان عقل ہو پیر تری بخت رہن تیرے جوان صحیح چشمنِ طرب فرا میں ہو دائم خندان</p>
---	--

اور بزرگ شب دیکھو ترے سب بد خواہ
روسہ محفلِ عالم میں ہوں جون ماتیاں

<p>خسرو جلوہ ترا وہ طرب افزا ہے جان حکم دے تو جو شہاد اسطے سر بالی کے کا ذکر دن نہ قطع خوف سے اُدم کا پنے تو جو ہو حامی اسلام تو بت خانہ میں نیر جاہ شب و روز ترا جلوہ فرد قطرہ آفتاب ہو اگر تیرا سحاب بہت اور گہر بھی ہوں وہ خوش آبِ حنین دیکھ کے وہ فلق شیریں ترا وہ ہے کہ ثنائیں اُس کے آب دریا میں ہو یہ جوشِ حلاوت پیدا اس قدر تاجِ فرمان ہے زمانہ تیسرا ہو کے سرسبز بہار ان کرم سے ترے</p>	<p>کہ جسے دیکھ کے ہو عید بھی قربان قربان سعد و آج بھی کرے ایسا چھری کو بران بلکہ ہوز بر زمین گاؤں میں بھی لڑان بت کرے قصہ نازاد کے ناقوس اذان مہر تابان کبھی ظاہر ہے کبھی ہے پنهان لیکے پنجہ میں گہر بحر سے نکلے مرجان طرقتہ العین میں ہو گاہ ربا کا یرقان تر زبان سوجہ دریا ہو اگر ایک زمان سب دریا بھی بہم ہو کے ہوں دو نوچپان نہ ہو گلشن میں بھی روئیدہ گلِ نافرمان شاخ پر گل میں دہر میں ہو شلخِ کمان</p>
--	---

اس قصہ میں جو ہے پیش نظر عالم نواز	اسکواک مطلع سوز دن میں ہوں کر کہیں بیان
گر تری ذات ہو کہ نہ آسماں ہو دے نہ بھر بھر کے زمین کے قربان	آسماں ہو دے نہ بھر بھر کے زمین کے قربان
<p>ہوں نا صیہ سالی تری غور شہید کور و مہر گان بہت عالی کا جو بادل لاس جن کی شادابی گوہر کو اگر دیکھے تو دور آتش تہ و غضب تیری عیاذ ابابا ہے یقین صورت نخل گل آتش بازی ماجرہ اغاس نے شیریں سخن کا تیری سخن و اہل سخن سب سرائے تھے کھڑے وصف شوخی ترے توسن کا ہو کس طرح تم باندھوں کس طرحے مضمون ہواری میں آ قلم و حرف نہیں پیش نظر ہیں اس دم کہن شایستگی اس باد یہ بیا کی میں کیا نہیں انسان ہے مگر کام میں زبان سخنوں خسر و اسرعت رفتار ہو کر تہ نظر جلوہ گر خانہ دین پر ہو پھر اس شان سے تو تازہ بانہ جو نکلا دے تو کفیل پر اس کے ابھی کوڑے کی صدا کو دے سے پھر کر نہ چلے کیا دکھاؤں ترے ہاتھی کی بلندی شاہ جہو متاجات آتا ہے در دولت پر</p>	<p>موشان لاتی ہے در پرتے ہو سرگردان ایسے نیسان سے وہ آفاق پہ ہو نظر نشان طرفہ العین میں ہو کاہ ربا کا یرقان مشعل ہو دے اگر سوئے گلستان جہان نخل خوارہ بھی پانی میں رہے شعلہ نشان صورت موج میں دریا کے دیا تھا بزبان دو نون لب کے حلاوت ہم تھے چپان کہ قلم صفحہ کا غزب ہے جون برق طپان ترب اٹھائے کرے جنبش اگر طبع روان سر حاسد سے ہے دل کھیلتا گونہ و چوکان تاخو مانہ ہے بکار اس کو نہ در کار عثمان پر نہیں پردہ پری سے ہے زیادہ پرتان پہلے ہو قاف سے تا قاف سر سر میدان بر سر دوش جدبا جیسے سیم ریوان اور چپک کر کبھی ارجاے وہ جلی تھران وہ کئی بار پھرے وان سے بیان پاک و مان آئے کو سون نظر جب تو عیان را چہ بیان کہتے ہیں ساتی طناز سے یوں بادہ کشان</p>

دل جس کا اُس کے زورِ حمایت ہے قوی
 ہیبت جو اُسکی دادی حق میں کرے ظہور
 اُسکی شہیم خلقِ معطر کرے جو گل
 خوشبو سے اُسکی فیض کے ہوتا ہے مشکبو
 کیا تاب رات دن میں تغیر ہو بال بھر
 ہو شکرِ ثناء سے اگر اُس کی کامیاب
 ظاہر بھی اُسکے ذکر سے ہیں سرخ و دہش
 آبِ گہر میں ہو دے روانِ کشتی گدا
 جی چاہتا ہے ہو کے فحاشِ طرب بیانِ کرون
 اسے سیدِ جلال کے غورِ شیدِ بر جلال
 تو شمعِ بزمِ خاص کہ پیدا کیا ہے تجھے
 گردن بھی پست ہو کے ہوا خوب منغل
 انجمِ نجمین میں کتے سنجسمِ جان کے
 اسے شاعرِ زمانہ تصدیق ہو پیلِ مینج
 دیکھا جو ترے فیض کو جاری تو رہ گیا
 جس دل پہ تو نگاہ کرے اُسکے سامنے
 ہے گرم تو جنوب میں لیکن ترا جمال
 سنتے ہیں جانِ نثار دنِ کجِ تیرا ذکرِ طیر
 سرتاقدم میں شوقِ ترے طالبِ جمال
 ساعتِ بقدرِ روزِ بے اور روزِ ہفتہ دہ
 بیتاب اس طرح میں ترے اشتیاقِ مند

ق

وہ پر زال سمجھے ہیں رستم کے زال کے
 جابجھے چھپ کے شیر بھی گھر میں غزال کے
 لے لیکے سو گھسین اہلِ حین بھول ڈھال کے
 ہے وہ جو خونِ جام میں نافِ غزال کے
 وہ لائے گرزمانہ میں دنِ اعتدال کے
 لب بند ہو دینِ طوطی شیریںِ مقال کے
 نکلے ہے پیرِ پیرِ صمدِ اسعد سے لال کے
 دستِ کرم سے اُس شہِ دریا نوال کے
 اوصافِ ایسے شاہِ کرامتِ حصال کے
 قربان جابجھے ترے جاہ و جلال کے
 صانع نے اپنے نور کے ساپنے میں ہال کے
 رتبہ کو دیکھا جب ترے اوجِ کمال کے
 قطرےِ جبین پہ ہیں عرقِ انفعال کے
 شطرنجِ عشق میں ترے گھوڑے کی چال کے
 دریا بھی سندھ بھنور کے گریبان میں آل کے
 جامِ جانِ ناپ ہے برابرِ سفال کے
 روشن ہوا کمال سے قطبِ شمال کے
 گویا اذان کو سنتے ہیں سندھ سے بلال کے
 مشتاقِ روزہ دار کھڑے ہیں ہلال کے
 ہر ہفتہ ماہِ رباعہ برابر ہے سال کے
 جیسے طہورِ نازہ گرفتارِ جمال کے

بلکہ حیرت کی نہیں جا کہ سرشاخ خدنگ وہ ترا ز در حمایت ہے کہ جسکے باعث ہل سکیں پھر نہ جگہ سے کبھی گریبانہ کھین دیکھ تلخ چترے یہ فلک پر خشم پیل تیرا گل سوسن کا ہوا ہے انبار اُسکی خردم کسی دلہرے کی دوش کی لکھن شمع جوتیہ کوں چلاک کی مین وقت کا مکیہ دم سو کر رکب اُسکا دلین ہن جوش مضامین تو نہایت لیکن ذوق کرتا ہے شاختم دعا پر پیری	روشن غنچہ گل ہو دے شکستہ پیکان تا تو انون کو بھی ہو دہرین یہ تابہ توان ایک تارنگہ مور سے سو پیل دمان کیا عجب صورت سر پوش ہو کر قطرہ نشان گل متاب کے گلستہ ہن اُسکے دندان جود شکین ہے کہ ہے کامل عنبر اُتشان جنش خار بھی ہو سوچ روم برق جہان سر حاسد کو رکے صورت گوئے چوگان دل حوادث سے زمانہ کے تہ بیاب توان کیا لکھے وہ ترے اوصاف کہ قاصر زبان
--	--

عید اٹھنے مجھے ہر سال مبارک ہو دے

تجھ پہ ہو سایہ حق اور ترے سایہ میں جہان

قصیدہ نمبر

ہے ابر و نشان دہ چمن میں کمال کے ہن دیدہ و دستار وں ہن رشید ماہ اگر اُسکی نگہ سے گر جگر سنگ پاے رنگ ہے جہاں کے سامنے کشنی کیف گدا ہن اُسکے دے خاک نشینوں کے دل غنی دنیا نے خاکساری اُسے دی ہے نذرین ہو اُسکا حکم عام جو بر منع القطار	عاشق نہال کیوں نہ ہوں عاشق نہال کے روشن ہن دونوں نور سے اسکے چال کے بھر جائیں چل میں لعل سے دہن خیال کے پھر تا صدف ہے کھلے بھوب سوال کے خواہان وہ ملک کے ہن نہ جویان ہن ہاں کے مشی خیر بر ہی ہے گھر میں گھال کے رہ جاسے ازہ چوب پہ دندان نخل کے
---	---

یانتک میں بیدار غم نہ بولیں گے سنا ہے وہ رکھتا ہے چرخ اہل سعادت کو بد مذاق دیکھے جہان کو دیدہ عبرت سے تو اگر ساتی جو تکبوعین عنایت سے جام دے گر بے حساب جام پہ جام آئیں تیرے ہاتھ مستی میں ایسا مطلع تازہ کوئی سنا	دیگا جواب نامہ کیسریں کو جواب گذران ہے ہما کی سرور دہنی کلاس جام جہان نامہ ہے ہر اک کا سہ حساب لے اور لگا کے آنکھوں سے پی جائے شباب روز حساب تک تو پے جائے عجب حساب جامی بھی لکھے دل پہ جسے کر کے انتخاب
---	---

گلشن کو دے جو گریہ ستانہ میرا آب
بیضوں سے بلبلوں کے ہو پیدا بیلے شراب

گلگون نشہ ہے گلگون پہ جو مرا ستی مری سکھائے اگر مجھ سے کی طرز بہوشیو نہیں ہیں مری وہ گرم جوشیاں جاگ اٹھیں وہ جو خواب عدم میں ہیں شہید نہ پر وہ فلک کو اٹھاؤں اک آن میں ہو وہ صواب پر فلاطون میں غم نشین یہ ذہن کو سے عالم سستی میں رکوشی ہر روز جام بادہ رکوشن کا مجھ کو شغل پر نیز میرا ہے کہ تقویٰ سے ہے گریز لیکن ہے ابر رست باری سے دُشمن عاج ہوں میں اُسکا کہ ہے جبکہ دور میں پیر فلک بنے ہے جوان سیاہ مست مانند نافِ آہو اگر جام میں ہو خون	پاؤں پس آسمان روش حلقہ رکاب نہے ہمیشہ ابر سے سستی بجائے آب ہوتے ہیں جس سے طائر ہوش و خرد خراہ غفلت میں گر لبند ہو میری نصیر خواب ہو جاؤں میں جو عالم سستی میں بے عجب کہہ بیجوں کہ نشہ میں کوئی حرفِ ناصواب ہر خشت غم ہے حکمتِ اشراق کی کتاب ہے مثل شغلِ آئینہ و شغلِ آفتاب تقویٰ ہے میرا یہ کہ ہے تو یہ سے اعتبار دامانِ نر مرار و کششِ دامنِ سحاب غیبِ زمانہ کے لئے کیفیتِ شباب ریشِ شعلہ مہر پہ ہے ابر سے خضاب اُسکی شمیمِ نفس سے ہو جائے مشکِ ناب
---	--

مرغِ نظر کے ساتھ اڑا چاہتا ہے دل جاتا ہے دوڑ دوڑ کے ہر دم تری طرف شاہِ تیرا ذوق ہے اسید وارِ لطف تا جلد اسکا کوکبِ طالع پئے عروج کر دے بہارِ نام سے اپنے اسے نہال دنیا میں زندگی کرے آرام سے بسر	شرکان سے مد نہیں باتدان پر پر نکال کے دھو دھو کے پاؤں پیچے پیکِ خیال کے ہو حال پر نگاہ اس آشفۃِ حلال کے آجائے سمتِ ادج پہ گھر سے وبال کے بھوکوں میں آ گیا ہے سمومِ ملال کے ایمان اُسکے ساتھ ہو وقتِ انتقال کے
---	--

نکلے صبحِ شہر نورنگاں کا جونِ شفق
ہو سب سے دوستی سے محبت کی آل کے

قصیدہ نمبر ۴ در مدح ابو ظفر بہادر شاہ مرحوم

پائے فروغِ صبح نے نورِ آفتاب کر خوب سکینشی کہ یہ ہے سپہِ رہتاب یہ برفِ وہ نہیں جسے رھین نہر سے وہاں تعمیر بے بنا ہے یہ اور خیمہ بے طاب غافل پئے سفر ہے اُسی دن سے پاتراب گردش ہے آسمان کو زمانہ کو انقلاب رکھ آفتاب گنجد پر سال کا حساب جو ہر سے دلیں لکھتا ہے کس درجہ بی وقار اس خاکدان میں نام نہ ہوئی تری خراب جانا بہشت تک بھی ہے روزِ حاکمِ عذاب	ہمیری میں پر ضرور ہے جامِ شراب تا لب نہ ہو تو اس سے کہ داڑھی ہوئی سفید ہے پر دل خشک کی ہوا پر بھائے عمر ہستی کا اپنے کر نہ بھروسہ احباب و آ آئی ہے جب سے قالبِ خاکی میں تیری جان جو دم مزے سے گزرے غنیمت سمجھ کہ روز ہر بازی فلک پہ تو نور و روزِ کر حاصل ہے کہا بہر سے وہ آئینہ کو دیکھ کر ہو سکے تو خاکِ درِ سپید ہو تو آسودہ گمانِ کجِ خرابات کے بے
--	---

چال کی ہے وہ تو سن چالاک میں ترے	ن	شوخی ہے چشم یار میں عاشق میں اضطراب
کا دے میں یوں وہ جیسے کہ طاؤس قہر		اڑنے میں یوں وہ جیسے کہ پرداز میں عقاب
چمکائے ایک ذرا سرسیدان جو تو اسے		بلے پر ہوا پہ جائے وہ جون نادر شہاب
کرتا ہے یوں ثنا کو دعا پر اب اختصار		یارب دعاے ذوق ہو مقبول مستجاب
تا عید و عید گاہ ہوا و خطبہ و ساز		تا خطبہ و ناز سے منظور ہو نوا اب

ہر سال تکا عید ہو سرخ بغیر و جاہ
نما کام ہوں عدد ترے اور دوست کا سیاب

قصیدہ نمبر ۱۲
در مدح ابو ظفر بہادر شاہ مرحوم

سادن میں دیا پھر سرشتوال دکھائی	برسات میں عید آئی قدح کش کی بنائی
کرتا ہے بلال ابرو سے پر خم سے اشارہ	ساقی کو کہ بھر بادہ سے کشتی طلائی
ہے عکس فلن جام لبورین سے سے سرخ	کس رنگ سے ہوں ہاتھ نہ سیکش کے خنائی
کو ندے ہے جو بجلی تو یہ سو مجھے نہیں	ساقی نے ہے آتش سے سے نیر اڑائی
یہ جوش ہے باران کا کہ افلاک کے نیچے	ہوئے نہ نمست نہ کرہ ناری و مائی
ہنچا کمک لشکر باران سے ہے یہ زور	ہر نالہ کی ہے دشت میں دیا پہ چڑھائی
ہو قلزم عستان پہ لب جو تبسم	تالاب سمندر کو کرے چشم نمائی
ہے کثرت باران سے ہوئی عام یہ سردی	کافور کی تاثیر گئی جو زین بائی
سردی حنا پہنچے ہے عاشق کے جگر تک	مشتوق کا گر ہاتھ میں ہے ہست خنائی
عالم یہ ہوا کہ ہے کہ تاثیر ہوا سے	گردون پہ ہے خورشید کا بھی دیدہ ہوائی
کیا صرف ہوا ہے طرب و عیش سے عالم	ہے مدرسہ میں بھی سبق صرف ہوائی

اُس شاہ کے غم کرم و بونے خلق سے وہ بادشاہ جس کا بہادر شاہ اسم پاک تقل اگر خسرو دیندار و پین پناہ تیغ اُس کی وہ ظفر دم و نصرت اثر ہے روشن دلی سے اُسکی عدد تیرہ محبت ہے ہو غمزاں کا فسہ نفرت کے واسطے سے ابرین بھی برق کا شعلہ مگر نہیں کچ خلقی اُسکی طبع روان میں نہیں ذرا بڑھتا ہوں میں وہ مطلع روشن حضور میں	ہر خابن ہو ہر نوآرہ کلاب بے درجہ زمانہ کا یکتا درغوش آب شاہ بلند جاہ و خد بو فلک خباب کنج ہزار فسح کی خفاہ فتح باب وزد سپاہ کار کو آفت ہے ماہتاب مبلغ میں اُس کے پشتہ مزدھر ذباب اُسین دم و نور عطا گرمی عتاب دریائے موج زن کو ہزار دن ہیں بیچ و تاب جسکانہ ہووے مطلع خورشید بھی جواب
--	---

شاہانودہ ہے نور مجسم کہ آفتاب
کرتا ہے نور کو تہ سایہ سے الکتاب

آلوار تیری ہے وہ غضب برق کفر سوز جوہر سے تیری تیغ کے دکھلائے ہے قضا اللہ سے پاسداری اسلام و پاس شرع انگور زخم دل پہ نہ بہ خواہ کے بندے کیا ہی سے پرست ہو مانند چشم یار بلکہ نہ لے دعا، قدح کا بھی نہ نام شاہ تری حمایت و دولت کے سایہ میں کرتا ہے روز و شب کو برابر ہمنشا خورشید خیر منیٰ جو کھینچتا ہے تیغ کئے فوہر سے کلم شیرین کو شہد کیا	ق ہے جسکی آئینہ آتش و زحکا التہاب کر کش کو کلمہ کے حرف بکرف آیت خدا اللہ سے تیری مصلحت اللہ سے احتساب اس خوف سے کہ ہوتی ہے انکور کی شراب مقدور کیا کرے قدح سے کار تجاب بالفرص گرد ہی ہو دعاؤں میں مستجاب کنج شک رشک باز ہے رشک ہا غراب تقیل عدل سے تری میزان میں آفتاب چلے ہے شیر رنگ یہ تجھ سے مگر خطاب یہ شربت خضر ہے شاہ و تھے ذباب
---	--

گرہ کو ہایت جو تری راہ پہ لادے ماناخن شمشیر نہ ہوناخن نہ سیر خورشید سے افزون ہونشان سجدا کا شوق عکس رخ روشن سے ترے جون پیرضیا کرتا ہے تری نذر رسد الفت سعادت اک مرغ ہوا کیا ہے کہ سیر رخ نہ چھوڑے ہر کوہ اگر کوہ صفا ہو تو عجب کیا ہو بلکہ صفا ایسی دل سنگ صنف میں ہر شعر غزل میں ترے معنی شفا میں مانع جو ہوا دست درازی کو ترا عدل زنجیر میں جو ہر کے رہی تیغ ہمیشہ دیتا ہے دعا ذوق کہ معنوں ثنا میں	دہزن بھی اگر سو تو کرے راہن سائی دشمن کی ترے ہونہ کبھی عہدہ کشائی گر مرغ کرے در کی ترے ناصیہ سائی مکرتا ہے کف آئینہ اعجاب از سائی ہے شتری چرخ کی کیا نیک کمائی گر سر ہوا ہووے ترا تیر ہوا الی ہو فیض رسان جب ترے باطن کی صفائی ہر بت میں کرے صورت حق جلوہ نمائی قربان غزل کے تری دیوان شفا پردانہ کو بھی شمع نے انگلی نہ لگائی خونریز کو ہو عہد میں تیرے نہ بانی ہے ذہن رسا کو یہ کہاں اس کی رسائی
--	---

ہر سال شہا ہووے مبارک پہ تجھے عیب تو سند شاہی پہ کرے جلوہ نمائی	
قصیدہ نمبر ۱۱۱ اکبر شاہ ثانی کی مرح میں ہے مگر نظر ثانی نہیں پائی	
شاہ جمال حسن کا ترے لکھنؤ میں صوف کیا جلوہ ترے دیدار کا ہے اس قدر ہیبت فزا	ظاہر میں تو ظلال خدا باطن میں تو نور خدا روے مقدس کو ترے جس نے کہ دیکھا یہ کہا
صلی علیٰ صلے علیٰ صلے علیٰ	
انوار عرفان سے ترا سینہ ہوا ایسا صاف	جسکی پہنچتی روشنی ہے فان سے تے تابہ فان

<p>خالی بنیں سے روش داندانگور جو آئینہ دل ہے وہ عاشق کی بعل میں کرتی ہے صبا کے کبھی رشک نشانی نخا سونے خار کا سحر میں جان فرس آرائش گلشن کے لئے جائے رنگین ہے نرس شہلانے دیا آنکھ میں کجیل ابرو پہ کہے قوس و قزح و سمہ تو خورشید رخسارہ گلچین کا ہے سرخی سے یہ عالم کیا ساغر رنگین کو کیا جلد مٹا ہوتی تمہل بنیں اک ساغر گل کی اعجاز نو اسجی مطرب سے چمن میں حیرت کی بنیں جائے کہ دیوار چمن پر شاہ ترے جلوہ سے ہے عید کی دفن کہتے ہیں مہ نوجہ ابرو نے وہ تیری پر تو سے ترے جام نے عیش پر بزم ٹپکے لب ساغر سے وہ قطرہ کر دی شکل کیا علم سائے ترا سینہ میں فلک کے پڑھتا ہوں ترے سائے وہ مطلع موزون</p>	<p>زاہد کا بھی ہر دانہ تسبیح ریا گو یا کہ سسینا سے کاہ ربا کرتی ہے نسیم آ کے کبھی حلسہ سائی سبزہ نے وہاں مغل خوش رنگ بھائی زیبا لش غنچہ کے لئے تنگ تبا برگ گل سوسن نے دھری لب پہ بھائی سرخ شفق سے کرے ریش اپنی خنائی جون وقت غضب چہرہ ترکان خطائی نرس نے تو سر سون ہی تحصیل پہ بھائی شاخ گل احمد کی تراکت سے کلائی ہر خار کی ہے نوک زبان شعر نوائی ہر طائر تصویر کرے نغمہ سرائی عالم نے مجھے دیکھ کے ہے عید سنائی کی آئینہ چرخ میں ہے عکس نمائی لے ساغر جمشید کرے کارروائی ہوش فلک جس میں تماشا خالی خدائی دریا کی کہان ہو سکے کا سہ میں سمائی احسنت کہیں سن کے بہائی و سنائی</p>
--	---

یون کر سنی زر پر ہے تری جلود سنائی

جس طرح کہ مصحف ہو سہر جل طلائ

ہے بھر بھی کشتی کلف از ہر گدائی

رکھتا ہے تو وہ دست سخا سائے جگے

ہے مگون کے حق میں شبنم مرہم زخم جگر
 ہو گیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق
 ہو گیا زائل مزاج دہر سے یا تک جنون
 ہوتا ہے لطف ہوا سے اس قدر پیدا ہو
 پانی یہ اصلاح صفرانے کہ دنیا میں کمین
 ہر مزاج طبعی میں ہوتی ہے تو لید خون
 نام کو اشیا میں نہ ٹھنی رہی نہ سمیت
 کیا عجب جدوار کی تاثیر گر رکھے ز قوم
 نیش کی جانوش ہو دنبالہ ز بنفہ میں
 راحت و آرام کا اس دور میں ہے دور دوم
 سوتا بند آنکھ میں اپنی جو رکھتی ہے صدف
 آگیا اصلاح پر ایسا زمانہ کا مزاج
 نسخہ پر لکھتے نہیں پاتا ہوا شافی طبیب
 فرق چاہا یا تک اعضائے بدن سے دے دے
 لاغزون کو ہو کمال تاب و طاقت یہ شباب
 صحیح صادق کے ہے گو سر میں سفیدی آگئی
 بھوک کی شدت سے اسکو یک نفس فرست دینا
 مات بھر ٹوٹا گیا انجم کے دانہ چنچ پر
 پہنچی یہ تفتیح کی نوبت کہ نوبت خانہ میں
 کوں پھولا ہے خوشی سے نفع کا کیا دخل ہے
 ہضم کامل اس قدر حد ملے پہنچا یا بہم

شاخ شکستہ کو ہے باران قطرہ مو سبا
 لالہ ہے داع سپہ پانے لگا نشو و نما
 بید مجنون کا بھی صحرا میں بنین باقی پستا
 برگ میں ہر نخل کی سرخی ہے جون برگ جنا
 رز و چشم اب دیکھنے کو بھی بنین ہے کمر با
 چاندنی کا بھول ہو کر ارغوانی ہے بجا
 بنگلی تریاک ایون زہر مٹھا ہو گیا
 کیا عجب گر آب حنظل دیوے شربت کا مزا
 کام میں انفی کے ہو مسرہ بجائے آبلہ
 چاہئے واقف ہو دوران سر سے آسپا
 اب رکھے ہے روشنی مثل دل اہل صفا
 تاز بان خار بھی آتا نہیں حرف دوا
 کہتا ہے بار بس کر محکو بالکل ہے شفا
 درد کے جو حرف ہیں وہ آپ ہی ہیں سب جلا
 کیسے دو ہفتہ ہلال اک شب میں ہو بلال
 لیکن اس پیری میں بھی صادق ہے ایسی شہنا
 قرص سے خورشید کی جب تک نہ کر لے ناشتا
 چہر جو دیکھا صحیح کو اصلاح شکم میں کچھ نہ تھا
 یعنی ہے جی کھول کر کیا کیا ڈکارین کرتا
 جن حساب اسکے بنین مطلق شکم میں استلا
 جید الکیموس ہے جو خلق سے انری غذا

خورشید دہ کو رو برو دیکھ کر کہاں مقدر لاف	کرتے ہیں دو نو روز شب اگر تیرے در کا لاف
اے قبلہ روشن دلان اے کعبہ لہلہ صفا	
ہے تیری فز و فز فز فز بدون کا نشان	نصفت کو تیری دیکھ کر کس نے کی بھی ہو کر نشان
تو وہ سکندر قدر ہے اے فخر شایان جہان	تیرے ضمیر پاک کو پیچھے ہے جام جم کہاں
وہ جام ہے گیتی نایہ آئندہ ہے حق نما	
تیری بہار لطف سے ہر دشت ہے رشک چین	پیدا ہوں خارشک میں گلہائے نسیم چین
تیرے سحاب فیض سے اے ظل رب ذوالمنن	جس جا کہ موج ریک ہو بھر روان ہو موج زین
اور دامن ہر موج میں لالہوں ہوں دُور بے بہا	
اندھے دریا دلی تیری دم جو دو کرم	ہے دل ہی دل شاہنشاہ تو سرے لیکر تاقم
آگے ترخی شیش کہے دریا کہیں نہیں کم	تو بخش دے اک آن میں سو گنج دینا رو دم
پس یہ بھی دے سکتا ہین دہ فلس ہی کے سوا	
جس پر عنایت ہو تیری سکونین پر داز	جس کا کہ حامی تو ہو کیوں اس کی شکست ہو کر
اندھ نے تھک کر کیا بچارہ گان کا چارہ گر	اے خسرو والا کہ تیرے تطف کی نظر
ہے مفسون کو کیا ٹوٹے دلون کو سویا	
تیری شاکب ہو کے اے خسرو والا نگاہ	اب یہ دعا ہے ذوق کی حق میں شراب و چٹا
جب تک زمین پر ہے فلک ہیں فلک مہرما	فرخ ہمیشہ عید ہو تجھ کو شہا با عز و جاہ
بدخواہ تیرا ہو سدا رنج و الم میں مبتلا	
قصیدہ نمبر ۱	
واہ واہ کیا معتدل ہے بانع عالم میں ہوا	مثل سخن صاحب صحت ہے بجز صبا
بھرتی ہے کیا کیا سب جالی کا دم باد بہار	بن گیا گلزار عالم رشک صد دار الشفا

بزمِ تصویراتِ فانوسِ خیالی کی طسرح
کر رہا صحنِ چین ہی میں ہے کیا طاؤسِ قص
خانہ ہائے چشمِ من بھی تیلیوں کا قص ہے
چھوٹی آتشبازی ایسی جیسی گلکاری کو دیکھ
صنع آتشباز پر حیرت زدہ ہوتی ہے عقل
ہو گئی تاخیر جس کی یہ کہ ہر گلریز سے
گنج چھٹنے نئے ستاروں کے عجب انداز ہے
منہ ہے کیا جو رنگ سے مناسک ہمتا ہے
برج جو اڑ کر ہوئے قندیلِ شبِ زیرِ فلک
فی الحقیقت یہ وہ شادی ہے کہ اسکے رچو
ہے زبانِ خامر عاجز آگے بس تعریفِ من

حلقہ ارتعاشگان ہے زیرِ گردونِ جا بجا
آشیانہ میں ہے رقصانِ طائرِ قبلہ نما
ہے جو منظورِ نظر سب کو تماشا رقص کا
رات کو کہتے تھے آپس میں خریاؤں سہما
سنگِ پارس سے کہیں باروت کو پیسا عاکل
ریزہ فولاد نکلے بنکے گلہائے طلا
ماہِ پارون کا تھا گویا خستہ دہانِ نما
غازہ سے ہر چند چکے رنگِ روئے سے لقا
برج تھے جتنے فلک پر سب کور و دشن کر دیا
جشنِ جمشیدی کا کچھ مطلق نہیں رہتا
ذوق کہنا ہے اٹھا کر ذوقِ میں مست و عطا

رکھے صحت سے ہمیشہ شافی مطلق بکھے

جو ترے بد خواہ ہوں وہ رنج میں ہوں مبتلا

قصیدہ نمبر ۳۲

شب کو میں اپنے سرسبز خوابِ راحت
مزے لیتا تھا پڑا علم و عمل کے اپنے
ہو گیا علمِ حصولی تھا حصولِ محکوم
جو مسائلِ نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام
نہ غرض بکلو نتیجہ سے نہ تھا شکل سے کام
دہن میں سہرے حاضرِ صورتِ علیہ

نشہ علم میں سرستِ غمِ دردِ نخوت
تھا تصورِ مرا ہر امر میں نقدِ تیقِ صفت
تھا مرا ذہن نہ محتاجِ حصولِ صورت
عقل کو تجربہ کی اننی ہوئی تھی کثرت
تھی مری فکر کو ہر شکلِ خطا سے عصمت
پر جتانی مجھے منظور نہ تھی غلبہِ نیت

<p>سب مزاج اہل عالم پہ قریبِ اہمست دال رکھے گا لغو بزا اور گنڈا کوئی کیون اپنے پاس دیکھا طاووس اپنے بال درپر سے سار نقش دھو اس قدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو دو دلہند زمان مرزا محبتِ بظفر تقویت کا یہ اثر ہو عام جو ہن برگِ رزد شادی صحت سے اُکے آج ہو کر شادشا مین بھی اُس شک چہن بھفل میں وہ مطلع چڑھن</p>	<p>ساون اقلین ہن گو باب بختِ استوا بارغ عالم میں ہی عالم ہو صحت کا رہا پھینک دیگی توڑ کر گنڈا اگلے سے فاختا نام گلشنِ بنین بے زگر س بیمار کا جیکہ ہو اُسکی نوید غسلِ صحت جان فزا اُسکی قوت گر ضعیفون کو بناوے اقویا ہون مقوی دل و جان شل اوراقِ طلا تسلیتِ خوانی میں ہن سرگرمِ صحت سرا بلبلِ تصویرِ سنکر بول اُٹھے مرصیا</p>
--	--

آج ہے عالم میں وہ روزِ سعادت استعلا
مطلع دے اگر زانغ وز عن بھینہ تو پیدا ہو ہما

<p>مردہ جان بخشِ صحت ہے ترا مارا بحیات سب بقاءِ عمر سے تیری بقاءِ عمر خلق قطرہ افشانی سے آبِ غسلِ صحت کے ترے ہو دینِ استعلا یا قوتی میں وہ موتی اگر جسم کو مل مل کے دھو یا تو نے جہدِ تم غسل دل عدوے سنگدل کا تھا شقاوتِ جوخت خوردہ گل کو صبا لانی نقدِ ق کے لئے شادی صحت کا تیری کیا کمون عالم کہ آج چھپے تارِ شمع کو گر ناخن موجِ نسیم لب پہ ساغ کے ہے جون موجِ نسیم موج</p>	<p>جس سے جون بیا ب کشتہ مردہ دل زندہ ہوا ذات ہے تیری جہانین چشمہ آبِ بقاء ہون درخوش آب پیدا اس قدر قوت فزا بخشنے پیران کہن کو نوجوانوں کے قوا گر د کلفت کو دل عالم سے گویا دھو دیا زیرِ پا پا مال ہوتا تھا بزرگ سنگِ پا دے گیا ابرِ بہاری ندرِ دُور سے بہا جوشِ عشرت کے یہ عالم بن گیا عشرت سرا بزم میں پیدا ہوتا سازِ مطرب کی صدا شو قِ قل لب پہ ہے مینانے کے قہقہا</p>
---	---

کبھی میں جبری و مجبور بغیر و تدبیر
 کہ ملاحظہ کی جاتی تھی تردید کلام اکساہ
 چون مسند میں کبھی مالوف و شکل و مقدار
 کبھی حرفوں سے تھا مطلوب و شال و خیار
 خانہ کیسے سے خارج کبھی شکل داخل
 کبھی کرتا تھا قرآن بہ وزہرہ یہ نظر
 کبھی افسون و غریت کبھی تقویٰ و ظلم
 کبھی تھا علم قیافہ میں یہ ادراک مجھے
 کبھی میں رہتا سرودی میں تھا ایسا شوق
 سمیاسے کبھی تصویر کش مہمو مات
 کبھی میں شیخ شیوخ اور کبھی شیخ و مہم
 کبھی میں قرب و فرائض سے تھا عالی درجہ
 ماہر موسیقی ایسا کہ ادا کرتا تھا
 کبھی میں شاعر غزل و ادب دان و بلبل
 کبھی کرتا تھا عروضی کا بھی میں قافیہ رنگ
 کبھی پیش نظر انجیل و زبور و تورات
 کبھی زرتشتیوں میں ایسا کہ سارک و بد
 کبھی یہ آگئی شاستر و سید پزان
 کبھی میں ظلِ سما و تغزین ذی ہوش
 آخر میں دیکھا تو اس مسلم حجاب الاکبر
 فائدہ کیا جو ہر رک علم کی جانی توفیق

کبھی میں قدری و مختار بقدر و طاقت
 کہ وجودی و شہودی سے بیان وحدت
 چون محاسب کبھی معرّف و بضر و فہم
 کبھی کچھ نقطہ سے مقصود تھا رمال و صفت
 شکل خارج و محلی کبھی داخل بیت و غربت
 کبھی تھا دیکھتا مریخ و زحل کی رحبت
 کبھی تجویز و ذکوۃ اور کبھی قصد و دعوت
 ایک صورت سے بیان کرتا تھا میں جو سیرت
 کہ نہ تھی ایک نفس ضبط نفس سے فرصت
 کیسیا سے کبھی میں زرخش گنج و دہشت
 کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت
 کبھی میں قرب و نوافل سے تھا والا رب
 کبھی میں بارہ مقام اور کبھی چارون ہست
 نظم میں نام مرا نشر میں میری مشہرت
 طبع موزون کی دکھاتا تھا جو موز و نیت
 کبھی مصحف میں نظر میری سربراہیت
 زند و پاژند میں کرتے تھے مری تبہ و نیت
 کردن اکثات سے پندت کی کتاہین نیت
 کبھی اخبار و تواریخ میں صاحب خبرت
 عاقبت پایا تو ہاں بلبل کو اہل جنت
 فائدہ کیا جو ہر رک فن کی کھلی ماہیت

چار و ناچار جو ترغیب و یار و ن کی کبھی
 کبھی بہت غمی مری قاعدہ صرف میں ن
 کبھی مطلق کو تفوق پر مرے ناطق سے
 کبھی میں کرتا تھا قصبہ ریح و سالی بیا
 کبھی تقسیم فرماؤں کبھی تقسیم اصول
 کبھی تھا علم الہی کی طرف ذہن را سا
 کبھی تھا عقل پر مذہب مرا مانند حکیم
 کبھی کرتا تھا قدم پر خاک ثابت بہات
 کبھی انکار قیامت میں لانا تھا دلیل
 حشر اجداد میں تھا گاہ تردد مجھ کو
 کبھی غمی عرصہ نزدیک فلک کی مجھے میر
 کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش
 کبھی میں کرتا تھا اعراض میں جو ہر قسم
 کبھی منقول پر مائل کبھی سوئے منقول
 کبھی میں حافظ قرآن بعلم تفسیر
 کبھی کرتا تھا محسوطی پر حواشی تحریر
 کبھی میں کرتا تھا قانون سے تشریح علاج
 کبھی میں کوٹ سے مسندہ بیمار و صحیح
 گہ نباتات کی آگاہ میں کیفیت سے
 کبھی مشائخ میں سے کرتا تھا میں پیشروی
 کبھی میں لغی حقائق میں تھا سوسطالی

درس تدریس پر آجاتی تھی مجھ کو رغبت
 کبھی غمی نوحہ میں ہر نحو مجھے محویت
 تحت حکمت ہو یہ فن گرچہ بہ تحت حکمت
 کبھی میں کرتا تھا تو ضعیف نجوم و ہدایت
 کبھی تسلیم عقائد پر کتاب و سنت
 کبھی کرتی تھی طے کبھی میں طبیعت جوت
 کبھی مشکل مشکل مجھے پاس ملت
 اور کبھی کرتا تھا باطل بسما انشقت
 کبھی تکرار سناسخ پر مجھے تسو حجت
 کبھی غمی عالم ہر زرخ میں مجھے اک حیرت
 کبھی میں ناپتا تھا سطح زمین کی وسعت
 کبھی مثبت مرے نزدیک زمین کی حرکت
 کبھی میں کرتا تھا معلول سے ثابت علت
 کبھی میں فقہ پر اغیب کبھی سوئے حکمت
 کبھی میں قاری قرآن بعلم قرأت
 کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت
 کبھی میں کرتا تھا فاموس میں تصحیح لغت
 کبھی میں نبض سے دانندہ ضعف و قوت
 گہ جادات کی معلوم مجھے خاصیت
 کبھی لیجاتا تھا اشراقیوں پر میں سبقت
 کبھی میں معتزلی باعث رد و رویت

<p>علم ہے لاکھ ہوشی پری بے قدر یہ مغالات مثال قصص مصنوعہ لگ گئی آنکھ مری دیکھنا کیا خواب میں بن اللہ اللہ رے حسن اُسکا کہ سر تا بہ قدم یاد کرتا قدر عینا کو ہے اُسکے زائید چشم و حشی کو اگر اپنی وہ دکھلائے تو جو دل شامت زدہ کے درپے نہ رہے ہلاک آنش حسن سے اک شعلہ سرکش مہنی فوج فرغانہ وہ بیا ہو کصف آرا کو کرے چاہ بابل وہ ذوق اور دھواں زلف کا کس لعل شیریں کی حلاوت پہ جو دھواں عاشق نہ دم سقیم تبسم سے لب اُسکے خور کھولے معنی معدوم کمر کی جنبش</p>	<p>نہ کے کوئی تجھے شمع علیہ الرحمہ ہوئے یکبار جو انسانہ خواب غفلت کہ مجسم نظر آئی ہے نویر بھبت تھا وہ خالق کا نام شامے ظہور قدرت دم تکبیر جو کہتا ہے سدا قد قامت چشم آہو سے ہرن نشہ جام وشت زلف و ازون تھی وہ خسار پرواز وں موج و دوطیف اُسکی بھو وکی حالت دست بیداد سے یک دست و د عالم غارت دل گرفتار عذاب سین ہماروت صفت تو دم نزع بھی عذاب کا چاہے شربت نہ تعافل سے اُن آنکھوں کو نگہ کی عادت واکرے عھدہ سو ہوم لبون کی حرکت</p>
---	---

شوخی و ناز کی تعریف میں اُسکی مطلع
 وہ پڑھوں میں کہ جسے ننگے ہو دل کو فرحت

<p>شوخی اُس چہرہ میں یوں یوں ہو جیسے حرکت لب پان خوردہ کی شوخی کے ہے آگے کیا با ازک اذام وہ اور سنگدل اُن سے بھی سو سیلی سینہ پہ نہ تھی جدہ پس پشت کا کس پیشانی رنگ کا وہ اپنے دیکھی کہ غما اللہ اللہ رے تری کانت اُن سے تہنر</p>	<p>نازیوں چشم میں نرس میں ہو جیسے نت کر گادے وہ سیکا پہ بھی خون کی نہت آیا جن سنگدلوں کے لئے ہے شہر قسٹ نظر آتا تھا صفائی سے الف کی صورت ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل میں جنبت وادہ سے تیرا بخت رزی بل بے نخت</p>
--	--

فائدہ کیا کہ جو دیکھے کتب ہر مذہب	فائدہ کیا جو ہوئی آگئی ہر ملت
عقل سے گرج کیا مادہ ایسا پیدا	کہ ہر شکل ہو ایک تازہ محل صورت
یا بنائی کوئی صورت کہ جسے دیکھ کے ہو	ہیکل روم سے تجانہ چن تک حیرت
بے مقدر نہ پڑے صورت مہر و نظر	دورائینہ دل سے ہنوز تک کلفت

پڑھون اک مطلع جربستہ میں اس موقع پر
جس کو سندر کہیں اخست سب اہل فطنت

گرنہ دے صاحب جو ہر کو مقدر عزت	جو ہر فرد ہے بالفرض تو کیا بے قسمت
کہا ہوا علم مقولہ سے اگر کیف کی ہے	لیک بے یادری بخت نہیں کیفیت
قاسمی چرخ بھی جو تو ہے تو کیا گرتیرے	مثل دہقان فلک رکھتے ہیں طالع بخت
دور گردن نہ موافق ہو تو ہوا درخیز	جرا ثقال میں تو جتنی اٹھائے محنت
آئے برکشتگی بخت کے چلنے کی سین	نظری و عملی کوئی بھی تیری حکمت
کو فصاحت میں تو سبحان ہے دے بے تقدیر	حرف مطلب پہ زبان کو پوری ملکیت
گو ریاضی میں ہے صنائع اگر بخت ہیں بد	نقش باطل ہے تری شکل وہ حسین صنعت
کیا ہوا جانا اگر مسئلہ بیروستار	پستی بخت سے شکوہ نہیں ہے رفعت
کام تقویم نہ آئے نہ تری اصطراب	طالع بد سے اگر نیک نہ آئے ساعت
علم سے ہونہ کبھی چارہ آزار نصیب	پور سینا ہے تو کیا سینہ میں خون حسرت
سو دوائیں ترے نسخہ میں ہوں پر بے تقدیر	نہ ہو مالمخاصہ تاثیر نہ بالکیفیت
علم نیرنج سے گو بودے تو نخل نارنج	بے مقدر نہ ہو حاصل نثر خوش لذت
علم سے جو سبق آموز ملائک تھادہ دلیہ	بخت بد سے ہوا مستوجب رجم و لعنت
ہوا سحر دلائلک یطلسوم و جہول	یعنی انسان قوی بخت و ضعیف الخلفت
د مصروف سے ہو تو صوفی سجادہ نشین	بے مقدر نہ کراست ہونہ خرق عادت

<p>ایٹھی ملتی ہوئی آنکھوں کو کہیں باپنی ملت لبِ سبکین پسی کی پڑی پسی کی رنگت ہو گیا زورِ رخ شمع چپداغ خلوت ہو گئی خواب کو آوازہ کو سوسِ رحلت مثلِ مرغِ غنِ سحرِ طمہ از عشرت بادِ صحرِ ہو کے نازی نے ہے بازِ سی نیت چلے جسنما کو برِ من کوئی لیکرِ سورت کہ عداوت ہے اگر کیجئے ترکِ عادت ایک جانب سے لگی آنے صدائے نوبت روزِ شادی کی ہے آمدِ شبِ غم کی خضعت کئے طوبی لاک ہر شاہدِ طوبے قامت اب قوی ہیں ترے طالع تری یادِ قسمت دورِ میں جسکے ہے ہر صبحِ صبا بح دولت خسر و جسمِ خدم و داور دارِ حشمت حامیِ شرعِ نبی ماحیِ شرک و بدعت مردِ مجذوب سے گر ترک ہو سترِ عورت کون اسکا نہیں سرِ گرمِ ثناء و مدحت</p>	<p>لکے انگریزائی کہیں پہننے لگی رام کلی چشمِ برست سے نازِ من کا جیلِ حلا بے تک آیا نظرِ حسن برِ داغِ جرج جوئے مرغِ سحری عرش سے آوازِ جزل باغِ عالمِ من میں مرغِ غنِ اولیٰ اجنہ تک وہی ہے سجدِ من مؤذن کے اذانِ بہرِ ناز ہوئی تھانہ سے نافرِ س کی سپدا آواز اٹھے یخوارِ صبحی کے لئے لیکے سبو اک طرف سے ہوئی گھڑیاں کی آوازِ بلند سحرِ عید ہے کر عید کا سامانِ نشاط آج وہ دن ہے کہ آغوشِ من لیکرِ کجگو اب میں بیدار ترے بخت مدد کا نصیب فر کر تملیت عید کا اس شاہ کے تو وہ شہنشاہِ بہادرِ شہ کرے انصاف قوتِ ملت و دین قانع کفر و اسحاق حکمِ شرعی سے کرے سلب وہ نیک بخت ملون اسکا نہیں دصافِ صفاتِ نیکو</p>
---	--

سننے ہی میں نے بھی وہ مطلع روشن لکھا
 مطلع صبح کو ہوسا نے جسکے غفلت

<p>کھول دے معنی امتتِ علیکم نعمت تیرا دیوانِ عدالت ہے محلِ عبرت</p>	<p>صحفِ رخِ تھوڑے سایدتِ العزت تیرا دروازہ دولت ہے مقامِ استبد</p>
--	---

پھر اندازِ بلا نازِ قیامت طنناز
 جا بجا عالمِ مستی میں قدم کو لغزش
 آگے اُس رشکِ سچانے کہا بالین پر
 شورِ بختی سے نہ اتنا نکل نشان ہو کہ ہو
 کہا سبب ہوتا کہ درت سے نہیں کیون غالی
 بزمِ ہستی میں نوہنس بول رہیگا کب تک
 آتشِ دل سے ترے گوشہ تہائی میں
 وقت ضائع نہ کر اٹھ بسترِ اندوہ سے تو
 فکرِ باطل سے نہ کر دل کو خشک تو اپنے
 دیکھ تو کیا انقِ مشرقِ انوار سے ہے
 ادھم لیلِ سرِ عرصہ ہے برگشتہ عنان
 جانبِ شرق ہے نوزیِ فلقِ بال کشا
 چرخِ مینائی پر اک سبز پری کا عالم
 نگہست گل جو ہوا میں تو ہوا عطرِ نشان
 کھلے ہی جاتے ہیں سب غنچہ نہ ہے جوشِ نشاط
 آج یہ جوش ہے رحمتِ باری کہ کہیں
 طفلِ نوشق کی شعلی کی طرح شستو تبار
 کہے یہ زند کہ اوزدِ ہر فردِ شامِ گزشتہ
 قل ہو اژدہ کا قلیا ہوئی زاہد کی ہمتِ سلم
 اس قدر سازِ طرب ساز کی آواز بلند
 نغمہ بر لبِ کہیں مطرب پس ز سرِ جبین

سحرِ چمک ستم اباؤ کرشمہ آفت
 و مہم نشہ صبا سے زبان کو لکنت
 لاشہ قہر کہ یہ غافلِ ہننِ وقتِ غفلت
 بادِ میکدہ عیش کی گرم کیفیت
 دل ترا شیشہِ ساعت کی طرح یک ساعت
 صورتِ شمعِ محسوسِ سوختہِ ردائی صورت
 جنگلی شعلہِ حوا کہ کس نہ وحدت
 چل دیکھ وہ نک ہے حرکت سے برکت
 ہے تجھے مثلِ سحر یک اوجش کی مہلت
 جلوہ افروزِ رنجِ بانو سے صبحِ عشرت
 اشب یومِ بک سیر ہے سوئے ساعت
 جانبِ غرب ہے پردارِ غرابِ ظلمت
 شفقِ صبح پر اک لال پری کی حالت
 تازگی گل کو چمن میں تو چمن کو نہ بہت
 لوٹے ہی جاتے ہیں گلِ بلِ بی ہنسی کی شدت
 نہ ہی کلفتِ عصیان سے جہا نہیں ظلمت
 دھو دے مسنون کے سپہ نامہ کو ابرِ حرم
 لنگے گر بادِ نوزد کہ کس کی قیمت
 سننے ہی قفلِ مینائے سحرِ عشرت
 پھیریں گرتارِ گھرِ کج کا تو ہو پیدا و صیوت
 جامِ دردست کہیں مغیہِ اُڑ طاعت

اثر سے باد بہاری کے لہلہاتے ہیں
 نخل کے سنگ سے گر ہو شرارہ تخم نشان
 زمین پہ گرتے ہی لے آئے دانہ برگ و ثمر
 ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ
 نہ خار و دشت ہے نرمی میں خواب فحل ہے
 ہوا میں ہے یہ طراوت کہ دودھ گھن بھی
 یہ آبا جوش میں باران رحمت باری
 ہر ایک خار ہے گل یہ گل ایک باغ عیش
 ہر ایک قطرہ شبنم گہر کی طرح خوش آب
 کرے ہے صبح شکر خندہ اس مزے کے ساتھ
 سوار تہی ہے جو شام اپنی زلف مشکین کو
 نہال شمع سے ہر شب جتنے گل شبتو
 پہنے چراغ تو ایسی ہنسی میں پھول بھرن
 رہے ہے چرخ پہ ہر صبح جون صبوحی کوش
 عجب ہین ہے کہ آرائش زمانہ سے
 چمن میں ہے یہ درخان سبز پر جون
 نہ کیونکہ دیکھ کے گلشن کو یہ چرخوں مطلع

ظہور نرگس و گل حبس کوہ سمیع و بصیر
 نسیم نکمت گل المہر و لطیف و خیر

شمیم عیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگین
 حل سے صحت تلک جا بجا ہیں تصویرین
 کہ قرص عین زار ہے زمین تو گرد و سیر
 بنا ہے مانیم بالابھی عالم تصویر

قطعہ در تہنیت جشن نوروز

خسرواؤں کے تراژدہ جشن نوروز
خبر عیش تری دی ہے چمن کو جاکر
بادہ جوش جوانی کی ہے گویا اک سوج
چند قطرہ سے بن شبنم کے وہ بلکہ کمتر
حسن نیت سے ہے نو یوسف بصر شیش
شش محبت پر ہے جو غالب ترانہ پرتیخت
نہ بجھے آب سے آتش نہ حسرتش سے جلے
تیرے منصوبہ کے تابع ہیں سب حکام نجوم
لایا ہے معنی رنگین سے یہ فعل خوش رنگ
خسروا ہوتا ہے اس رنگ سے معلوم یہ رنگ
بزم رنگین میں تری رنگ طرح ہر روز

آج ہے بلبل تصویر تلک زمرہ سنج
زر گل سبک سبا پائے نہ کیونکر پار سنج
تن پیران کمن سال پہ ہر چمن مشکین
آگے ہمت کے ترے گوہر شہوار کے گنج
دستِ حاتم میں بجا ہے کہ جو دین تیغ و تیغ
فتنہ کو اٹھنے میں جو نرود ہے کیا کیا شش
ایک سے ایک موافق کہ مر جان و مرغ
صفو تقویم کا گویا ہے بساطِ شطرنج
ذوق جو بیج و ثنائین ہے ترے گوہر سنج
رنگ نوروز جو ہے اکے برنگ نارنج
اور تری خاطر اقدس پہ کبھی کالے نہ سنج

قصیدہ منبر

زبے نشاط اگر کیجے اسے تحریر
زبان سے ذکر اگر چھپے تو پیدا ہو
ہوا یہ باغ جاہن شکفتگی کا جوش
کرے ہے والہ غنچہ در ہزار سخن
کچھ انبساط ہوا ہے چمن سے دو رہن
قفس میں بیٹھ کے بھی شوق نور سنج سے

عیان ہو خار سے تحریر نور جلی صبر
نفس کے تار سے آواز خوشتر از ہم وزیر
کلید قفل دل تنگ و خاطر سرد لکیر
چمن میں موج تبسم کی کھول کر زنجیر
جو دا ہو غنچہ منقار بلبل تصویر
عجب نہیں کہ ہو مزع چمن بنا صغیر

<p>شہا ہے دم سے ترے زندگانی عاکم مثالِ خضر تو اسے رہنا ہے ملت و دین تو وہ ہے حامی دنیا دین زمانہ میں کیا شہانِ سلف نے سحر ایک جہان سحر سے شامِ ملک زرفشان ہے پنجہ مہر فلک پہ کرتا ہے ہر شب ادا جو سجدہ شکر یہ روزیہ سے ترے ہے جوانِ جہان گمن حیاتِ بخش جہانِ تیرا مرادہ صحت ہزاروں سال سرِ صدی نکال کے دانت جہان کو یوں تری صحت کے ساتھ صحت ہے یہ وہ خوشی ہے کہ فریہ ہوں جس روبرو پڑھوں ثنائین تری اب وہ مطلع روشن</p>	<p>یہ تیرا دم ہے وہ اعجازِ عیسوی تا ثیر جہان میں پیر ہو پیر ہو کمر استون سے پیر کہ تجھ سے زیب ہے دنیا کو دین کو تو تیر کئے ہیں تو نے شہنشاہِ دو جہان تسخیر نثار کرتا ہے ہر روز ایک گنجِ خطیر نشانِ سجدہ ہے زیبِ جبین ماہِ سینر کئے نہ کوئی دوشنبہ کو بھی جہانین سپیر جو بخشے حسیں کو عمر طویل و عیشِ کثیر ہنسین اجل پہ جوانوں کی طرح مردم پیر صحیح جیسے کہ قرآن ہو معِ نفسِ پیر ہلالِ بست و نہم کی طرح بدن کے حقیر کہ جب کا مطلع خورشید بھی نہ ہو و نظیر</p>
---	---

شہنشاہِ تری روشنی راے سینر
 عقولِ عشرہ کے انوار جس کے عشرِ عشر

<p>جو ہونے تابع امرِ تشاؤ مر و اسے فی الامر جو ہیں نجات و معافی بشر کے فہم سے داد اگر ہے سہو کو کچھ حسلِ حافظہ میں تو یہ جیسا ہے گر متعلق تری نگاہ کے ساتھ ترا تو سیکھ بھی یوں ہے داخلِ حسات کرے ہے سلبِ تغیر کو ذاتِ حادث سے محال کیا کہ ترے عہد میں شرِ کھیر</p>	<p>تو عقلِ کل کو کرے تو نہ ہرگز اپنا مشیر وہ تیرے ذہن میں موجود سب قلیل و کثیر نہ اپنا یاد ہے احسان نہ اور کی تقصیر تو ہے ضمیر کی جانب تری صدا کی ضمیر کہ جیسے صحبتِ اصحابِ کف میں طعیر زمانہ بدل سے تیرے یہ اہمیتِ دال نہ پیر اٹھائیں سر کو شرارت سے سرِ شانِ شیر</p>
--	--

جہات تہ سے بزم جہان ہے وسعت خواہ
 زمانہ دشمن عشرت کا اس قدر قاتل
 ہوا ہے مدرسہ بہ بزم گاہ عیش و نشاط
 اگر پیار ہے صغریٰ تو ہے سب کو کپے
 زمین میکدہ پختہ و نشاط انگیز
 دیا ہے رنج کو دھو ترے غسل صحت نے
 عجب نہیں یہ ہوا سے کہ مثل نفع صحیح
 شہنشاہ ترے میں شفا سے کامل سے
 کہ چوب گھل کو اگر مارین بید مجنون پر
 اشارہ فہم ہوا یا کہ وہ بیان کرے
 یہ سیل کھل بصارت ہو کلک خط غبار
 نہ موج نے کو ہو پیش پیش شیشہ بے چکی
 نہ برق کو تپ لرزہ نہ ابر کو ہو ز کام
 بدل گئی ہے حلاوت سے تلخی دارد
 قوی ہے قوت تاثیر سے دوا طبیب
 شکست دلو ترے میں تندرستی سے
 تو موئے کاسہ چینی کو چارہ ساز قضا
 کھجائے سرج بھی سفدان سرکش کا
 بنا ہے نقش شفا خانہ ہزار شفا
 ہر ایک اسم غریب میں اسم اعظم ہے
 رہا نہ کوئی گرفتار رنج عالم میں

ن

کہ ہے ہجوم نشاط و سرور جسم غفیر
 یہ صیام کو دیکھے نہ کوئی بے شمشیر
 کہ شمس بازغہ کی جا پڑھین ہیں ہر نیز
 نتیجہ ہے کہ سرست ہیں صغیر و کبیر
 کہ لانے سے ہو دیوار فقہا القبر
 ضمیر خلق سے اس بادشاہ پاک منصب
 کرے اگر حرکت موج چشمہ تصویر
 جو لا علاج مرض تھے وہ ہیں علاج پذیر
 تو صورت بشر ہو شمند خوشش تقریر
 زبان برگ سے گو گنگے کے خواب کی بغیر
 تو چشم دائرہ عین بھی ہو چشم بصیر
 گئی جہان سے یہ بیاری فوان و زخیر
 نہ آب میں ہو رطوبت نہ خاک میں تیغیر
 شراب بکھ بھی ہو میکشون کو شکر و شیر
 غنی قبول کی دولت سے ہے دعا فقیر
 کرے درست اگر مویا سے تندریر
 نکالے کاسہ چینی سے مثل موئے خیر
 علاج خارش سر ہو بنا خن شمشیر
 ہر ایک خانہ نقویہ صاحب تکبیر
 ہر ایک نسخہ شفا میں ہے نسخہ اکبر
 چٹے جو ترے صدق میں نجران اسیر

خدا یو مہر کلمہ خسرو سپہر سریر
فلک ہو پورا خستہ معین و بخت بصیر
تو ہونٹی ہونٹی سے ہر خاک کی بنے اکسیر
کرے نگاہ سدا بجوہ آب غسیر
نگین دست سلیمان بدست مای گسیر
نہ ہے دعا کے لئے تیری انتہا دا خیر
غلام پر کہن سال ایک فقیر حقیر
سنا ہے جب کہ رحم خدا دعاے فقیر
زمین پہ نہا ہو فلک اور فلک کو ہندویر
زمین پہ خضر کی تا ہو فنا نہ دامن گسیر
بجاہ و دولت و اقبال و عزت و توقیر
سپاہ وافر و ملک وسیع و گنج خطیر

شہ بلند نگہ شہر مایہ والا جاہ
جان سخن و عالم مطیع و خلق مطاع
زمین ہو بنجر و تیرے سماج بخشش سے
بچشم مہر اگر تیرا نسبت اقبال
تو فلس فلس سے ہوا بہتوں کے وقت شکار
نہ ہے ثنا کے لئے تیرے اختتام و نام
مگر یہ ذوق شناسیج مدح خوان تیرا
کرے ہے دل سے دعا یہ سدا فقیرانہ
آلہی آب پہ ہوتا زمین زمین کو ثبات
فلک پہ چھوڑے نہ تا دامن سیج حیات
عطا کرے تجھے عالم میں فادہ قیوم
تن قوی و مزاج صحیح و عمر طویل

قصیدہ نمبر ۴

اک گہر دیکھو تو ہون کتنے ہی پیدا گوہر
تیرے دریا سے بچک کر ٹھل آیا گوہر
مرزع کو دانہ ملا سہنس نے پایا گوہر
غرق ہے آب میں پرتیر بنین اصلا گوہر
گرد آلود تیسری ہوا تنہا گوہر
کر پکھتا نہیں جس نے دیدہ بنیا گوہر
ہلکیا اثر الہوا لگ کے نہ بھلا گوہر

ہن مہری آنکھ بن اشکون کے تماشا گوہر
نظر خلق سے چپ سکتے بنین اہل صفا
رزق تو درخور خواہش ہے پہنچتا کب
پاک دنیا سے ہیں بنیا میں ہن گو پاک مرث
ہے دل صاف کو غزلت میں بھی گرد و غبار
کور باطن کو ہو کیا جو ہر دانش کی شانت
غیر پر پایہ نہ کم پایہ سے ہو ضبط ہوس

ہوا میں آ کے جو کرتا ہے سرکشی شعلہ
 ترے نسق سے جو بالکل بھی نہ خوریزی
 جو پہنچے شگدہ میں تیرا شور دینداری
 کیا یہ کفر کو اسلام نے ترے معدوم
 جہان میں چشم یہ ست یار کا ہو پتہ نگ
 پڑے گلے میں رمل خط سر سے اسکی
 وہ برق تیر خدا تیری تیغ آتش دم
 جو ہے خدنگ کا تیرے نشانہ چشم حود
 ترے منیب سے ہوں شکل فلس مایہ الگ
 جو تیر غلے کمان سے تری وہ ہو جامے
 ترے ہے خامہ طعرا نگار میں یہ زور
 نو اس سے ایسی ہوں اشکال ہندی پیدا
 وہ روشنی ترے خط میں کہ ابن مقلہ اگر
 تو ہو یہ نور بصارت کہ پڑے حرف بجر
 رقم میں گر ترے اوصاف کے قصور
 ترا سمند ہے وہ تیر رو کہ دست حرام
 کہ سیر گاہ ہے اسکی تو راہ یک دزدہ
 ترے جو نیل کی تعریف خسرو الکن
 کہ نیل کوہ کجک تیشہ فیلبان فرما د
 چلے نہ اشرفی آفتاب عالم میں
 ابو ظفر شہ والا گریب باد ریشہ

تو چکیاں دل آتش میں لے لے آتش گیر
 اڑا بیوں میں کہیں پھوٹی نہیں نگر
 بلند مالہ ناقوس سے بھی ہو کبیر
 کہ کوئی زلف بتان پر نہ کر سکے تکفیر
 جو سیکشون کو تیرا احتساب دے تعذیر
 رے مرام وہ گردش میں از پے تشہیر
 کہ جسکی آج ترے دشمنوں کو مار سیر
 تو ہے تنگ کانیرے دل عدو چہر
 کرین نہ حلقہ جو ہر رفاقت شمشیر
 طلب میں جانِ عدو کی روان قضا کاغیر
 جو کھینچے ایک روش خط مخفی وہ لکیر
 سٹا دے دیکھ کے افلیس اپنی سب تحریر
 لکائے آنکھوں سے سرے کی جاتری تحریر
 جو ہو دے لوح جبین پر نوشتہ تقدیر
 زبان خامہ عطار کی ناک میں دے تیر
 نظر ہو دیدہ زرقا کی بھی نہ اسکا نظیر
 اور اسکا شرق سے تا غرب عرصہ سیر
 کردن حکایت شیرین و کوہن تختہ سیر
 وہ و دون دانت صفا ایک یک جو شیر
 خط شعاع سے اُسپر جو یہ ہنوت سریر
 سراج دین نبی سایہ خدا سے قدر

<p>کوئی دم میں روشِ غنچہ ہنسنے گا گوہر کیا تماشہ ہے کہ بجائے ہے مومخا گوہر گوشِ خوبانِ منسبر میں مصفا گوہر آج ہے خامہ مرا سحر سے اگلنا گوہر</p>	<p>سویں گوہر میں بھی ہے طرزِ تبسم پیدا رخِ گلرنگ پہ ساقی کے عرفی کا قطرہ قطرہ آبِ لطافت سا ہے پکا پڑتا مدح حاضرین کروں میں کوئی مطلع تھک رہا</p>
<p>آج وہ دن ہے کہ اسے سرور والا گوہر کوہ دے نذر تجھے لعل تو دریا گوہر</p>	
<p>بیم سے زرتلک اور لعل سے لے تا گوہر ہو نصیبِ صدفِ نقشِ کفِ پا گوہر لوٹ کر جو نری سُمرن کا گرا تھا گوہر جو ترا طرہ دستار کا چمکا گوہر صاف قندیل در سجا اقصا گوہر عدنِ علم میں ہے قلبِ مصفا گوہر موتیا میں عوصنِ غنچہ ہو پیدا گوہر تیرے کھٹکے کا کہوں کیا اُسے زیبا گوہر کھٹکے ہیں نسخہٴ سفلس میں اظہار گوہر اے محیطِ کرم وجود کے کیٹا گوہر کفِ دریا کو بنائے یرِ بیضا گوہر گر بسنِ پائے کہیں شک نے توڑا گوہر پوستِ بیضہ ماہی سے ہو لہکا گوہر ابرِ مردہ سے برسے لگیں کیا کیا گوہر لگنِ شمع میں ہیں آنسوؤں کی جا گوہر</p>	<p>بھر دبر میں ہے شہا تیری مہیاے نثار ہو ترے فیضِ قدم سے جو زمین گوہر خیز مشتزی کہنے ہیں جسکو وہ اٹھالا یا جہنخ صبحِ اقبال و سعادت کا ستار چمکا تیرا آویزہ سر پہچ کا اے قبلہٴ خلق حلبِ خلق میں ہے سینہ ترا آئینہ پرورشِ دیوے چمن کو جو نرا ابرِ کرم ماہِ کہنے کے لئے ہے نہ کہ گنے کے لئے دُرفشانی سے تری اتنے گہر میں ارزان عکس سے نیرِ اقبال کے دریا میں ترے آبِ گوہر ہو تو ہو آبِ یہاں عجا زنا کوہ کا زہر کرے آبِ تری ہیبتِ عدل طبعِ نازک پہ تری بار گہر ہو جو گراں آبِ دریا کرم سے جو ہو تیرے برابر آج محفلِ میں تری وہ گہرا نشانی ہے</p>

جو ہر خوب کو درکار ہے آرائش خوب
سرکشی کرتے ہیں بے مغز نہ پر مغز و قار
ربط ناچیز سے کرتے ہیں کوئی پاک ہناد
دلخراش او ہے طاقت و دہل کچھ اور
نہیں کو عالم بالاکہ ہے شرط استعداد
صدق اور کذب پہ ہر نکتہ کی ہے شرط نظر
صاف باطن کی ہو جب قدر کہ ظاہر ہودست
ہوتی غربت میں اگر قدر نہ خوش جو ہر کی
خلش خارجہوں سے ہے پردا کیا کیا
دل عاشق میں کرے کیوں کہ نہ آنسو راج
ذوق موقوف کر انداز غنہ کھانی کو
غوطہ دریائے سخن میں ہے لگانا بہتر
اشرم ح سے اُس خسر و دریا دل کے
وہ بہادر شہ غازی کہ بزمکِ نسیان
جشن سے اُسکے ہے اک فیض کا دریا جاری
زیور آراہوں اگر آج چمن میں گل سرور
پہنچے کر گوشِ صدق تک یہ نویدِ عشرت
کتا ہے قطرہ نسیان بھی کہ اس درمیں کاش
جدول آب میں کثرت سے جابون کچھ ہے
ٹوٹا ہے کشمکشِ عیش سے جو صبح کا ہار
گل شکستہ میں یہ قطرہ باران سے بہا

خوب تو آب کی خوبی سے ہے ٹھہرا گو ہر
جز حباب آب سے سرکشیچے نہ بالا گو ہر
ہو نہ ہم صحبت نازکِ حبابِ آرا گو ہر
کہ نہ گو ہر کبھی ہیرا ہو نہ ہیہرا گو ہر
قطرہ کجا ہے لبِ شیر ہے کجا گو ہر
کو رکھا جانے پسچا ہے کہ جھوٹا گو ہر
مول بھی ٹوٹ گیا صاف جو ٹوٹا گو ہر
تو کبھی کان سے باہر نہ نکلتا گو ہر
ہر قدم پر قدم آبلہ فرسا گو ہر
اسی الماس سے جاتا ہے یہ بندھا گو ہر
دھونڈا اس بھر میں اب تو کوئی اچھا گو ہر
آگے تقدیر سے خرمرہ ہے یا گو ہر
کر سخن قابلِ گوشِ دل دانا گو ہر
روزِ بر سائے ہے ابر کرم اُسکا گو ہر
بتے پھرتے ہیں بزمکِ لبِ دریا گو ہر
بھینٹہ قمری و طبل ہوں عجب کیا گو ہر
اتنا بالیدہ بخود ہو کہ ہو مینا گو ہر
ہوتا میں دانہ دانہ انگور نہ ہوتا گو ہر
مانگ میں مثلِ بتِ خوشیتن آرا گو ہر
بکھرے شبنم سے ہیں گلزار میں کیا کیا گو ہر
بھر دے درجکِ یا قوت میں کو یا گو ہر

جب تلک جوش بہار آن پہوے دم صبح ہر برس جشن ترا تجکو مبارک ہو دے دوستوں کو ہوتے گنج گھر روز نصیب	مانکے شبنم سے سردا من صحر اگو ہر برسین نیسان کرم سے ترے شاہ اگو ہر ہونہ خرا شک سردا من اعدا گو ہر
--	---

قصیدہ نمبر

<p>ہے وہ جا زار و کے نافع اعضا و جہاں قطرہ سے سے ترقی خواہ جس خنہ ہو دے اس وغین کبریت سے شل نرسن خشک مغز و نگہ جو ہوئے گلاب سکی بو قلب بیت اگر اس سے بالکل ہو تو کیوں اُسکی دولت سے عجب کیا دل بخلس بوغنی دیوے ساقی جسے ایک جام وہ دعوئی کے اللہ اللہ رے تری سستی رہا لا دستی سلسبیل آ کے اگر ظلم سے ہو سبیل زندگانی سے ہے مقصود شراب ساقی زندگی چند نفس ہے کہو زاہد سے کہ تو بیٹھ گوشہ میں نہ تو چھوڑ کے اس طلبہ کو مے نہیں برقع مینا میں مگر جلوہ فردز اسے خاک دل کبھی تو اس سے ہو سر گرم نشا دل جو گھر غم کا ہو کیا اُنہیں ہو سر ما عیش دل پر دوسو سے کی ہوتی ہے مے سے داشت</p>	<p>کہ دل مرزہ ہو زندہ تن جیس حساس یون ہو بطرح کہ اک نقطہ سے ہون پانچ پچاس زنگ خار جو کلفت سے ہو ہر نگہ اس ترد مانع اتنا ہو دم لینے ندے نرط عطا قلب انسان میں تہوڑے مبدل ہو ہر اس کہ یہ ہے شربت دینار علاج اظہار آج جو پاس ہے میرے نہیں جمبید کے پاس شب کے مست کہ کر لولی گرد و گسار کے مینوش کہ بھینی ہے کہیں اُس سے پاس اور باقی تو ہے سب ہم و خیال دوسو اس پاس کر عیش کا کیا کرتا ہے پاس انفا دیکھ رندان خرابات نشین کا اجلاس کوئی خورشید نقابے شفقی رنگ لباس غم کو جا دلین نہ دے جیکو نہ رکھ اپنے اودھ وہ شل ہے کہ کمان گھونسلہ میں چل کے پاس کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے قبض دوسو اس</p>
--	---

دستِ فراش میں جا رہا ہے ریشِ فرعون
 تیرے دورانِ حفاظت میں کمانِ رنج و گزند
 افسی زلف کے کاٹنے کو ہے جونِ مہر مار
 سینہ صافی کا تری ایک ہے نقشہ دریا
 فقرہ خنک ترا ایسا برنگِ شفاف
 عرقِ دریا سے جواہر میں ہے وہ کوہِ گران
 پیل تیرا ہے بلندی میں فلک سے افزون
 لیکے خرطوم میں جواب ہو وہ قطرہ نشان
 ہے ترے قطرہ پیکان سے دمِ بارش تیر
 تیرا نیزہ ہے وہ طائر کہ عرصہ دانہ کے
 شعلہ برقِ غضب سے ترے شامِ آب
 مہر دارون میں ہے دربار کے گرامِ عقیق
 کرے گردن کی طرح سے وہ بادِ امیب
 ہو تری کلکِ کرم جبکہ شہا کو ہر بار
 نقطہ قافِ قلم سے جو ہو ترے ہمسر
 سینہ صافی سے تری ہو دے صفا ایسی عام
 ہو جو روشنگرِ عالم ترا نورِ دانش
 خسروا میں جو کمونِ سب ترے اوصاف کو
 ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختمِ سخن
 تار ہے پنچہ خورشید پہ ہر روز طلا
 دانہ انجم گردن سے پروئے جب تک

فرش پر تیلیوں میں اُسکے جو صد ہا گوہر
 حق میں بیار کے تجا رہے لب کا گوہر
 ز گوشِ خوابان میں تیر زلفِ سخن سا گوہر
 دل روشن کا ترے ایک منو نا گوہر
 رو برو جس کی صفائی کے ہو سیلا گوہر
 کل میں مہندی کے جھڑن لعلِ پینا گوہر
 مہول میں جسکے ہیں انجم سے زیادہ گوہر
 دیو سے جو ابر بہاران ابھی برسا گوہر
 جگر چاکِ عدو میں صدف آسا گوہر
 مہرہ پشت سے دشمن کے ہے چننا گوہر
 شلِ مزج ہر اک سرخ ستارا گوہر
 آبدارون میں ہے سرکار کے ادنیٰ گوہر
 جوہری جسکو کہ تبتلائے ہے گرجا گوہر
 جیم محتاج کے دامن میں ہو نقطہ گوہر
 قاف تک قاف سے ہو بیضیِ عتقا گوہر
 دلِ کافر میں بھی ہو خصالِ سودا گوہر
 سوے چینی میں پرویا کرے اعمیٰ گوہر
 تو سدا منہ سے مرے بھول جھڑن یا گوہر
 تاکہ ہوسنگ سے لعلِ آب سے پیدا گوہر
 تاگرہ میں رکھے شبِ عقدِ ثریا گوہر
 رشتہ کا بکشان میں شبِ یلا گوہر

<p>دیکھے آہو کو جو منیم تو وہیں عسدر نرا زہے خورشید کے طالع کہ شعاع خورشید ایسا چالاک کہ اس طرح سے اڑ جاتا ہے پہنچے اُس خوش فلک سیر زمین پایا کو تیرا ہاتھی ہے فلک کا بکشان ہے خرطوم ذنب و راس وہ جن سے ہوں سیہ بخت عذر رنگ باہمی کا سیہ اور وہ دانستہ کے سفید طرف صفت سے لپٹا ہے شب یلدا نے ختم کرتا ہے سخن ذوق و طاب اس طرح نوشہ بھر دیراے شاہ سکندر فرہو عبد ہر سال ہو قرخ تجھے باعیش و نشاط</p>	<p>وہاں تک کہ آنکھوں کی روشنی کا دھڑا وہ ترمین ترے گھڑے پہ لگے جاتے قطار جس طرح عاشق دل باختہ کے ہوش ہوا نہ ختم کا خیال اور نہ ہندس کا قیاس کان دو نور و خور و دم ہے ذنب ہر راس ماہ و خور وہ کہ ہوا خواہ ہوں روشن انفاس کتاب ہے دیکھ کے یہ ظلمت و نور اپنا قیاس صفحہ صبح سنوڑ کو شال سر طاس تا ہوں دریا میں گہر کان میں پیدا الماس دے خدا عمر خضر تنگ حیات الیاس تو ہمیشہ رہے خوش اور تراب خواہ اوداس</p>
---	---

قصیدہ نمبر

<p>ایک خورشید لقا طرفہ جوان ارشق دہ جبین ماہ سبین اُسے خط جبین کرے دو ٹکڑے جگر کھینچ کے ابرو تلوار تیرا انداز جو مژگان تو ادا دشتہ گزار ظہر و ناز کرشمہ و بلا فارت گر سرد قامت من اندام گلستان رخسار سرد قامت ہے اگر اُس کے ہو طو بے سرکش شکر آئینہ باوام نقشہ دندان</p>	<p>تاب رخسار فلک سرخی رخسار شفق تھی دہ انگشت بنی جسے کیا ماہ کو شفق باندھ کر کھینچ لے دل زلف مسلسل کی ہون چشمہ المین تو نگہ ترک سوار ابلق کہ نہ چھوڑیں تن عشاق میں جان لیک من ہونٹ گلبرگ دہن غنچہ و بینی زنبق راست ان راست ہے کل طویل احمق سب فردوس زرخندان سب خندان فیتق</p>
---	--

<p>توبہ کر توبہ نہ کراتنی زیادہ بکواس حامی شمع ہے وہ بادشہ پاکِ نفاس خانہ توبہ و تقویٰ کو کیا محکم اساس کرے ہر قطرہ کیلجے میں خراشِ لاس جکے پینے سے ہو جھینے ہی سے بخوار کو یاں تو رہے حشر تلک سوزنِ دور و آس کہ یہ روغن ہے سر آتشِ شتر خناس توڑنا سنگِ نمک ہے وہ شیشہ کا کلاس تو صدا ہو نہ بلند اس سے بجز حمد و پاس کہ سخن فہم و سخنور کا ہے وہ قدر شناس</p>	<p>میں یہ کہتا ہی تھا جو دل نے میرے مجھے کہا ایسے مردارِ بد افعال کا تو نام نہ لے شاہ و پندارِ بہادر شہِ غازی جس نے دور میں اُسکے ہو کر مرکب سے کوئی مے اگر آبِ بقا بھی ہو تو ہو دہ زہر آب و خود سے اس عہد میں گرزِ خم کو کچھ بھرا کہتے اس آبِ شرا گیز کو میں آج بشہ تاناہ باقی رہے مے اور نہ مے میں سستی احتسابِ رسکا جو دے سنگِ شیشہ کو ٹپک مدح حاضرین پڑھوں اُسکے کوئی مطلع میں</p>
---	--

نطق شیرین دہ ترا شہد کہ ہر درد کو راس
شان میں جس کی شافِیہ و شفاءُ للناس

<p>عہد میں میرے ہے کافر کو بھی اسلام کا پاس سخت گیری سے فلک توڑے کسی کی گلاس بل بے بہت تر ہے نزدیک پہنچے وہ گلاس رکھنی ایک کاسے زرین ہے ادراکِ سٹیلین بید مجنون میں ہو پیدا شرب و کلاس معزنی تیغِ مرہ نو کی شہا رتبہ و کلاس احق الناس اُسے جانے بلکہ شناس تر بیت سے تری اُمّی بھی ہو یہ حرفِ شناس اسپہ بد خال کوئی جیسے سبانِ نخاس</p>	<p>ہندوے زلف کے ہے پاس سدھتِ رخ موسیقی ہو حمایتِ ترے حق میں اُس کے بوٹی اکسیر کی اور پاس اگر بامِ آئے چمن دہر میں نرگس بھی تری بخشش سے کیا عجب فیض سے گر ابر کرم کے ترے تیری شمشیر کے آگے نہیں رکھتی ہر گز فیضِ تعلیم سے ترے ہو جو منکر انسان لوحِ تقدیر کے لکھے کپڑے حرفِ بک ہوں ترا حاسد پر عیب ہے عالم میں حقیر</p>
--	--

ابر رحمت کا ہے سایہ ترا اے سایہ حق
 کس کا مقدور کہ سرتاب ترے حکم سے ہو
 ذکر حق سے کوئی خالی نہیں تیرا ہے وہ دعا
 گر کرے نشو و نما مسیہ فیض ترا
 حرف ہیبت کا تری کوئی زبان پر آیا
 لطفِ خیرین سے ترے ہو دے جلالتِ کرام
 نامہ الون کو جو دے زور حمایت تیری
 کہتے ہیں برقِ جہان تسکو وہ اک دے
 کو ہتی جبہ کرے کا بکشان کی بھی کس نہ
 فطرہ افشان ہو اگر تیرا سحابِ ہمت
 کرنا اوتنے کو جو اعلیٰ نہ ترا منصوبہ
 کرنا اک جست میں ہے ماہی گرد و خا شکار
 اے شہِ داد اگر اسے خسر و انصاف پرست
 اتنا عالم میں حد خون سے ہے خو خوار و نکو
 پر تو افکن ہوا اگر روشنی طبع تری
 مشتری بھی ترے شطرنج کا اک مہرہ ہے
 ابرے گرچہ مثالِ مندرِ مندریدہ
 تو شتاب سے بھی جلّیٰ ٹھے زیادہ دوشتاب
 تیرے توں میں وہ جلدی کہ اگر چھپے تو
 شمس کہ پہنچے تری آسے یوں شرق میں نذر
 جھڑجھڑی قلب سے اہلِ ہشراف

کیونکہ سایہ میں ترے ہو نہ جہان کو مدنی
 جو ترا امر ہے اک حق جو کے تو صدق
 کرتا سیخانہ میں ہے شبیہ کے بھی حق حق
 گل جو ہو شمع سے پیدا تو مہلاب و زنبق
 ہو گئی وقت کتابت بوزبانِ خامہ کی شبنم
 کام میں خلق کے بوزا ہو بجائے نورق
 بلے لات اٹکے سر پہل دمان بچتے ہیں
 تو پچانہ میں تری توپ پہ زور میں بسیرق
 وہ تری ہمت عالی کا ہے عالی جو سق
 بوٹی اکسیر کی پیدا ہو بجائے سرسبز
 پاتا شطرنج میں فرزین کا نہ رتبہ سیدق
 طائر تیر ہوائی ترا مثل لعل
 اللہ اندر سے عدالت کا تری نظم و نسق
 خونِ فاسد کو بھی ہرگز نہ کرے خوش اعلق
 ابرق آئینہ ہوا اگر سنگ سیہ ہوا برق
 آفتاب ایک ترے گنجد کا گرہ ہے ورق
 گر تری برقِ غضب جھاڑ دے اہر حرق
 آگ لگ جانے میں دیر ایکے نہو دے سلطان
 یوں وہ اڑ جائے کہ جیسے سرکشِ شوق
 تو ہو مغرب میں کرانے پر تو نورِ مطلق
 عرصہ دور سے شاگرد کو دیتے ہیں سبق

گھٹنا کے دہن ننگ کا ابا شکل
 مصحف روئے کتابی کو جو دیکھ اُس کے
 لوح رنگین سے نہ زیبا ہو بیاہن گردن
 دست و بازو پرودہ دش عجب صبح بہار
 سینہ تانان صفاب گہر کا دریا
 نازک ایسی کمر اُسکی کہ سمجھنا شکل
 ہے گران اُسہ نزاکت نہ باز سے ہرگز
 اُسکا زانو وہ مصفا کہ اگر دیکھے اُسے
 کیا کہوں ساق بلورین کی صفائی اُسکی
 قد جو گلبن تو وہ بانوں کے حنائی ناخن
 آکے بالین پر وہ طناز سر بلبلان
 مژدہ عید سے ہے گلشن عالم میں بہار
 دوش پر سر و لب جو کی ہے اک سبز قبا
 جوش سبز سے ہے وہ فرش سرخ چمن
 باغ عالم میں ہے یہ جوش بہار عشرت
 نویں کر تہنیت عید کا اُسکے سامان
 وہ بہادر شہ غازی کہ دم سر کہ ہوں
 مدح اُسکی ہے مناسب تجھے بجا نسب
 سن کے یہ بن لئے کما مدح میں اُسکے مطلع

جیسے دشوار ہو مفہوم کلام مفسلق
 تو کہیں صورت اخلاص نہ پاؤ مطلق
 تاکہ ہو سحر حق شجرت نہ خون ناحق
 پنجہ و پنجہ خورشید و حنا رنگ شفق
 ناف ایک عکس ذوق اسین بجائے زورق
 جس طرح شعر خیالی میں ہوں مستی ادق
 گر ہوتا نظر دیدہ عفتا منطوق
 آئینہ آبِ خیالت میں رہے مستغرق
 شمع گرد دیکھے اُسے شرم سے آجائے عرق
 نیچے گلبن کے پڑے کچھ ہے ہو گل کے ورق
 بچھ سے یکہنے لگا کیوں ہے تو گلبن ناحق
 نواز عیش سے ہے بزم جان میں رونق
 برین لالہ کے جی گلشن میں گلگون طبع
 کوئی نخل اُسے کتا ہے کوئی استبرق
 ٹپکے ہے نخل سے سستی میں ہمیشہ رواق
 کہ ہے وہ خسرو دین حامی دین برحق
 اُسکے تیردنگے ہفت اُسکے صود ونگی حدیق
 یعنی توصیف کے لائق ہے وہ بلکہ الیق
 جسہ حسنت کہیں مجھ کو لسیبہ و عین

نو ہے وہ نائب ختم رسالے سایہ حق
 کہ ترے سایہ میں ہے گلشن دین کو رونق

<p> روشن بیانی سے تری رنگین کلامی سے تری وہ سیکھن ایوان ترا وہ سائبان نگین کھنچا فانوس شیشہ لعل گول روشن تری کھل میں یون انصاف نے تیرے شہا سہا بے آلتش کو کیا تیری مان و خط سے ہو جائے حق میں سمجھ خورشید تجھ سے فیض کو پہنچے تو شرق میں ہو جہر کہ تو ہو دے غضب ہو اسکے حق میں کج شمشیر کی تیری چمک خون عدو یک بیک پیکان ترا الماس گون نھر سر سوار دیون جلوہ ہے تیری مہر کا شعلہ ہے تیرے قہر کا اسے خوابت ترا وہ نقتہ خشک بادیا اس ذوق کی ہے یہ دعا تک رہے شہا جب تک لباس مہر کو صابون اور جعفر ہو ہر حشیش فتح ہو گئے اس طرح آب و تاب سے شاہ ازمانہ میں ہوتا با آبرو اوکسنہ رخ دشمن کا تیرے منہ ہونی اور خون دل کھینچ </p>	<p> شرمندہ ہونا ہے سدا نور سحر رنگ شفق لین دام اب جس سے صفا نور سحر رنگ شفق گویا کہ شیشہ سے بھرا نور سحر رنگ شفق یون صبح جیسے ایک جانور سحر رنگ شفق نار ظیل آب بقا نور سحر رنگ شفق جزو زلزل بے سدا نور سحر رنگ شفق سبیل فنا برق بلا نور سحر رنگ شفق دکھلائے ہے روز و غا نور سحر رنگ شفق گویا لگا کر پراڈا نور سحر رنگ شفق ہے جسکو عالم جانتا نور سحر رنگ شفق غیرت سے جسکے آؤ گیا نور سحر رنگ شفق خورشید و مہ ارض و سدا نور سحر رنگ شفق زینت دو صبح و سدا نور سحر رنگ شفق ہون تیرے محتاج ضیا نور سحر رنگ شفق ہو جلوہ گر شرقی سے تا نور سحر رنگ شفق دیکھے نہ وہ اسکے سوا نور سحر رنگ شفق </p>
---	--

قصیدہ منبر

<p> طرباقر ہے وہ لوزوز کا نار بجی رنگ بل بے بالیدگی عیش کہ برگ گل پر دلا کیا گلشن آفاق میں ہے جوش بہار </p>	<p> دیکھ کر جاکے جسے رنج ہزار دن فرنگ قطرہ شبنم کا ہے سینکے شراب گل رنگ چھپے کونے لگی لبیل تصویر درنگ </p>
---	--

ذوق کرتے ہیں شہناختہ دعا پر اس طرح	تاکہ ہوں ارض و سما و وطن طبع زہدین
ہو دے ہر سال مبارک تجھے عیدِ رمضان	اور دشمن کو رہے تیرے سدا رخ و قلن

قصیدہ نمبر ۹

<p>ہے آج جو یوں خوشنما نور سحر رنگِ شفق یہ جوشِ نسیم و سمن یہ لالہ و گل کا چین ہر سر و قد غنچہ دہن زیبِ چین شانِ چین افشانِ چین پر سر سبز مناب و انجم جلوہ گر لب پر مستم ہے کہ ہے جوشِ بہار و موجِ گل ہر مجمعِ پیر و جوان ایک طرف مشرق ہے کہ دان جامِ لبورین چین یوں عکسِ شرابِ لہوگون حسنِ گلِ مناب نے جوشِ گلِ سیراب نے دیکھے ہیں میں برگِ گلِ آلودہ شبنم جو گل سے شوق کو بالیدگی ہے ربط کو چسبیدگی ساتیئے عشرت سے بھر ساغر کہ ہے رنگِ پیہر جشنِ بہادر شاہ ہے رذعِ تلوحا ہے وہ خسرو روشن گہر جب کو خجل ہوں دیکھ کر اک صاف مطلع میں لکھوں اور وہ شہناختہ</p>	<p>پر تو ہے کس خورشید کا نور سحر رنگِ شفق کاشن میں گویا چھا گیا نور سحر رنگِ شفق ہر سیمبر گلگون قبا نور سحر رنگِ شفق اور گورے ہاتھوں میں حنا نور سحر رنگِ شفق دندانِ پانِ خروارہ میں بانور سحر رنگِ شفق روشن دل و رنگین ادا نور سحر رنگِ شفق ہو جیسے کیفیتِ فزا نور سحر رنگِ شفق کیا باغ میں چمکا دیا نور سحر رنگِ شفق خجالت سے بانی ہو گیا نور سحر رنگِ شفق کس رنگ ہوں ملکر جدا نور سحر رنگِ شفق آب و ہوا جاے فزا نور سحر رنگِ شفق ہے اس لئے بھجت فزا نور سحر رنگِ شفق ماہ و ثریا و سہا نور سحر رنگِ شفق ہوں دیکھ کر غرق حیا نور سحر رنگِ شفق</p>
--	---

روکش ہو تیرے رخ سے کیا نور سحر رنگِ شفق	
وزہ ہے حیرے فیض کا نور سحر رنگِ شفق	
اے آفتابِ عز و شان تیری جبین ہے عیان	نورِ یقین رنگِ حیا نور سحر رنگِ شفق

بابرک اللہ کہ در نشان ہے تو اسے ابر بہار
 اللہ احمد لبالب ہے مئے عیش سے جام
 جوش روئیدگی سبزہ سے ہو جائیگا سبز
 اللہ اللہ ری سرسبزی گلزارِ جہان
 شرزمیشہ فر باد سے پیدا ہوئے گل
 جوش قوارہ ہے دہان کثرت تار بارش
 کیا عجب رحمت باری سے کہ وقت باران
 معجز باد سے مانند عصا سے موسے
 ذوق سستی سے ہے طافِ حین میں قاص
 شورِ طبل بھی یہ رکھتا ہے نمک آن کہ گل
 دیتی ہے طاقت پر داز یہ کیفیت سے
 ہے یہ وہ دور کہ ہر صوفی صافی مشرب
 بید مومن کو جوئے چارہ گر عیسیٰ دم
 پتلیاں ناجی بن چشم کے گھر میں بساز
 ہوں قلم ماتہ اگر کوئی لکھے خط غبار
 روزِ حشر آج ہے اسکا کہ جسے کہنی ہے خلق
 وہ بہادرشہ غازی کہ اگر تیغ اُس کی
 وہ نگو خوں مکور دے و خبستہ منظر
 وہ سیکا دم و یوسف رخ و داؤد الحان
 چمن خلق و نسیم کرم و ابرِ سخا
 آسمان جاہ و عطار و قلم و مہر علم

خیر مقدم کہ خرامان ہے تو اسے بادِ شمال
 شکر نشہ زرِ گل سے ہے چمن مالِ سال
 محلِ زمین چمن حسن میں نادانہ حصال
 کیا عجب ہو روشِ خطر اگر رنگِ بال
 بل بے جوش گلِ خود و سرد اماں خیال
 سرِ مجنون کے تھے آلودہ جہان گردے بال
 ابرِ مردہ سے بھی ہو قطرہ نشان آبِ زلال
 شجر خشک بھی ہو بابِ تردنازہ نہال
 شونِ آہنگ سے ہے سرد پہ قمری قوال
 بن گیا کثرتِ شبنم سے نمدان کی مثال
 اس ہوا میں بیٹھے کہ اُڑوں بے پروا بال
 رقصِ ستان میں ہے دھندکنان شامل حال
 شمعِ مردہ کی رگِ نار سے کھولیں قیفاں
 جنبشِ دستِ مرہ دے، اس اندازِ تال
 صفحہ دہر پہ کیا دخل جو ہو گردِ ملال
 ناسبِ خیمِ رسلِ نسلِ خدائے متعال
 اپنی دکھلائے چمکِ چراغ پہ کٹ جاے ہلال
 وہ بلند اختر و ستارہ رخ و رخِ خفاں
 وہ سلیمان دوش و موسیٰ کف و صالح اعمال
 چشمہ خنل و نہرِ کالِ عطاء بھر نوال
 مشتری دانش و سنبل و مزجِ حبِ لال

<p>گل نقاشی قدرت سے گلستان میں ہے آج خسرو آج کیا تو نے وہ جشن نوروز ہے تری بزم طرب میں ہے رسم نوروز مشک افشان ہو جان میں جو تری گشتِ ظن بلکہ ہو جوشِ سبارانِ کرم سے تیرے تیرے اوصاف سے ہے بزمِ نہان میں ما ہو اگر شعلہ نشانِ تیری ذرا آتشِ قہر زیرِ رانِ ترے ہے وہ تو سن چالاگ کہ تو یون کرے جست کہ جیسے سر میدانِ بزد رکھتی سرعت ہے تب لرزہ ہیبت سے ترے سرنجِ دل کو ترے دشمن کے قفس ہے سینہ ہو دے حاسد کو نہ آزارِ حسد سے صحت مفسد و حاسد و غماز و حسد دے سرکش آئینہ سکتے بیان میں ترے اوصاف تمام کر تا اس رنگ سے ہے ختم سخن دیکے دعا مکملش ہرین ہر سال مبارکِ نخبہ کو</p>	<p>تختِ لالہ و گل صفو نقشِ ابرنگ دیکھ کر جسکے نعل کو چھپید بھی دنگ صورتِ بضیہ رنگین فلکِ مینارنگ مانا ہوئے سخن سے نہ ہو کم دماغِ پلنگ کیا عجب تلخ میں آہو کے گل نگارنگ شمعِ گلگیر سے اور شمع سے محفوظِ پلنگ تو سمندر ہے پانی میں بجائے خرچنگ چھتر دے ایک ذرا اسکو جو دتِ صفایہ سندھ سے اڑ جائے حریفون کے ترے خونِ رنگ بھن محوم کی مانند جبل میں رگ سنگ اور جگہ جو ب قفس کے ہے تیرا تیر خدنگ تا کہ وارود پہاڑ میں بھرے تیری آفنگ زیرِ شمشیرِ غضبِ تیرے ہوں چاروں پرنگ ہوتا ہے قافیہ سخن کا یہاں قافیہ رنگ ذوق جو ہے ترا مذاحِ محبتِ بکرنگ جشنِ نوروز بہر رنگِ تاجِ داورنگ</p>
<p>اور ترے حاسد جو میں کو دکھائیں لاکھوں خسرو اور دزنے رنگِ فلک کے بزرنگ</p>	
<p>قصیدہ نمبر ۱۱</p>	
<p>حبذا ساقی نسیخِ نوح و خورشیدِ جمال</p>	<p>مرحبا مطربِ بار و شان و زہرِ خصال</p>

<p>آئے اعدا پہ قیامت سرسیدان قتال ہے جن اعدا کو سراوج شیطا بن کی مثال کیا تا شاہ کہ ہے آب سے آتش ستیاں یہ غلط تفسیرے دن ہوتا ہے مردار حلال سبزہ تیغ میں جو ہرے لگا رکھتا ہے حال دیکھ کر تیرا نسق اسے شہ فرخندہ خصال لب پہ آجائے ہے سینہ سے بے استقبال غیر سے پنجہ کرے پنجہ مرغان غزال شعلہ شمع کو صرصر سے نہ ہوا منحل لال فیل سو فی ہے حکیموں کی خدا کھنسا محال دلوے ہیزم کو جلا کر کوئی پانی میں جو ڈال لے نہ آب سے شائد پہ ماسی کا نکال مبتدا جسکا شہا غسترہ ماہ شوال روش غنچہ تصویر زبان منہ میں لال یہ جو ہے ذوق شاخوان ترا اور مرغ محال رہے جب تک زمانہ میں حساب نہ سال</p>	<p>ق ق ق ق</p>	<p>ہے جو اس فیل کی خرطوم سدا فیل کا منہ اُسکے دانت انکے لئے ہیں روش تیر شہاب آبداری میں قری تیغ کہ ہے برق کی موج تیری ٹمٹیر کو ہے خون عسدر و زرباع طاؤر روح عدد کے لئے صیاد اہل طاقت دم زدن اس ددین ہے کسکوری پہ ترا ذکر جو آتا ہے زبان پر تو نفس ہو قوی دست اگر نہ ور حمایت سے ترے تقویت دیوے اگر پاس حفاظت تیرا ہے تیرے عہد میں فتنہ سے زمانہ خالی آتش آب میں یہ رہا ترے عدل ہے کا کل موج دُخان کے لئے اُسکے دریا خبر حملہ عشرت ہے ترا جشن سعید ہوتی ہے حیرت تو صیف سے تیری شاہا بس دعا ہی پہ فقط ختم سخن کرنا ہے جشن ہر سال ترا ہو دے مبارک تنجہ</p>
---	----------------------------	--

قصیدہ نمبر ۱۲

<p>واہ گڑا ہے کچھ اس غم میں عجیبے رنگ سے نیل لاکھ بیوشیوں سے جسکی بھری زنبیل کہ بجز حفظ خدا جس کی نہ خدق فیضیل</p>		<p>لا تا نیزنگ سے ہے رنگ نے چنچ میل ڈر زمانہ سے وہ عیار ہے یہ ہوش ربا ہے توکل کا احاطہ وہ عزیمت کا حصار</p>
--	--	---

شاہ دارا اول و سلطان سکندر اقبال ہمسری کی نزکے مطلع خورشید بجال	خسرو و جم چشم دادر کسری انصاف ملاح حاضر من پڑھوں اُسکے وہ مطلع جس سے
	ہو تری یک نظر فیض سے ناقص کو کمال مہر سے گرہ کامل ہو دو ہفتہ میں ہلال
نہ کسوف نہ غروب نہ ہیو طونہ و بال آگے بہت کے ترے کوہ طلا یک شفاں رخ پر نور جو تو پونچھ کے بھاڑے رومال دستگیری نے لیا تیری جو گرتوں کو سنبھال سب دریا پر جباہوں کی جگہ ہوں تبحال فیض جاری سے ترے بخل کو یا تنک بزل نہ ارسطو کو ہوطاقت نہ فلاطون کو مجال اک مقولہ میں فقط فعل کے عقل فعال تیرے گلگون سبک سیر کے جادے و نبال اور پہنچ جائے کہیں سے وہ کہیں مثل خیال ہے اڑان اُسین ملک کی تو بشر کے سے خیال عمد مستقبل و ماضی کا وہاں ہے یک حال پھر تا کاوے چین، وہ صورت فانوس خیال مزرعہ سبز فلک ہونہ مسبا داپامال سر پہ اندیشہ نے لی ہاتھ سے دستار سنبھال نیشکر راہ میں مانگین اگر اُس سے اطفال اُسکی مشک پہ شہا جلوہ نمایوں ہے ڈھال	نیز چاہ ترا وہ جسے تا دور فلک آگے بخشش کے ترے خرسن در یکدانہ ہو دے جون چادر مہتاب کلیم شب تار جام سے قطرہ جو ٹپکا تو معلق ہی رہا گر ترے نھر کی گرمی تب محرق بن بجلا قوت ماسکہ مسک کے قوی سے گم ہو حکمت آموز ترا علم جہان ہو نو دیان ہو تری عقل سے عاجز دم بحث معقول دم ہے کیا باد صبا میں کہ دم سیر جہان یونہی دو چار قدم خاک اڑا کر رہ جائے ہے وہ ہیکل میں اگر دیو تو صورت میں پی جلد اتنا کہ جہان عرصہ جولان اُس کا زیب تن اُسکے جو ہندی کا ہو ہر گل تصویر اُس فلک سیر کو جولان جو کرے تو تو بہ ڈر تیرے ہاتھی کی بلندی کی طرف کی چونکاہ کمکشان کو وہ فلک پر سے زمین پر پھینکے جیسے ہاتھ پہ بزرگون کے ہو سجد کا نشان

<p>عرصہ عمر ہے وہ تار کھینچا اور نو ما وہی منزل ہے جہاں ٹھہرے حیات گزاران مشقِ اندوہ سے اک روز نہیں تو بیکار غمِ عصیان ہے تو ہے حسرتِ غفار وسیع ہے تمنائے زرد مال تو سب جائیگا چھوڑ پھر بارِ چمن عمر میں دلگسیر ہے کیوں مژدہ عید سے ہے دیکھ تو کیا رنگ چمن ہوئے آراستہ ہیں آج بدل کر پوشاک نظر آتا ہے ہر رنگ لبِ ساغر جو ہلال گاہ سے خم میں سبک شیشہ میں کیا کیا ہے سر تمنیتِ خوان ہو تو آج اس شہ دریا دہکا وہ بہادر شہ والا نسب و پاک گسر ماہِ نو چشمِ زدن میں نہ کامل ہو جائے نورِ معنی ہے ہر شکل نتیجہ اس کا مدحِ حاضرین پڑھوں مطلعِ روشن ایسا</p>	<p>کچھ اگر دستِ معنی کی طرف سے ہو تجھ کو میل کہ پئے راہِ فنا کوئی نہ فرسخ ہے نہ میل تیرے ہفتہ میں نہیں کوئی بھی روزِ تعطیل فکرِ روزی ہے تو ہے رزق کا رزاق کفیل چھوڑ جائے کو تو کافی سے فقط ذکرِ جمیل سیر کر سیر کر ہے فرصتِ گلکشِ قلیل گل کی رنگین ہے قباغچہ کی رنگین مندیل فصل سے باغِ ملک باغ سے لے تا پھیل ٹپکا پڑتا ہے لبِ سب سے شوقِ تقیل روح کرتی ہے کسی مست کی قالبِ تبدیل جسکے نزدیک ہے اک قطرہ سے کم قلم و قیل خسر و چرخِ سر پرودہ خورشیدِ اکیل نظر مہر میں ہے اُسکے وہ نورِ تکمیل اللہ اللہ سے زبے شکل شہنشاہِ شکیل مطلعِ شمس کو بھی جسکے ہو واجبِ تمجیل</p>
---	--

بادشاہانِ سلف سے مجھے یوں ہے تفصیل
 جیسے قرآن پس نوریت و زبور و انجیل

<p>تو ہے اس طرح غرتِ وہ ادلا دتر نورِ افزائے بصارت ہو اگر تیرا جمال روئے نیکو پہ ہے مائل ترے خوئے نیکو ہے جو انسان کے قالب میں ترا نورِ ظہور</p>	<p>جیسے سوئے شرفِ افزائے بنی اسرائیل آئینِ آنکھوں سے نظر معنی اللہ جمیل کہوں کیونکر نہ کہ الحسنُ اِلَیَّ الحسنُ یَمِیلُ برجِ خاکی میں ہے خورشیدِ فلک کی تحول</p>
---	---

<p>گم ہوں ظاہر کی خرابی سے صفات اصلی پیش دشمن نہ گذر حق سے بنیں سلج کو آنج ہوتے سیرت سے ہن مردان دلاور ممتاز بنیں بے قید علائق کسی عالم بن بزرگ ہے نہ خاک بھی فارون کو سفر حشر ملک عید بکر دز جہانین رمضان ہے یک ماہ کشت ہنر فلک و دن سے نرک چشم شر قابل انسان کی صحبت کے ہے انسان ملک جتنا خورشید ہے اتنی ہی بارش ہو سوا عشق کھنچو ائے ہے اک نہ ارجحاکش سے بڑو لگے نہ چرخ کو گر نالہ عاشق کی ہوا شمع کشتہ کے لئے ہے دم عیسے آتش ستبر ہے جو کسے نالہ دل در دا اظہار دل کے ہے ایک درق میں وہ حقیقت ساری جی میں ہے اور پڑھوں میں کوئی مطلع ایسا</p>	<p>زنک دیتا ہے پھپھا جو شہر شیر اصیل بلکہ ہے آتش مزد و گلستان خلیل در نہ صورت میں تو کچھ کم ہنیں شہباز ہے پیل رسم تحریر میں بھی جھوٹے نہ زنجیر سے نیل نہیں تاقت ثریٰ منزل آرام کجیل بعد ہے کثرت تکلیف کے پان عیش قلیل خوشہ فیض سے بے بہرہ ہے یہ مزرعہ نیل بنگیا پیش نبی صورت و حیمہ جبریل ہو دے کیونکر تپش عشق نہ رحمت کی لیل بار صد کوہ الم بے عمل حشر ثقیل دم میں اجزائے و خالی کی طرح ہوں تکلیل سوزش عشق سے زندہ ہوں مجھ کے قاتل نالہ ہے دلی زبان دل ہے موکل ہو وکیل جسکا اجمال قصا اور قدر ہے تفصیل کو ہر مخزن معنی سے جو بس کو نادریل</p>
---	--

کنج حیرت میں کروں علم خموشی تحصیل
یہ عجب مر ہے جس میں کہ ہے قالہ قیل

<p>درس توحید سے لون ایک شفا کا نسخہ جلوہ افزدی یک بدر دے ہے اسکو نکر ہو وہ میں کس واسطے ہے تو پابند خواب غفلت سے ہو بیدار کہ آئی پری</p>	<p>بحث میں علت معلول کے ہے عقل علیل شمع فانوس سمجھ خواہ سپر راغ قندیل کچھ نکال اپنے لئے ذوق غلے کی سبیل نہیں مناسب ہے روشنی صبح حریل</p>
--	--

نیر برساے عدد پر جو کا نزارِ قصنا بہنِ نطفہ بدخواہ ہوا دل سے قصا محکمہ میں ترے انصاف کے ہون با قلم ذوق کرنے ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ عید ہر سال ہو فرخ تجھے با جاہ و جلال جو ضلالت سے ہوں گمراہ وہ اے ظلِ خدا	کم نہ فتورہ سے ہو تیر دن کی اسکی قندیل اسکی پشتِ پدری سے نہ کبھی تا حسیل دے اگر بھول کے بھی کوئی سر حرف کو تحصیل ہو گران خاطر نازک پہ مسبا و انطویل ہوں قوی پایہ ترے دست بعد قدرِ طویل ذوق اقدام سے ہوں خاکِ مذلت پہ دلیل
--	--

قصیدہ نمبر ۱۳

پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسمان ہے بادہ نشاط طرب سے لبالب آج دیکھے نہ اس طرح کا تماشا جہان میں اترار ہا ہے عطر سے عیش و نشاط کے افراط انبساط سے کیا ہے عجب اگر شادی کی اسکی دھوم ہے آج آسمان تلک فرزند شاہ بیٹے جوان بختِ ذی قدر ہے اسکی بارگاہ میں ماسندِ چو بدار اس بیاہ کی نوبت سے ہے اس قدر سرور پھر تا ہے اہتمام میں شادی کے رات ان فرد حسابِ صرف سے اس بیاہ کے ہونم تو رہن کی بختِ مطیع عالی میں اس قدر اس رشتہ کی چند دکھا دیجیے پنجہ بیان	کھائے اگر ہزار برس چکر آسمان ایک عمر سے پڑا غامضی سا غر آسمان گر ہونا چشمِ ناشاگر آسمان سچ ہے زمین پہ پاؤں رکھے کیونکر آسمان مثلِ حجابِ جاسہ سے ہوا ہر آسمان تابع زمانہ جسکا ہے فرمان بر آسمان سلیم کو ہے جسکی جھکا تا سر آسمان حاضر عصا کے کا ہکشان لیکر آسمان ہے پر پر جوانوں سے ہے بہتر آسمان مقدور کیا کہ ٹھہر سکے دم بھر آسمان گو لا کہ صبح و خرچ کا ہو دفتر آسمان ہے جسکا ایک تودہ خاکستر آسمان مازان ہے آفتاب کے پنجہ پر آسمان
---	---

دانش آموز ہو کر تربیت عام تری
 جو ہر تیغ اجل ایک ترے حکم کی نقل
 عہد میں تیرے جو سوراہے نقدی سدو
 تشنہ دوق طلاوت ہوں نہ کیونکر لیراب
 نکتہ چینیوں کے لئے نکتہ برجستہ سزا
 جب ہوں مرغان ہوا تیرے نشان بیدق
 مہرہ پشتِ عدو میں ترا تیر صدف دوز
 طائر روحِ عدو کے لئے ہر پرواز
 وہ قیامت ہے تری فوج کہ شورِ محشر
 نالہ بوک کی ہیبت سے رکھے پھونک کے پاؤں
 دن ترے گھوڑے کو کیونکر میں پرپی گنت
 گرم جولانِ دہکمان ہو کہ رکھے ہے وحشت
 عرصہ سحر کہ میں آ رہی تھی اے شاہ سوار
 جالے یوں جیسے ہوا سم بھی نہ پانی ہو تر
 گوہ البرز کو سائے میں دبالے اپنے
 حلقہ آور ہو وہ جہدم تو پہلے جانِ عدو
 تو جو محرابِ عماری میں ہو آجس لوہ نما
 خانہ قوس میں خورشیدِ جانِ تاب آیا
 نہیں یہ جوش گلِ دلاہ نخل آیا ہے
 عدل نے تیرے کیا دے زمین کو گلزار
 واسطے دیدہ بدین کے ہے یہ عین صلاح

بید مجنون کو بنا دے ابھی انسان عقل
 تیر حکمی قضا حکم کی تیرے تفصیل
 کھلے فعلِ معذی سے نہ بابِ تفصیل
 تیری شیریں سخن ہے انہیں شربت کی بیل
 قابض طبعِ روان ہے روشِ دانہ ہل
 سر طائر کو بھی تو سمجھے ایک اڑتی ہوئی چل
 شستہ مہرہ شمع کے مانند دخیل
 تیر کی تیرے صدا جیسے کہو تر کو ذیل
 دم نہ مارے کبھی سن پائے جو گھوڑوں کی بیل
 کوچہ صو سے گذرے جو دم اسرافیل
 نہ یہ صورت نہ یہ رفتار نہ یہ ڈول ڈیل
 نہ تو میدانِ تصور نہ فضا ہے تخیل
 اس سبکیرے منظور ہو کارِ تحویل
 نہ ہو پردا اُسے ہے راہ میں تاب کہ جھیل
 ہے وہ بے شاہ فلک تیر تری نعمتِ ذیل
 اُسکی خرطوم ہو دستِ کششِ عزرائیل
 اُسکے دانوں پہ یہ خرطوم سے سو جھی تخیل
 دن میں کوتاہ ہوا اور ہوئی رات طویل
 داد خواہی کے لئے خاک سے خونِ بایں
 آج تک عدل میں کوئی نہ رہا تیرا عدیل
 ہو تری نوکِ سنان سرِ کوری کی جویل

<p>کر تا تھا آن نگاہ کو دم پڑھ کے دم بدم ایسا نہیں جہان میں کوئی نخل آئندہ کر تا ہے شلخ خشک تمنا کو غسل سبز شادی کا اُس کے نور بھر کے ہے اہتمام وہ شاہ نامور کہ بہادر شاہ اُس کا نام وہ آفتابی اُس کی نخل جس سے آفتاب مطلع پڑھوں حضور میں وہ میں جسے کہے</p>	<p>دولہا کے صہم رنج روشن پر آسمان لایا ہو آج جس میں نہ برگ و برا آسمان در پردہ مثل پردہ بازی گرا آسمان کر تا ہے جسکا روز طواف در آسمان ہو حکم سے نہ اُس کے کبھی با بر آسمان وہ چیز اسکا جس سے نہ ہو ہمہ آسمان مطلع سے آفتاب کے بھی برتر آسمان</p>
--	---

تجہ ساز میں پر دیکھے جو سترخ فر آسمان
قربان نہ کیوں زمین کے ہو پھر پھر کر آسمان

<p>طالع سدا ساعد و عالم سدا مطیع نہ آسمان سے رتبہ ترا یوں بلند تر خطبہ کے واسطے ترے نام بلند کے وہ بھر بکیران ہے تری ہمت وسیع دریائے قمر تیرا جو طوفان سہا کرے قدر پر ترے وہ راست قباے علو و جاہ تیری گہر نشانی دست کرم سے ہے چمکائے تیغ تیز کو اقبال گرا ترا یون و لیلین ترے جلوہ ذات محیط حق سرعت میں تیرا خوش فلک سیر کیا شباب شاہا جب نہیں ترے مشید بزرگ کے لیے پہنچانہ اُس کے کاوے کے انداز کو کبھی</p>	<p>کو کب ہمیشہ بار تر یا و آسمان جس طرح کو سارے بالا تر آسمان گر مشتری خطیب ہو تو سبز آسمان ہے بلبل سا ایک کنارے پر آسمان بہ جائے مثل کشتی بے لنگر آسمان زمیندہ جسکے واسطے بالا پر آسمان گو یا کہ ایک دامن پر گوہر آسمان ہو مصقلہ بلال تو صیقل گرا آسمان آجائے جسے آئینہ کے اندر آسمان رفت میں بھی ہے پیل جبل پیکر آسمان بنوائے ماہ نو سے رکاب نر آسمان کھاتا راز میں پس سدا چکر آسمان</p>
--	--

ابر بہار دو چہرہ راغان سے توبہ تو
چشمِ فہرین اور بھی ہو روشنی دچند
کر ڈالے پارہ پارہ نستعلیوں کے واسطے
یہ کہنہ و سیاہ وہ خوش رنگ و دوبہ نو
ٹھلیوں میں ہیں وہ نقلِ ٹپے انکا عکس اگر
آرائش ایسی اور وہ گلہائے رنگ رنگ
بنوائے اسین بھول طلائی نقسہ رنی
نفا رخا نہ کی ہے چہ راغان سے وہ شکوہ
کرنا ہے رقصِ نخت پہ نفا رخسانہ کی
آوازہ و دامہ نوبت سے گونج اٹھا
دولھا دھن کی ہے یہ علامت سہاگ کی
جائے عجب نہیں ہے کہ عطر سہاگ کے
یا رب ہمیشہ دولھا دھن میں ہے سہاگ
مہندی کے وصف لکھنے کے قابل نہیں رہے
جو نرج اڑے ہے اڑکے یہ ہوتا ہے وہ بلند
کر تار ماہرات کی شبِ شام سے نثار
پہنچے براتیوں کے نہ ہر گز حبسوم کو
عیشِ دطرب کو مزہ کہ کرتا جہان میں ہے
ہنگامِ نریم عفت دستاروں کے واسطے
بدین کے ہے نظر کے جلانے کے واسطے
جسوت سہرا بازہ کے دولھا ہوا

ن

ہوں سات آسمان کی جگہ ستر آسمان
کا جل لگائے اُسکے دھوئیں سے گرا آسمان
مستاب کو سمجھ کے گھن چادر آسمان
فائق ہو کیا سبوچہ سا چن پر آسمان
لے لکھستان کی مانگ میں موتی بھر آسمان
اونے سا جنین غنچہ نیلو فر آسمان
لے لیکے ماہ و مہر سے سیم دزر آسمان
گویا ہے ایک زمین پہ پر از اختر آسمان
شہنائی کی صدا کو جو سن سُنکر آسمان
وہ جو سب آسمانوں کے ہے اور آسمان
آیا ہے ایک سہاگ پڑا بس کر آسمان
شیش کے شیشہ بھر کے لڑھا کر آسمان
جب تک کہ ہووے نیچے زمین اور آسمان
نیلا سا ایک کاغذ بے مسطر آسمان
رکھ لے ہے سر پہ مثل گلِ اجڑ آسمان
شبم کی جائے صبح تلک گوہر آسمان
انجم سے لاکھ جمع کرے شکر آسمان
زہرہ سے اب تیراں ہر الوڑ آسمان
کیا کیا سجے ہے اور جِ دُختر کے گھر آسمان
انجم سپند آگِ شفق مجسم آسمان
کیا کیا بلائیں لیتا تھا جھک جھک آسمان

باز با حسامیہ رنگین نوشت
طرفہ تسبیح ز سرور آورد

قطعہ تاج تعمیر چاہ معمرہ محمد شاہ سہارنپوری

سید با صفا محمد شاہ
ذوق تاریخ سال ہر دوہم
کرد تعمیر طرفہ مسجد و چاہ
ز دہم ساخت کعبہ و زمزم

اشعار قصیدہ ناتمام

خسروانیر اقبال کی ترے غرید
تاب کیا بزم سعادت سے ترے ہو ہمسر
کھائے ہے وقت شرف غرور شرف کی گنت
مزل ادج پہ چکے رہ تابان ہر چند
وہم تحویل یہ کہتے ہیں عناصر چار و ن
چار چند آب کا ہو مرتبہ بلکہ معد چند
پر درش امن کے سایہ میں کیا کرتا ہے
شیر ز بخت آہو کو کجائے فرزند
فردوت سے ترے مرغ نظر بخت پر
بام شمت پر ترے کا ہشتان نصف گند

قصیدہ مستحسن دعائیہ

سر پر آراے گردون جب ملک سلطان دیو
عطار و میرنشی ز سرہ ناظر آسمان پر ہو
قر و ستور اعظم صمد راعی سعد اکبر ہو
زحل و مریخارت ترک گردون میر شکر ہو

سرفہ آسمان جینک کہ دور بہت اختر ہو
انہی پہ بسا در شاہ شاہ بہت کشور ہو

رہے نام سلیمان تا نگین جگرانی سے
رہے دہاکو تا نام آوری تاج کیانی سے
رہے نام فریدون تا درفش کا دانی سے
سکندر تا ہونامی سکندر کشورستانی سے

اترا سے خسرو و اکاشم عالم مسخر ہو
سر بر سلطنت پر تو ہمیشہ داگ مسخر ہو

انجم ہن کیا شر ترے فعل سمند کے مانا اگر لبندی شان و شکوہ بین برائے نقش پا کے مقابل بنا سکے یہ ذوق کی دعا ہے کہ جب تک زمانہ میں بزم نشاط و عیش سے تیرے گھر میں روندا	ن	ہے بلکہ بڑا گرد و لبشکر آسمان ہا معنی سے تیرے ہو بھی گیا ہمسرا آسمان چار آفتاب ایک جگہ کیونکر آسمان منسوب ہر شارے سے ہو دے ہر آسمان لائے ہمیشہ تیری مراد میں برآسمان
---	---	--

مارے جگر میں حاسد بدخواہ کے ترے
تارِ خطوطِ مہر سے سونشتر آسمان

اشعار در تالیخ دیوان لؤاب الہی بخش خان معروف

سبز رنگان کہ بباغ حسن اند از کمر نادہن نشان سو ہوم چشم دارند قتل عشاق بکمال رخ آنہا معروف رفت میت سخنش از دہلی وامد بان حال سخننا سیگفت صد و یک مطلع رنگین آخسر شد چو نسیم ز مردنا شش مزد فیروزہ خون شد دل لعل پیش آن گنج گہریت چو خاک ذوق چون خواست دو تار بخش را اول از دانه خوش رنگ شد	تازہ چون شاخ گل دلالہ و در چون خط جوہری و جوہر سرور چون حریفی کہ کتد قصد ب میتے شد کہ دلش خوش میگرد تا صفایان و عسراق و مادر و ہمہ چون نالہ موزون پر در و گفت بانالہ گرم و دم سرد رونق و آب گہر رفت گہر و کہر با چون برقانی شدہ ندو گنج خسرو کہ بود باد آورد اندزین دست بر معنی برد فرد کرد و آن عقدہ مطلب کرد
--	---

دستِ شکر لعل و گل

رہے تا غا بدن کو شوق محراب عبادت کے
نماز اہل سنت تا ہو مسجد میں جماعت سے

ترا خطبہ میں ہونا م اور خطبہ زیبِ ممبر ہو
ترا حامی ابو بکر و عثمان و حیدر ہو

قلم تار سنی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئین
دبان پڑا سخن ہو اور سخن میں مہنی نگین
قلمزن تا ہو مشک افشان کاغذ خط مشک آگین
سخن ناداد چاہے اور تا اہل سخن تحسین

ترا مداح دائم حسرت و ذوقِ سخنور ہو
ہمیشہ تنہیت حزان ہو دعا گو ہوشناگر ہو

اشعار متفرقات قصائد و قطعات و محمسات وغیرہ

قطعہ در مدح میرزا شاہ رخ بہادر

میرزا شاہ رخ بہادر است	قصید صید افگنی کیا جدم
خونِ پنجہ سے ہوا سارا	دامن دشت لالہ زار ارم
نہ بجا اُس شکار افگن سے	صید کوئی سوائے صیدِ حرم
مرغِ دیمرغ اور غزال دہنگ	ہوئے سکن پذیر دشتِ عدم
ہے جگر گوشہ بہادر شاہ	ہو بہادر نہ کیوں وہ نیک شہم
سمجھے شیر آپ کو ہزار غنیم	اُسکے پر سامنے ہے مثلِ غنیم
شیر گردن بھی اُسکے لشکر میں	پاے ہر گز نہ تدریشِ عظیم
رہے مانند شیرِ قالین کے	اوجِ ہمت سے اُسکے زیرِ قدم
ہاتھ میں جب تفنگ لی اُس نے	ہمراہ دہائے آتشِ دم
کئے شیرِ زبانِ شکار کئی	اُس غصہ فرشتہ کار نے بہیم
ہے بجا گرد و لا درانِ جہان	کھائیں اُسکی دلاوری کی قسم

بخار از من سے تا ابر ہو اور ابرو میں پانی	روان پانی سے تا دریا ہو اور دریا کو طغیانی
زمین میں تا ہوکان اور کان میں ہو جو ہر کانی	پئے جو ہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی
تری شمشیر جو ہر دار میں نصرت کا جو ہر ہو	ترے قبضہ میں تجسیر پر گھر ہو کان پر زرو
رکھیں تا غور کو آتش پہ اور آتش کو مجھ میں	کھل تر تا ہو گلدان میں تری ہوتا گل ترین
رہے نافذ میں مشک اذفر اور بوشکاف زمین	صدف میں تا ہو گوہر اور ہوتا آگے ہر میں
ترے ابرو کرم سے باغ عالم تازہ و تر ہو	شمس خلق سے ترے جہان کی سرسبز ہو
طریق رہبری میں خضر ہو جب تک ہدایت من	سہارا ہو دے تا بحر غریق الیاس کا دامن
رہے اور میں تا قطع تعلق سے جان سکن	سیحا کا ہو بالا خانہ تا غور شید سے روشن
چراغ عمر سے تیری جہان سارا منور ہو	نور و رخ اسلام کو ہو رونق دین ہمیر ہو
شفق ہو گلونہ ہو جب تک سحر کے روئے نیلو کو	کرے آراستہ تا شام اپنے سوے گیسو کو
شراب نورتن تا کہ کشتان کے ہو دے بازو کو	کرے دسمہ سے تا قوس قزح ہزارے ابرو کو
لب پا بخور دہ دشمن کے لہو سے تیرا خنجر ہو	سیر بہ خواہ فساد تیری انگشت نہان ہو
کھٹا نہیں ہوتا گل اور گل سے شلخ ہوزیا	نیستان میں تانے اور نے سے نغمہ ہو پیدا
ہمال تا کہ میں انگور ہوا انگور میں صہبا	نشہ صہبا میں ہو اور ہوا نشہ جب تک نشا طافرا
شراب عیش سے خالی کبھی تیرا نہ ساغر ہو	ہمیشہ جشن جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو
رہے تا کام دینداروں کو احکام شریعت سے	خوشی تا حاجیوں کو ہو و کعبہ کی زیارت سے

آتا ہے صاف چوب کی صورت نظر ہاں	دیتا ہے جبری فوج میں نقارہ جب تک
منظر تجھ کو جب کہ شکار پرند ہو	تا نہ سڑاؤ ایک پرندہ نہ بچ سکے
قصیدہ ناتمام	
<p>ہر ورق کاغذ کا رشک گلشن کشمیر ہے ہاتھ کیوں ہندی سے رنگتا برگ بیدار ہے منظر مشرق میں بٹھا مہر پر تیر ہے ہر اذان میں شامل اور داخل بہر تکبر ہے</p>	<p>آج کچھ ایسی ہوا عیش کی تاثیر ہے گر نہال دشت کو شوقِ خوابندی نہیں مدح حاضرین ساوے مطلعِ روشنِ ذوق نام کو اللہ اگر کیا ترے تاثیر ہے</p>
<p>تو ہو دے خار سے پیدا صد ابرو چنگ کرے ہے شیر کی جربی سے مالش آہو لنگ کہ مہر وہ کو گھن لازم آئینہ کو رنگ اڑا ہی جاتا ہے وہ تو بزنگ طائر رنگ کہ ہو دے عصہ نہ چرخ جسکی ایک شنگ کہ جیسے مست سے ناز کوئی دلبر شنگ اُچکنے میں ہے وہ آہو لکے ہیں ہلنگ نہیں وہ آدمی لیکن سب آدمی کے مہنگ تو سم بھی تر نہ ہوا سا چہ جائے زلاورنگ بزیرِ نعلِ سُم آکر شد نشان ہونگ دھپٹ کے اور وہ پھر آئے سیکر مہرنگ</p>	<p>کروں رقم اگر تنہا کا میں آہنگ ہے تیرا زور حمایت کہ پائوں کو اپنے شہا ترے رخِ روشِ کجس سے درنِ تشبیہ کرو نہیں کیا ترے گلگون کا وصف چالاکی نہ پنپے گرد کو اُسکے وہ پیکِ فکریا چلے ہے یوں کج و داکج اوداؤ ناز کے ساتھ وہ چلنے میں ہے تدر و اُڑنے میں شاہین نہیں پری وہ پری سے بھی ہے سوا پڑان روان ہو گرد وہ یکسیر آبِ دریا پر جو چھوٹے اُسکو تو سبداہن اور کھینا کے شرارِ سنگِ نظر سے نہان نہ ہونے پائے</p>

جبلکہ اس خبرات و شجاعت کو تارے بادگار عالم میں	چاہا اس طرح دل نے کیجے رقم وصف عالی صاحب عالم
لکھی اسے ذوق میں نے یہ توصیف سج نارنج ثانی ^{۱۲۶۲} _{۱۲۶۱} ستم	
کہتے ہیں کس کی تنیت عید میح خوان	آراستہ ہوا جو قلم دان آسان
غم میں تیرے نکالے دانت گرین ستم گر پڑے پانوں پہ تیرے ہر اکر سائبہ دا	کام لے زبور کا خار سے دست مہلت آفتابی سے جو تو کہدے کہ اسکو رکست
فضل گل آج ہے وہ سلطنت آرا طب	کہ ملا باغ میں بلبل کو ہزار ہی منصب
ہے اگر لیلی سیاہی تو درق عذر اعدا ہو گیا خورشید مالا مال و دہین لوز سے ہاتھ میں بند دق لے جسوقت تو بہر شکا	خط تراشیرین ہے شام اور قلم شاخ منبات دی جو تونے دولت انوار دانش کی رنگات بشر گردون کو بچو کل ہاتھ سے تیرے نجات
ہر نہیں ہر ترا تو سن وہ پری سان ہزان ہو فوی دست ترے زور سے اسلام اگر پانا گرداب سے ہے گردہ نان ابلی	سیر کہ جسکی ہے اکثاف سے لیکر تاقان کھینچے شمشیر سر کفر پھر مرکز کان تیری بخشش سے جو دریا کا سینگی کفان
دست بہت لے ترے کھوئی روپے کی قدر	چنگی بنیں ہن اڑاتے اُسے کیا کیا صراف

یہ حال ہے مرا نصف دماغ سے کہ مجھے	صدا ہے صو قیامت ہے ہر گھس کھسین
زمانہ عریبہ پر داز و بخت بدنام ساز	ستارہ بر سر پرکاش و چرخ بر سر زمین
عجب بنین ہے کہ اسب خط پلیمیا سے	
بناوے تیرے طویلہ کے واسطے حزن زین	
رباعیات مدح	
شاہا تجھے بادولت و بخت فیروز	فرخ ہو سدا جہان میں جشنِ فرور
ہو دے شرف اندوز ترے طالع سے	بر سال حمل میں مسر عالم افزور
خورشید سے گیر و ز جہان میں نور	اور تجھ سے جہان روز سرت اندوز
ہے تجکو زمانہ میں شرف دوازده ماہ	اور ہے ہر حساب کتاب کو کیا دیکر روز
کتنا ہے پیہر فزی رنگِ نور روز	تو ہو وصفِ اسدا چہ مقرر فیروز
ہو دشمن کر کش کے لئے سہم الموت	اسے شاہِ عدو کش ترا بتر دن و روز
دعا ہے ذوق کی ہو خلعت و یجمہ دی	مبارک آپ کو با آفتابی و کرسی
یہ آفتابی و کرسی خدا کے فرخ	بھن سورہ وائش و آیتہ الکرسی
اشعار قصیدہ	
آگے تیری طبع سوزون کے ہے اک فعلِ حبیب	یہ جو کرتے ہیں عروضی فاعلاتن فاعلات
فیض سے تیرے نہ کیونکر اک جہان پر سبز ہو	ذات ہے تیری شہا حشر پس آبجیات

اگر ہو تجکو شہا اُس کے خزانہ زین میں تو اس ارادہ کے آنے میں دل ملک ہو دیر	تمام عرصہ گیتی کی سیر کا آہنگ اور اسکے جلکے پھرتے میں کچھ نہ ہو کد رنگ
میں وہ نفسیہ خسروا ترے سر اور نگ گل کرتے ہے ہر علی دل کو صاف پر انوار	جن پہ کھاتا ہے چمن میں تختہ اوزنگ گل طلوع شمس پہ سو قوف ہے وجہ ہمار
علی ہے کیونکہ ہنوز یرشک گرفتار علی ہے شعل علی اور علی ہے حرفِ جاد	
مختصر در مع	
خسروا چڑھ کے گرسنبد دوار ہلال حاضر خدمت عالی ہے بہر کار ہلال	خود لب عجز سے کرتا ہے یہ اقرار ہلال گر ز بردار ہے خورشید کماندار ہلال
آسمان لیکے سیر مینا ہے تلوار ہلال	
دستِ جہت ترا خورشید سے ہے بالاتر آئین تیرے در دولت پہ گدایا نہ اگر	تری بخشش سے ہے میان غریبم میں تیر اپنے کاسہ میں بھرے چرخ دہن لعل فکھ
اور کشتی میں بھرے درہم دینار ہلال	
ذوق کرنا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ تیری دولت سے ہوں طرزِ سند ترے دولتخواہ	عبید ہر سال ہو فرخ تجھے با شمت جا اور جو حاسد میں ترے واسطے اُنکے ہر ماہ
چرخ پر تیز کرے خبرِ خوشخوار ہلال	
قصیدہ ناتمام در منقبت	
لکھوں جو میں کوئی مضمونِ ظلم چرخِ برین تو کر بلا کی زمین ہو مری غزل کی زمین	

اشعار قصیدہ و ہفتہ زبان

آب و الیورہ جو ہے تشوہ مانے گلشن
آیت اُنبتہ اللہ نبیاً تاحسناً
خداوند سے ہوں ترسے لہذا ان کا ذکر کہن

تبار سے سلطان واسدہر کا ہمدان سکون
ہوش و آیدگی سے بچہ چہ یارہ فی سہ
اعتراف شکر کا عالم در بخت اس دنیا لی

قرن یہ تجھ سے کہنا کریں بہر رسال
ہوئے حسین بے شمار گروہ سے شمار سال

سنا اے عروہ و درویش و افغان و خوار
بہر خند اگر کسی قرن بے شمار سال

ہم نے نہیں کیا ہے پندش و آگ و آتش و آوار
بہر دین و شرک پوچھا آتش و آگ و آوار

نکوہ اور آنکھی میں چین کا آتش و آوار
لہذا کہ یہ گہرا رہنما آتش و آگ و آوار



